FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No: 076790
MAS ★ MAILSI ★
TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY
Masood Faisal Jhandir Library

اس کتاب کے جملہ حق حقوق بموجب ایکٹ نمبر ۲۵ ۱۸۶۷ء بنام ملک چنن الدین محفوظ ہیں

سلسلہ تصوف نمبر ۱۶۹

اردو ترجمہ کتاب مع شرح

تحفۂ مرسلہ شریف

مصنفہ

جناب حضرت مولانا شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ العزیز

برائے

فرزند روحانی حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

شارح و مترجم

حضرت قبلہ مولانا مولوی محمد عبد العزیز صاحب قادری جالندھری

جسے

اللہ والے کی قومی دکان ملک چنن الدین تاجر کتب

منزل نقشبندیہ بازار کشمیری لاہور نے

عاشقان محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و فدایان دربار عالیہ قادریہ غوثیہ کے لئے

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر شائع کیا

(نوٹ) فیوض غوثیہ مع مناقب غوثیہ منظوم قیمت درس ۱ عمدہ

اردو ترجمہ کتاب نفحات الانس

چھ سو چھبیس اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے حالات مع سوانحعمری حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ!

حضرت مولانا عبد الرحمان جامیؒ علماء و فضلا کے سرتاج اور سچے عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیسیوں بینظیر کتابوں کے مصنف ہیں۔ منجملہ ان کے ایک مشہور کتاب نفحات الانس بزبان فارسی ہے جس میں سلسلہ سہروردیہ چشتیہ نقشبندیہ قادریہ کے ۶۲۵ بزرگان کرام کے حالات بڑے پرلطف انداز سے بکمال عقیدت درج ہیں۔ اور شروع کتاب میں مسائل تصوف کو دلآویز پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور جو خواتین اولیاء اللہ گذری ہیں۔ ان کے حالات بھی لکھے ہیں۔ کئی سال ہوئے اللہ والے کی قومی دکان رجسٹرڈ نے کتاب ہذا کا اردو ترجمہ بڑی محنت اور لاگت سے کرا کر اولیائے اللہ کے عقیدتمندوں کی نذر کیا تھا۔ جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ اب شائقین کے اصرار پر بصرف زر کثیر دوسری دفعہ شائع کیا گیا ہے۔ اور اس دفعہ مصنف علیہ الرحمۃ کی مختصر مگر پر مطلب سوانح حیات کا بھی اضافہ کیا ہے۔ جو کتاب کی شان کو دوبالا کر رہا ہے۔ مفصل حالات بنام حیات جامی بھی طبع ہو رہی ہے۔ یہ بیان کر دینا بے جا نہ ہوگا جو مئی کتاب تذکرۃ الاولیاء حضرت شیخ عطارؒ کا مشہور ہے۔ اس میں صرف ۹۹ بزرگان عظامؒ کے حالات مذکور ہیں۔ اور اس بابرکت کتاب نفحات الانس میں سوا پانچسو سے زائد کے اذکار سے منور ہے۔ جن کے اسمائے گرامی ہی بارہ صفحات پر بصورت فہرست مضامین درج ہیں۔ کہاں ہیں عقیدتمندان اولیائے عظام آئیں اور اس بے بہا تحفہ کو حرز جان بنا کر ایمان کو تقویت اور مدارج روحانیت سے مالا مال ہوں باوجودیکہ اسقدر ضخامت کے قیمت صرف دس روپیہ عـــہ مجلد .. .. گیارہ روپیہ

ملنے کا پتہ

اللہ والے کی قومی دُکان رجسٹرڈ بازار کشمیری لاہور

رسالہ

تحفہ مرسلہ شریف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد حمد نامعدود اور صلوٰۃ نامعدود کے بندۂ درگاہ محمد عبد العزیز قادری (منشی فاضل) محلہ بیکا باغ شہر جالندھر گذارش کرتا ہے کہ ان دنوں رسالہ تحفہ مرسلہ شریف کے مطالعہ کا اتفاق پڑا جس کو حضرت سلطان المشائخ شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے روحانی فرزند حضرت غوث الاعظم سید شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے واسطے تالیف فرمایا ہے۔ ان ہر دو حضرات کے اسمائے شریف آنے کے بعد یہ رسالہ ہر ایک طرح کی تعریف اور توصیف سے مستغنی ہے۔ ع

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

بعض دوستانِ طریقت کے اصرار سے اس کی مختصر شرح تحریر کرتا ہوں اہل علم سے استدعا ہے کہ اگر وہ کسی جگہ خطا پائیں تو اصلاح فرمائیں۔ اور راقم خاکسار کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ اور حق تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس تحریر کو باقیات صالحات میں ذخیرہ کرے ؎

غرض نقشے است کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمے بینم بقائے

اللہ بس باقی ہوس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمہ - مَیں اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں +

شرح - اللہ اس ذات واجب الوجود کا نام ہے جو تمام صفات کمال کا جامع اور سب طرح کے نقص اور زوال سے پاک ہے۔ بعض علمائے روحانی کے نزدیک اُصول اسما چار ہیں۔ اوّل۔ آخر۔ ظاہر۔ باطن جن پر جامع اسم اللہ اور رحمٰن حاوی ہے۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی (اے رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) آپ لوگوں سے کہدو کہ تم اللہ کہکر پکارو یا رحمٰن کہکر پکارو۔ ہر ایک کے لئے اسمائے حسنےٰ ہیں) بنا برین اللہ اور رحمٰن کی ازلیت اسم الاوّل کے ساتھ ہے۔ اور ابدیت اسم الآخر کے ساتھ ہے۔ اور ان ہر دو کا ظہور اسم الظاہر کے ساتھ ہے۔ اور ان دونوں کا بطون اسم الباطن کے ساتھ ہے +

لھٰذا اسمائے ذات اور اسمائے صفات اور اسمائے افعال اگرچہ تمام اسمائے ذات ہی ہیں۔ انہیں چار کے نیچے داخل ہیں۔ اور ان چار کو اسم اللہ اور رحمٰن جامع ہے چنانچہ حق تعالےٰ سورۂ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ (اور میری رحمت نے ہر ایک چیز کو گھیر رکھا ہے) +

حدیث شریف میں وارد ہے کہ حق تعالےٰ ارشاد فرمایا ہے۔ سَبَقَتۡ رَحۡمَتِیۡ عَلٰی غَضَبِیۡ میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے) +

چنانچہ عرفی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت لطیف پیرائے میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

مرغ طبع اندر ہوائے معصیت نہ کشودہ بال
عفو تو شاہین رحمت را پراں انداختہ

اسمائے ذات وہ ہیں کہ جن میں ذات نے ظہور پایا ہے۔ شمار میں تینتیس ۳۳ ہیں :-
اللہ۔ رب۔ ملک۔ قدوس۔ سلام۔ مومن۔ مھیمن۔ عزیز۔ جبار۔ متکبر۔ علی۔ عظیم۔ ظاہر۔ باطن۔ اوّل۔ آخر۔ کبیر۔ جلیل۔

مجید - حق - متین - واحد - ماجد - صمد - متعال - غنی - نور -
وارث - ذوالجلال - رقیب ٭

اسمائے صفات وہ ہیں کہ جن میں صفات نے ظہور پایا ہے - شمار میں چوبیس ۲۴ ہیں :-
حی - شکور - قہار - قاہر - مقتدر - قوی - قادر - رحمان - رحیم
کریم - غفار - غفور - ودود - رؤف - حلیم - صبور - بر - علیم -
خبیر - محصی - حکیم - شہید - سمیع - بصیر ٭

اسمائے افعال وہ ہیں کہ جن میں افعال نے ظہور پایا ہے - شمار میں انتالیس ۳۹ ہیں :-
مبدئ - وکیل - باعث - مجیب - واسع - حسیب - مقیت - حفیظ -
خالق - بارئ - مصور - معید - محی - ممیت - والی - تواب -
منتقم - مقسط - جامع - غنی - مغنی - مانع - ضار - وہاب -
رزاق - فتاح - قابض - باسط - خافض - رافع - معز - مذل - حکم -
عدل - لطیف - نافع - ہادی - بدیع - رشید ٭

یہ بھی واضح رہے کہ اکثر اسماء ایسے ہیں جو ان ہر سہ امور کے یا دو کے جامع ہیں مثلاً
اسم رب بمعنی ثابت ذات کا نام ہے اور بمعنی مالک صفت ہے - اور بمعنی مصلح
فعل ہے ٭

اور جو اسمائے مفاتیح الغیب ہیں - اُن کو سوائے ذات یا انسان کامل اور کوئی نہیں
جانتا ہے - چنانچہ حق تعالٰے سورۂ جن میں ارشاد فرماتا ہے - عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ
عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنَ الرَّسُوْلِ الخ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور
اُس کے غیب پر کوئی واقف نہیں ہوتا ہے مگر جس رسول پر کہ وہ راضی ہو جائے ٭

لیکن اسمائے غیب ایک جو سے اسم اوّل اور باطن کے نیچے داخل ہیں اور
یہ سب اسماء کے اصل ہیں جو اعیان ثابتہ کے اصل ہیں - اور اکوان سے اُن کا کچھ تعلق
نہیں ہے ٭

اور ان میں سے بعض اسماء مفاتیح الشہادت ہیں - چنانچہ حق تعالٰے سورہ الحشر
میں ارشاد فرماتا ہے - عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ غیب اور شہادت کو جاننے والا ہے -
لیکن مفاتیح الشہادت بھی اسم آخر اور ظاہر کے تحت میں داخل ہیں ٭

نیز بعض اسمائے جلالی اور بعض جمالی ہیں۔ اور بعض مرتبۂ برزخ کا حکم رکھتے ہیں۔ جب ذات کسی صفت یعنی اپنی تجلی سے متصف ہو اس کو اسم کہتے ہیں۔ رحمٰن رحمت والی ذات کا نام ہے۔ قہار قہر والی ذات کا نام ہے۔ اور کبھی صرف صفت ہی کو اسم کہتے ہیں لہٰذا ذات سب اسما میں موجود ہے۔ اور اکثر صفات سے کثرت ذات نہیں ہوا کرتی ہے۔ اور صفات صرف معقولی چیز ہیں۔ ان کے لئے عینی وجود نہیں ہے۔ البتہ ان کا اثر عینی وجود میں ضرور ہوتا ہے چنانچہ حضرت شیخ اکبر فصِ حکمۃ مالکیہ فی کلمۃ زکریا دیہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَقَدْ ذَکَرْنَا فِی الْفَتْحِ الْمَکِّیِّ اِنَّ الْاَثَرَ لَا یَکُوْنُ اِلَّا لِلْمَعْدُوْمِ لَا لِلْمَوْجُوْدِ فَاِنْ کَانَ لِلْمَوْجُوْدِ فَبِحُکْمِ الْمَعْدُوْمِ۔ اور ہم نے کتاب فتح مکی میں ذکر کیا ہے کہ اثر معدوم ہی کا ہوتا ہے۔ موجود کا نہیں ہوتا ہے۔ پس اگر موجود کا اثر ہو تو وہ معدوم پر حکم کرے گا +

حاصل یہ ہے کہ تمام صفات ذات حق میں اس طرح داخل ہیں کہ اُن کا وجود ذات حق کے علاوہ اور کہیں بھی نظر نہیں آتا ہے۔ لہٰذا تمام صفات ہستی مطلق کے آثار ہیں۔ اور سب تعینات کی بنا انہی آثار پر ہے۔ اور جملہ تعینات کا نام عالم ہے اور ہر ایک تعین اپنے رب کے لئے نشان اور علامت ہے +

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۙ

ترجمہ۔ سب طرح کی حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور حسن عاقبت پرہیزگاروں ہی کے واسطے ہے +

شرح۔ الف لام کی چار قسمیں ہیں۔ الف لام جنسی جیسے اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَرْأَةِ یعنی جنس مرد جنس عورت سے بہتر ہے۔ الف لام استغراقی جیسے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ یقیناً تمام افراد انسان خسارے میں ہیں۔ الف لام عہد ذہنی جیسے اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ مجھے خوف ہے کہ اس کو بھیڑیا نہ کھا جائے۔ الف لام عہد خارجی جیسے فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فرعون نے رسول یعنی حضرت موسےٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی + حاصل یہ نکلا کہ جنس حمد اور تمام افراد حمد کا مستحق اللہ تعالےٰ ہے +

حمد اس ثنا کو کہتے ہیں جو صاحب اختیار لوگوں کی طرف سے نعمتوں کے عطیے

کے باعث زبان سے ادا کی جائے ۔

عالمین عالم کی جمع ہے ۔ اَلْعَالَمُ مَا یُعْلَمُ بِہِ الشَّیْئُ ۔ عالم وہ ہے کہ جس سے کوئی چیز خالی جانی جائے، یہ بات ظاہر ہے کہ عالم یعنی جہان کا ہر ایک فرد اللہ تعالیٰ کے اسما کی شناخت کا نشان ہے ۔ کیونکہ ہر ایک فرد عالم خاص اسم کا مظہر ہے ۔ لہٰذا عالم کی اجناس اور انواع سے اسماء کی اجناس اور انواع پہچانی جاتی ہیں ۔ یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے حیوانات مثلاً مکھی، مچھر وغیرہ زبان حال سے بتا رہے ہیں کہ اُن کے اسما بھی اسی طرح کے چھوٹے چھوٹے ہیں ۔ جن کے ذریعے سے ذات حق نے اُن میں ظہور کیا ہے ۔

صوفیائے کرام کے نزدیک حضرات الٰہی پانچ ہیں ۔ لہٰذا عالم کلیہ بھی پانچ ہوئے ۔ پہلا حضرت غیب مطلق ہے جس کا نشان اعیان ثابتہ ہیں ۔ اور اس کے مقابل دوسرا حضرت شہادت مطلق ہے ۔ اس کا نشان عالم ملک ہے ۔ تیسرا حضرت غیب مضاف جو غیب مطلق کے زیادہ قریب ہے ۔ اس کا نشان عالم ارواح جبروتیہ ہے ۔ جن کو عقول اور نفوس مجردہ بھی کہتے ہیں ۔ چوتھا حضرت غیب مضاف جو شہادت مطلق کے زیادہ قریب ہے اس کی علامت عالم ملکوت اور عالم مثال ہے ۔ پانچواں وہ حضرت جو سب کا جامع ہے ۔ اس کا نشان عالم انسانی ہے ۔

اس بنا پر عالم ملک عالم ملکوت مثال مطلق کا مظہر ہے ۔ اور عالم ملکوت و مثال مطلق عالم جبروت کا مظہر ہے ۔ اور عالم جبروت اعیانِ ثابتہ کا مظہر ہے ۔ اور اعیان ثابتہ اسمائے الٰہی کا مظہر ہیں ۔ اور اسمائے الٰہی حضرت واحدیت کا مظہر ہیں ۔ اور حضرت واحدیت حضرت احدیت کا مظہر ہے ۔

یہ بھی واضح رہے کہ ذات حق حقائق الٰہیہ کی ام الکتاب ہے ۔ اور علم حق حقائق الٰہیہ کی مفصل کتاب ہے اور ذات حق کا مظہر ہے ۔ اور قلم حقائق کونیہ میں سے عالم امر کی اُم الکتاب ہے ۔ اور لوح محفوظ انہی حقائق کی کتاب مبین ہے ۔ اور عرش عالم ملک کی اُم الکتاب ہے ۔ اور اس کی تفصیل کرسی میں موجود ہے ۔ لہٰذا وہ بھی عرش کی کتاب مبین ہے جیسے ذات حق بالاجمال ہر ایک چیز کو شامل ہے ۔ اسی طرح قلم بھی بالاجمال ہر ایک چیز کو محیط ہے ۔ یہی حال فرش کا ہے وہ بھی تمام موجودات کو بالاجمال حاوی ہے ۔ عرش قلم کا مظہر اور قلم ذات حق کا مظہر ہے اور جو کچھ علم الٰہی میں مفصل ہے وہی کچھ لوح محفوظ اور کرسی میں مفصل

ہے۔لہذا کرسی لوح محفوظ کا مظہر اور لوح محفوظ ذات حق کے علم کا مظہر اور انسان سب کا جامع نسخہ ہے باعتبار ذات خود ام الکتاب اور ذات حق کا عین ہے۔اور باعتبار علم خود ذات حق کا علم ہے۔اور روح کے اعتبار سے قلم ہے اور نفس کے اعتبار سے کرسی ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا +

بعض کے نزدیک شرق اور غرب۔جنوب اور شمال کی ہر ایک چوتھائی میں چار ہزار پانچ سو عالم ہے۔میزان کل اٹھارہ ہزار عالم ہے۔(از کتاب بصائر) +

بعض کے نزدیک ساٹھ ہزار تین سو عالم ہے۔اور بعض کے نزدیک ستر ہزار اور بعض کے نزدیک اٹھارہ ہزار عالم کلیہ ہیں +

جن کے نام یہ ہیں عقلیہ۔نوریہ۔روحیہ۔نفسیہ تبعیہ جسمیہ عنصریہ مثالیہ خیالیہ۔برزخیہ۔حشریہ۔خیانیہ۔جہنمیہ۔اعرافیہ۔زونیتیہ۔صوریہ۔جمالیہ۔کمالیہ۔ یہ سب عالم ظاہر اور باطن یعنی غیب اور شہادت میں موجود ہیں ؎

یہ پہلا سبق ہے کتاب ہدیٰ کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ +

حق تعالےٰ چونکہ تمام عالم کا پرورش کرنے والا ہے۔اور صوفی بھی اخلاق الٰہی کا پابند ہے۔لہذا اس کو بھی شان ربوبیت اختیار کرنی چاہئے اور اپنے قول اور فعل میں ربّ بن جانا چاہئے۔متقی اُس شخص کو کہتے ہیں جو صاحب تقوےٰ ہو۔اہل عرفان کے نزدیک تقوےٰ کی یہ تعریف ہے کہ ہر ایک کام جیسے کھانا پینا۔سونا۔لینا۔دینا سب کچھ حق تعالےٰ کے واسطے ہو۔اس میں خواہش نفسانی کو دخل نہ ہو۔اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ (اللہ کے واسطے محبت اور اللہ ہی کے واسطے دشمنی ہو) یعنی احکام شرعیہ کے بجالانے والے کو اچھا سمجھے اور اُس میں غفلت کرنے والے کو بُرا جانے۔اللہ کے لئے دشمنی اور محبت کا یہی مفہوم ہے +

اور لفظ اَلْعَاقِبَۃُ کے پہلے لفظ حسن محذوف ہے یعنی انجام کار اور عاقبت تو ہر ایک شخص کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔لیکن حسن عاقبت اور ترقی مدارج پرہیزگاروں کے واسطے مخصوص ہے +

وَالصَّلٰوۃُ عَلَى الْمَظْهَرِ الْاَتَمِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ

ترجمہ۔ اور صلوٰۃ اس مظہر پر جو کامل قدرت ہے اور جس کا نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور آپ کی سب آل پر +

شرح۔ صلوٰۃ اگر حق تعالےٰ کی طرف سے ہو تو بمعنی رحمت ہے۔ اور اگر فرشتوں کی طرف سے ہو تو بمعنی استغفار ہے۔ اور اگر بندوں کی طرف سے ہے تو بمعنی دعا ہے + غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حق تعالےٰ اور فرشتے اور نیک بندے سب صلوٰۃ اور سلام بھیجتے ہیں +

مظہر اتم سے مراد وہ مظہر ہے کہ جس پر حق تعالیٰ نے اپنے پورے اسما اور صفات کے ساتھ کامل طور پر تجلی کی ہو۔ کہ اس طرح کی تجلی اور کسی مخلوق پر نہ ہوئی ہو۔ اور اصلاح صوفیہ کرام میں اسی کو انسان کامل کہتے ہیں ؎

محمدؐ کہ آبروئے ہر دو سرا است　　کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

حدیث شریف میں موجود ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص بڑا مغرور ہے کہ جس کے پاس میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے +

آل بمعنی تابعدار۔ جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تابعدار ہے وہ آپ کی آل ہے۔ حدیث شریف میں موجود ہے کسی صحابی نے سوال کیا۔ مَنْ اٰلُكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اے رسول خدا! آپ کی آل کون ہے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ تَبِعَنِیْ فَهُوَ اٰلِیْ جو شخص میری تابعداری کرے وہی شخص میری آل ہے +

قرآن مجید میں آلِ فرعون بھی آیا ہے آل فرعون سے مراد فرعون کے تابعدار لوگ ہیں +

وَبَعْدُ فَیَقُوْلُ الْعَبْدُ الْمُذْنِبُ الْمُحْتَاجُ اِلٰی شَفَاعَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ اور بعد حمد و صلوٰۃ کے بندہ گنہگار نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا محتاج بیان کرتا ہے +

شرح۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت گنہگاروں کے واسطے ثابت ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق تعالےٰ کی طرف سے قیامت کے روز اذن خاص حاصل ہوگا حدیث شریف میں موجود ہے شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْکَبَائِرِ میری شفاعت گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے حاصل ہے۔ یا یہ حدیث شریف میں عام بتا دیا گنہگاروں کے لئے شفاعت کرنا ہے۔

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو ۔ کہ مستحق کرامت گنہگارانند

اَلشَّیْخُ مُحَمَّدُ مُبَارَکُ الْمَشْهُوْرُ بِاَبِیْ سَعِیْدِ ابْنِ الشَّیْخِ عَلِیِّ الْمَعْرُوْفُ بِفَضْلِ اللّٰهِ الْمُعْزَمِیِّ السَّلْمِیِّ ابْنِ الشَّیْخِ رَضِیُّ الدِّیْنِ اَبِیْ خَالِدِ ابْنِ الشَّیْخِ مِهْرَانِ الطُّوْسِیِّ

ترجمہ۔ جس کا نام شیخ محمد مبارک جو ابو سعید کے ساتھ مشہور ہے جو بیٹا شیخ علی معروف فضل اللہ معزمی سلمی کا ہے۔ وہ بیٹا شیخ رضی الدین ابو خالد کا ہے وہ شیخ مہرانی طوسی کا بیٹا ہے۔

شرح۔ شیخ محمد مبارک جن کی کنیت ابو سعید اور ابو الخیر بھی ہے۔ مشہور و معروف عالم فاضل سلطان المشائخ ہیں۔ آپ علوم باطنی کے ساتھ علوم ظاہری میں بھی کماحقہ کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ رباعیات ابوسعید ابوالخیر مشہور کتاب ہے۔ اس کا کچھ حصہ منشی فاضل کے نصاب تعلیم میں بھی داخل ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ کی صفت اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کے استاد اور پیر و مرشد ہیں۔

طوس ملک خراسان میں ایک مشہور شہر ہے جو خواجہ نصیر الدین محقق طوسی کا مولد اور مسکن ہے۔

هٰذِهٖ نُبْذَةٌ مِّنَ الْکَلِمَاتِ فِیْ عِلْمِ الْحَقَائِقِ جَمَعْتُهَا لِلْوَالِدِ الصَّالِحِ الرُّوْحَانِیِّ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیِّ لِیَتَنَبَّهَ عَلَی الْحَقِیْقَةِ الْجَامِعَةِ بِمَحْضِ فَضْلِ اللّٰهِ وَکَرَمِهٖ

ترجمہ۔ یہ علم الحقائق میں کچھ تھوڑے سے کلمات ہیں۔ جن کو میں نے فرزند صالح روحانی عبد القادر جیلانی کے لئے تحریر کیا ہے تاکہ وہ محض اللہ کے فضل اور کرم کے ساتھ

حقیقت جامع پر آگاہ ہوئے ؛

شرح ۔ علم الحقائق یعنی حقیقتوں کا علم ۔ اس سے مراد علم تصوف اور علم توحید ہے۔ جس میں حق تعالےٰ کی ذات کو حقیقۃ الحقائق تسلیم کیا گیا ہے اور ماہیات اشیاء عالم کو عوارض بیان کیا گیا ہے ۔ چنانچہ اس کا ذکر اس رسالہ میں آئے گا ؛

ہر ایک مرید صالح اپنے مرشد کامل کا فرزند روحانی ہوتا ہے ۔ ظاہری باپ اپنے بچے کے جسم کی تربیت کرتا ہے اور اس کو علوم معاش سکھاتا ہے اور روحانی باپ اپنے فرزند کی روحانی تربیت کرتا ہے اور اس کو علم سکھاتا ہے ؛

جیلان نواح بغداد میں ایک گاؤں کا نام ہے جو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مولد شریف ہے ؛

حقیقۃ جامعہ سے مراد حق تعالےٰ کی ذات ہے جو مختلف صورتیں لے کر رنگا رنگ لباس پہن کر پھر بھی الآن کما کان (جیسا پہلے تھا ویسا اب بھی ہے) ؛

وَجَعَلْتُ ثَوَابَهَا لِرُوحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ سَمَّيْتُهَا بِالتُّحْفَةِ الْمُرْسَلَةِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ ۔ اور میں ان کلمات کا ثواب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح مبارک کو گذرانتا ہوں ۔ اور میں نے ان کلمات کا نام تحفہ مُرسلہ رکھ دیا ہے ۔ جو نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے ؛

شرح ۔ یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ عبادت خواہ مالی ہو اور خواہ بدنی ہو ۔ اس کا ثواب پہنچتا ہے ۔ بنابریں مؤلف کتاب ہٰذا جو اس کو اس عبادت بدنی کا ثواب درگاہ رب العزت سے حاصل ہونے والا تھا درگاہ حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں پیش کرتا ہے ۔ کیونکہ تالیف کتاب ہٰذا از قبیل عبادات ہے ۔ اور چونکہ ہر ایک نیکی کا ثواب کم سے کم دس گنا حاصل ہوتا ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے لہٰذا مؤلف کتاب ہٰذا نے اپنے نامۂ اعمال میں بہت سا ذخیرہ جمع کر لیا ہے ؛

وَاَسْئَلُ اللّٰهَ اَنْ يُّبَلِّغَ ثَوَابَهَا اِلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْرٌ

ترجمہ۔ اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ اس تحفہ مرسلہ کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ اور قبولیت دُعا کے لائق ہے +

شرح۔ اَلسَّوَالُ طَلَبُ الشَّیْءِ عَلٰی سَبِیْلِ الْخُضُوْعِ (سوال کے معنی ہیں کسی چیز کا عاجزی کے طریقہ پر طلب کرنا) حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (تم میرے آگے دُعا کرو میں ضرور قبول کرونگا) دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ (حق تعالیٰ کی وہ ذات پاک ہے کہ بیقرار شخص جب اُس کو پکارے تو وہ قبول کرتا ہے) +

غرض رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں تحفہ مرسلہ شریف کا ثواب پہنچانا خود مؤلف رسالہ ہذا کے اپنے بس کی بات نہ تھی۔ لہذا حق تعالےٰ کی طرف رجوع کیا اور حق تعالےٰ شکستہ دلوں کی سنتا ہے چونکہ حضرت ابو سعید قدس سرہٗ العزیز عاشقان حق کے برگزیدہ گروہ میں سے ہیں۔ لہذا حق تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرمائی۔ اور تحفہ مرسلہ کو حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں شرف حضوری حاصل ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ بغیر اسباب کے ہر ایک چیز کی فنا اور بقا پر قادر ہے +

اِعْلَمُوْا اِخْوَانِیْ اَسْعَدَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِیَّانَا۔ اِنَّ الْحَقَّ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی ھُوَالْمَوْجُوْدُ الْمُطْلَقُ

ترجمہ۔ میرے بھائیو اللہ تعالےٰ تم کو اور ہم کو سعادت عنایت فرمائے۔ اس امر کو جان کو! کہ حق تعالےٰ جو سب طرح سے پاک ہے۔ وہ ہستی بے قید ہے +

شرح۔ وجود مطلق کی بابت اِس طرح سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ موجود ہے خواہ ہم اُس کو کسی نام سے پکاریں ایک ہی وجود کی جلوہ گری ہے۔ کیونکہ قبل از پیدائش ذات حق کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ حدیث شریف میں وارد ہے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئًا (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی) یعنی قدم میں سوائے ایک وجود ذات حق کے اور کسی چیز کا نام ونشان نہ تھا۔ وَھُوَالْاٰنَ کَمَا کَانَ (وہ اس وقت بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا) سورۃ البقر میں حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (اللہ ایک ہے اس کا غیر کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ اور قائم ہے) +

دلائل بالا سے واضح ہوتا ہے کہ وجودِ مطلق ذاتِ حق ہے وہ واحد ہے۔ کیونکہ تعدد قدماء منع ہے۔ وہ غیر محدود ہے کیونکہ دوسری چیز موجود نہیں ہے جو اپنے وجود سے اس کو حد لگائے۔ وہ مطلق ہے نہ مقید۔ کیونکہ اس صورت میں بھی دوسری چیز کے وجود کی ضرورت ہے جو اس کو قید لگائے۔ بے مثل ہے۔ کیونکہ مثل بھی دُوسرے وجود کی خواہاں ہے۔ بے ضد ہے۔ کیونکہ ضد بھی دوسرے وجود کی طالب ہے۔ بے جہت ہے کیونکہ جہت بھی دو وجودوں سے پیدا ہوتی ہے ۞

حق تعالےٰ عالم حی القیوم ہے کیونکہ فانی اور انتقال کرنے والا نہیں ہے۔ پھر مخلوق کا وجود اگر قائم بالذات مانا جائے تو مخلوق کی پیدائش کے بعد خداوند عالم بے حد نہ رہیگا۔ بلکہ مخلوق کا وجود اس کے لئے حد ہو جائے گا۔ اور نہ مطلق رہے گا۔ بلکہ مخلوق کا وجود اس کے لئے قید ہو جائے گا ۞

اگر مخلوق کا وجود بالذات قائم سمجھا جائے تو اُس کی دو صورتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کے مخالف ہوگا یا موافق۔ بصورت مخالفت ضد خالق کا وجود لازم آئے گا۔ جو محال ہے۔ اور بصورت موافقت حق تعالیٰ کے ساتھ مل کر باعث جہت ہوگا۔ خالق کیلئے جہت کا ہونا بھی محال ہے ۞

اور جہت کی صورت میں حق تعالےٰ کو اس جہت متصل کا علم ہوگا۔ اور دوسری جہت کا نہ ہوگا۔ تو حق تعالےٰ علیم نہ رہا۔ علاوہ ازیں غیریت کی صورت میں حق تعالیٰ کو مخلوق کا علم حصولی ہوگا نہ کہ حضوری۔ کیونکہ علم حصولی صورت شئے سے ہوا کرتا ہے اور جس صورت میں مخلوق موجود نہ ہو۔ تو حق تعالےٰ کو اُس کا علم بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ مخلوق کی صُورت موجود نہیں ہے۔ اور مخلوق کے ساتھ موجود ہونے کی صورت میں حق تعالےٰ کو محض باہر کا علم ہوگا نہ اندر کا۔ جیسے شئے کی صُورت سے ہم کو اس کے ظاہر کا علم ہوتا ہے۔ اور باطن کا نہیں ہوتا ہے ۞

لہٰذا خدا جب عالم نہ ہوا تو قادر بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ علم قدرت سے مقدم ہے اگر قادر رہا بھی تو اسی طرف ہوگا جو اس سے ملتی ہے اور اسی کا فاعل ہوگا جیسے بعض حکماء خداوند عالم کو علۃ العلل کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل لغویات ہے۔ علاوہ اس کے ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مخلوق کا وجود حقیقی اصلی نہیں ہے۔ اور نہ مخلوق قائم

بالذات خود ہے بلکہ حق تعالےٰ کی صفاتِ جمالیہ کا اثر ہے ۔

وَاِنَّ ذٰلِكَ الْوُجُوْدَ لَيْسَ لَهٗ شَكْلٌ وَّلَا حَدٌّ وَّلَا حَصْرٌ وَمَعَ هٰذَا اَظْهَرَ وَتَجَلّٰى بِالْحَدِّ وَالشَّكْلِ ۔ وَلَمْ يَتَغَيَّرْ عَمَّا كَانَ مِنْ عَدَمِ الشَّكْلِ وَعَدَمِ الْحَدِّ بَلِ الْاٰنَ كَمَا كَانَ

ترجمہ ۔ اور اُس کے وجود کے لئے نہ شکل نہ حد اور نہ احاطہ ہے اور باوجود اس کے حد اور شکل میں ظاہر ہؤا اور تجلی کی ہے ۔ اور اُس کی بے شکلی اور بے حدی میں کچھ فرق نہیں آیا ہے بلکہ اب تک ایسا ہی ہے جیسا تھا ۔

شرح ۔ غیر حق تعالیٰ کے وجود کے بارے میں صوفیائے کرام کے مختلف مذاہب ہیں بعض اس کو ذاتِ حق تعالےٰ کے وجود کا ظل قرار دیتے ہیں ۔ اور بعض کو اس کے عوارضات میں شامل کرتے ہیں ۔ اور بعض عدم محض کے قائل ہیں ۔ اور وہم و خیال بتاتے ہیں ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ غیر حق کا وجود صرف اعتباری ہے ۔

چنانچہ عباراتِ مختلفہ سے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز فصوص الحکم میں اُن کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ۔ دیکھو فص حکمۃ نوریہ فی کلمہ یوسفیہ میں لکھا ہے :۔

اِعلم ان المقول علیہ سوی الحق او مسمی العالم ھو بالنسبۃ الی الحق کالظل للشخص فھو ظل اللہ ۔ فتفطن وتحقق ما اوضحتہ لک واذا کان امر علی ما ذکرتہ لک فالعالم متوھم ماله وجود حقیقی ۔ وھذا معنی الخیال ای خیل لک انه امر زائد قائم بنفسه خارج عن الحق ولیس کذالک فی نفس الامر ۔

ترجمہ اس بات کو جانو کہ جس چیز کو غیر حق کہا جاتا ہے یا جس کا نام جہان رکھا جاتا ہے اس کی نسبت حق کی طرف ایسی ہے جیسے شخص کو اپنے سایہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے پس وہ اللہ کا سایہ ہے ۔ لہٰذا جو کچھ مَیں نے واضح کیا ہے تم سمجھو اور تحقیق کرو اور جب یہ بات ایسی ہے جیسی مَیں نے بیان کی ہے ۔ پس عالم ایک وہمی چیز ہے ۔ اس کے لئے اصلی وجود نہیں ہے اور خیال کے یہی معنے ہیں کہ تم کو خیال ہو گیا ہے کہ عالم کوئی جدا چیز اپنی ذات میں قائم ہے ۔ حق تعالیٰ سے خارج ہے ۔ حالانکہ اصل میں یہ بات نہیں ہے ۔

نیز حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فص حکمۃ قلبیہ فی کلمۃ شعیبیہ تحریر فرماتے ہیں۔ اما الاشاعرۃ فما علموا ان العالم کلہ مجموع اعراض فھو یتبدل فی کل زمان اذا العرض لا یبقی زمانین (لیکن اشاعرہ اُنہوں نے نہ جانا کہ کل جہان اعراض کا مجموعہ ہے اسی واسطے وہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے۔ کیونکہ عرض دو وقتوں میں باقی نہیں رہتا ہے +

نیازمند شارح رسالہ ہذا بیان کرتا ہے کہ اشاعرہ وہ علما ہیں جنہوں نے متکلمین کے مذہب کی بنا قائم کی ہے عالم اہل سنت والجماعت اور علمائے ظاہری اسی مذہب کے تابع ہیں۔ اشاعرہ بیان کرتے ہیں کہ صفات حق نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں یعنی کسی وقت ذات حق سے علیحدہ نہیں ہوتی ہیں یہی قول حق ہے۔ کیونکہ مومن اور کافر۔ نیک اور بد حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ عناصر۔ نفوس۔ عقول سب یکساں نہیں ہیں علاوہ اس کے اقوال ربانی اور صحائف آسمانی سے بھی ان میں باہم فرق معلوم ہوتا ہے +

ذات حق کی مثال ایسی ہے جیسے تحریر کی سیاہی جس سے بے شمار کتابیں لکھی جاسکتی ہیں اور تمام حروف اور کلمات اسی ایک سیاہی سے لکھے گئے ہیں۔ باوجودیکہ ہر ایک حرف اور کلمہ اور عبارت کی صورت اور شکل اور خاصیت اور خط اور طریقہ سب جدا جدا ہیں اور سب کو یکساں کہنا حماقت ہے۔ حالانکہ سیاہی کی ذات میں اس تفرقہ سے کچھ خلل نہیں واقع ہوا ہے +

نیز حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز فص حکمۃ یعقوبیہ فی کلمہ روحیہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ثم السر الذی فوق ھذا فی ھذہ المسئلۃ ان الممکنات علی اصلھا من العدم ولیس وجود الا وجود الحق بصور احوال ما ھی علیہ الممکنات من انفسھا واعیانھا فقد علمت من یتلذذ ومن یتالم۔ پھر اس سے بڑھ کر اس مسئلہ میں یہ راز ہے کہ تمام ممکنات اپنے اصلی عدم پر ہیں۔ اور ان احوال کی صورتوں میں جن پر ممکنات اپنی ذات اور اعیان سے قائم ہیں بجز وجود حق کے اور کوئی وجود نہیں ہے۔ لہٰذا تمہیں معلوم ہوگیا کہ کون لذت پاتا ہے اور کون تکلیف اُٹھاتا ہے +

اور صاحب اصطلاحات الصوفیہ نے اسی طرح ارشاد فرمایا ہے۔ الباطل ماسوی

الحق وھو العدم از لا وجود فی الحقیقۃ الا الحق لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
اصدق بیت قالہ عرب قول لبید الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطلٌ۔
باطل حق تعالےٰ کے غیر کو کہتے ہیں۔ اور وہ ازل سے معدوم ہے حقیقت میں وجود حق ہی کا
ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے نہایت سچا شعر جس کو عرب
لوگ بولتے ہیں لبیدؓ کا قول ہے۔ کیا ہر ایک چیز اللہ کے سوا باطل نہیں ہے۔ ضرور ہے +

وَاِنَّ الْوُجُوْدَ وَاحِدٌ وَالْاَ لْبَاسَ مُخْتَلِفَۃٌ وَّمُتَعَدِّدَۃٌ۔ وَاِنَّ ذٰلِكَ الْوُجُوْدَ حَقِیْقَۃُ جَمِیْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ وَبَاطِنُهَا وَاِنَّ جَمِیْعِ الْکَائِنَاتِ لَا یَخْلُوْا عَنْ ذٰلِكَ الْوُجُوْدِ وَاِنَّ ذٰلِكَ الْوُجُوْدَ لَیْسَ بِمَعْنَی الْحَقِّقِ وَالْحُصُوْلِ لِاَنَّهُمَا مِنَ الْمَعَانِیْ الْمَصْدَرِیَّۃِ لَیْسَتَا مِنَ الْوُجُوْدَیْنِ فِی الْخَارِجِ

ترجمہ۔ اور تحقیق وجود واحد ہے اور لباس مختلف رنگا رنگ ہیں اور وہ وجود تمام موجودات کی حقیقت اور اُن کا باطن ہے اور تمام کائنات اس وجود سے خالی نہیں ہے۔ اور اس وجود کے معنی ثابت ہونا اور حاصل ہونا نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ مصدری معنے ہیں خارج میں موجود نہیں ہیں +

شرح۔ حاصل یہ ہے کہ وجود کے معنی اگر تحقق اور حصول کے لئے جائیں تو یہ مصدری معنے ہیں۔ ان کا خارج میں وجود نہیں ہے۔ کیونکہ حکما اور اہل منطق اور متکلمین سب اس امر پر متفق ہیں کہ معانی مصدریہ معقولات ثانیہ کے قبیل سے ہیں اور ان کا وجود خارج میں نہیں پایا جاتا ہے۔ صرف سمجھنے میں ماہیات کو عارض ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ کا بیان بطور مثال اردو مصادر میں کیا جاتا ہے۔ اسی کو عربی مصادر کو قیاس کیا جائے۔ مثلاً کھانا۔ پینا۔ رونا۔ سونا وغیرہ کا وجود خارج میں نہیں پایا جاتا ہے۔ اور جس شخص پر پائے جائیں گے وہ اور چیز ہے۔ اور طعام۔ پانی۔ آواز۔ گریہ۔ غلبۂ خواب یہ الگ چیزیں ہیں۔ لہٰذا جن چیزوں کا نام کھانا۔ پینا۔ رونا۔ سونا رکھا گیا ہے یہ چیزیں ذہن

میں نہیں آسکتی ہیں کہ مختلف حالتوں کے نام ہیں جو کسی وقت میں کسی شخص یا کسی چیز پر وارد ہوتی ہیں ؛

فَلَا يُطْلَقُ الْوُجُوْدُ بِهٰذَا الْمَعْنٰى عَلَى الْحَقِّ الْمَوْجُوْدِ فِي الْخَارِجِ تَعَالٰى عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا

ترجمہ۔ لہذا وجود ان معنی کے لحاظ سے حق پر جو خارج میں موجود ہے بولا نہیں جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے اطلاق سے اس کا مرتبہ نہایت بلند ہے ؛

شرح۔ بعض چیزوں کا وجود ذہن اور خارج دونوں میں موجود ہے جیسے ہم کہیں فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فرعون نے رسول یعنی حضرت موسےٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی۔ یہاں پر حضرت موسےٰ علیہ السلام کا وجود خارج میں بھی ہے اور ذہن متکلم میں بھی ہے اور کبھی جس چیز کا وجود نوعی خارج میں ہوتا ہے اُس کی نوع کسی فرد غیر معین کا وجود ذہن میں معین ہو کر آتا ہے۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ (میں خوف کرتا ہوں کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا نہ کھا جائے) اس موقع پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے نوع بھیڑیے کو جو ضمن افراد میں خارج میں موجود تھی۔ اس کا ایک فرد اپنے ذہن میں مقرر کر کے اس کی بابت حکم لگا دیا کہ وہ یوسف علیہ السلام کو نہ کھا جائے۔ کیونکہ الذئب کا الف لام عہد ذہنی ہے ؛

اسی طرح جو اکثر چیزیں ہیں کہ اُن کا وجود خارج میں بھی ہے بلکہ صرف ذہن میں بھی ہے۔ اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا وجود خارج میں نہیں ہے بلکہ صرف ذہن میں ہی ہے جیسے تم اپنے ذہن میں ایک دیو کا تصوّر کر لو جس کے دس سر ہیں اور ہر ایک سر پر بڑے بڑے سینگ ہیں اور ہر ایک سر کے ساتھ کیلے کے پتّوں سے بھی بڑے بڑے کان ہیں ؛

اُمید ہے کہ امثلہ بالا سے وجود ذہنی اور خارجی کا تصوّر اچھی طرح ہو گیا ہوگا۔ بنا بریں لفظ وجود بمعنی تحقق اور حصول یعنی مصدری معنے کے لحاظ سے خارجی ہستی کچھ نہیں رکھتا ہے۔ کیونکہ جیسا سابق میں مفصل بیان ہو چکا ہے معانی مصدریہ معقولات ثانیہ کے قبیل سے ہیں۔ اِن کا وجود خارج میں نہیں پایا جاتا ہے۔ بلکہ صرف ذہن میں آتا ہے کہ چند حالتوں کے نام ہیں۔ لہذا ذات حق جو خارج میں موجود ہے اس پر ان معنی کا اطلاق کرنا نہایت نازیبا ہے

اس کی شان ایسے معنی کی نسبت نہایت ارفع اور اعلےٰ ہے ۔

بَلْ عَنَیْنَا بِذٰلِكَ الْوُجُوْدِ الْحَقِیْقَةِ الْمُتَّصِفَةِ بِهٰذِهِ الصِّفَاتِ اَعْنِیْ وُجُوْدَهَا بِذَاتِهَا - وَوُجُوْدَ سَائِرِ الْمَوْجُوْدَاتِ بِهَا - وَانْتِفَاءِ غَیْرِهَا فِی الْخَارِجِ

ترجمہ - بلکہ ہماری مراد اس وجود سے ایسی حقیقت ہے جو ان صفات کے ساتھ متصف ہے - یعنی اس کا وجود خود بخود ہو اور تمام موجودات کا وجود اس سے ۔ اور خارج میں اس کے غیر کی نفی ہو ۔

شرح - توحید کی کئی قسمیں ہیں - توحید ذاتی - توحید صفاتی - توحید افعالی - توحید فی الالوہیت - کامل توحید وہ ہے جو ان تمام اقسام کو شامل ہو - بنا بریں مخلوق کا وجود حقیقی اصلی نہیں ہے - اور نہ قائم بذات خود ہے - بلکہ خداوند عالم کی صفات جمالیہ کا اثر ہے ۔ یہ بھی واضح رہے کہ حق تعالےٰ کی دو طرح کی صفات ہیں ایک جلالیہ جیسے قہار - ماحی - ممیت وغیرہ - دوسری جمالیہ جیسے رحمٰن - مثبت - یحیی - رازق وغیرہ - صفات جلالیہ صرف بیرنگی اور تنزیہہ کی طالب ہے - اور اس مرتبہ کو غنائے مطلق لازم ہے ۔ اور صفات جمالیہ ظہور مخلوق کا تقاضا کرتی ہیں جب مخلوق پیدا نہ تھی تو صفات جلالیہ کا غلبہ تھا - اور جب حق تعالےٰ کا ارادہ ہوا کہ مخلوق کو پیدا کرے تو اس نے صفات جمالیہ کو غلبہ عنایت فرمایا - لہذا مخلوق حق تعالےٰ کی جمالی صفات کا اثر ہے - اور عالم ہر آن میں فنا ہوتا ہے - اور ظہور کرتا ہے - جیسے تجدد امثال کے مسئلہ سے واضح ہے ۔ اور حق تعالیٰ کے وجود کے بالمقابل عالم کا وجود ہیچ محض ہے - کیونکہ وہ صفات جمالیہ کے ساتھ صرف ظلی طور پر قائم ہے - اور صفات جلالیہ کے سامنے کچھ بھی ہستی نہیں رکھتا ہے - لہذا قائم بذاتہ سوائے ذات حق کے کوئی چیز نہیں ہے ۔

اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے سات آسمان اور زمین اور ان کے باہم فاصلہ ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا - لَوْ اَنَّكُمْ دَلَّیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَهَبَطَ عَلَی اللّٰهِ ثُمَّ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔ اگر تم رسّی کے ساتھ

ڈول باندھ کر سب سے نچلی زمین کی طرف گراؤ۔ تو ضرور وہ اللہ پر اترے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ وہی اول اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر اور وہی باطن ہے اور وہ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے ؛

یہ آیت متشابہات سے نہیں ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دلیل میں نہ لاتے۔ علاوہ اس کے یہ امر حدیث شریف سے ثابت ہے اور حدیث متشابہ نہیں ہوا کرتی ہے۔ اور بہت سی آیات سے ثابت ہے کہ حقیقی وجود حق تعالےٰ ہی کا ہے اور مخلوق کا وجود محض اعتباری ہے یا عکسی ظلی ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (اور سب امر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں) وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (جدھر بھی رخ پھیرو اللہ کی ذات ہے) ؛

حکما اور متکلمین عالم کو حادث مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ دلیل ہے اَلْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ وَكُلُّ مُتَغَيِّرٍ حَادِثٌ۔ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ عالم متغیر ہے اور ہر متغیر حادث ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عالم حادث ہے ؛

یہ ضروری ہے کہ عالم کے کل اجزا متغیر ہوں۔ ورنہ یہ کلیہ صحیح نہ ہوگا۔ اور جب سب اجزا متغیر ہوئے تو ثابت ہوا کہ عالم بذاتہ قائم نہیں ہے بلکہ اس کے تغیر کے لئے ایک قائم بالذات وجود ہونا چاہیئے جس کے ذریعہ سے تغیر ہو۔ اور متغیر شئے یعنی عالم کا قیام اُس کے ساتھ ہو۔ اور حق تعالےٰ کے سوا دوسرا وجود قائم بالذات خیال میں نہیں آسکتا ہے۔ لهذا عالم کا قیام محض حق تعالےٰ کے ارادے پر ہے ؛

تقریر بالا سے ثابت ہوا کہ وجود قائم بذات خود ایک ہے۔ اور خارج میں اس کا غیر موجود نہیں ہے۔ اور مخلوق امور ذہنیہ اعتباریہ سے ہے۔ یہ پنجابی مثل بالکل سچ ہے ؎

حویلی میاں باقر دی وچہ گلا بو آکڑ دی

وَاِنَّ ذٰلِكَ الْوُجُوْدَ مِنْ حَيْثُ الْكُنْهِ لَا يَنْكَشِفُ لِاَحَدٍ لَا يُدْرِكُهُ الْعَقْلُ وَلَا الْوَهْمُ وَلَا الْحَوَاسُّ وَلَا يَاْتِيْ فِي الْقِيَاسِ لِاَنَّ كُلَّهُنَّ مُحْدَثَاتٌ وَالْمُحْدَثُ لَا يُدْرِكُ اِلَّا الْمُحْدَثَ تَعَالٰى ذَاتُهٗ وَصِفَاتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ وَمَنْ اَرَادَ

مَعْرِفَتَهٗ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَسَعٰى فِيْهِ فَقَدْ ضَيَّعَ وَقْتَهٗ

ترجمہ۔ اور یہ بات کہ وہ وجود اپنی کنہ کے لحاظ سے کسی پر ظاہر نہیں ہوا ہے۔ اس کو عقل اور وہم اور حواس نہیں پا سکتے ہیں اور نہ قیاس ہی میں آسکتا ہے۔ کیونکہ یہ سب محدث ہیں۔ اور محدث صرف محدث ہی کو معلوم کر سکتا ہے۔ اس کی ذات اور صفات اس بات سے نہایت ارفع واعلےٰ ہے اور جو شخص اس وجہ سے اس کی معرفت کا ارادہ کرے گا اور اس میں کوشش کریگا تو ضرور وہ اپنے وقت کو ضائع کریگا +

شرح۔ قدیم وہ ذات ہے کہ جس کے واسطے ابتدا اور انتہا نہیں ہے۔ اور محدث وہ چیز ہے کہ جس کے واسطے ابتدا اور انتہا ہے محدث قدیم کی ماہیت اور حقیقت سے واقف نہیں ہوسکتا کیونکہ واقفیت کے لئے اس چیز کی ابتدا اور انتہا کا علم شرط ہے۔ اور سب حالات سے اطلاع پانا ضروری ہے۔ محدث چونکہ قدیم کی ابتدا اور انتہا سے واقف نہیں ہے کیونکہ قدیم کے لئے ابتدا اور انتہا ہی نہیں ہے۔ اور جس وقت محدث نہ تھا۔ قدیم موجود تھا۔ اور جس زمانے میں محدث نہ ہوگا قدیم موجود ہوگا۔ لہذا حادث اپنے سے پہلے اور اپنے سے بعد کے حالات نہیں جان سکتا۔ تو قدیم کی ماہیت سے کس طرح واقف ہوسکتا ہے۔ علاوہ اس کے محدث اپنے معلومات کے لئے حواس کا محتاج ہے۔ اور ماہیّت ذات حق حواس اور عقل سے بالاتر ہے۔ اور محدث مخلوق کی ماہیّت سے واقف نہیں ہے پھر خالق کی حقیقت اور ماہیت کو کیسے پا سکتا ہے اور محدث نے اگر کچھ معلوم بھی کیا تو محدث ہی کو معلوم کر سکتا ہے +

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتیم و شنیدیم و خواندہ ایم

رئیس الحکما بوعلی سینا رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ مصرعہ فی المنطق میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

وَفِطْرَةُ الْاِنْسَانِ غَيْرُ كَافِيَةٍ
فِيْ اَنْ يَّنَالَ الْحَقَّ كَالْعَلَانِيَةِ

حق کو علانیہ طور پر معلوم کرنے کے لئے انسانی فطرت کافی نہیں ہے ‡

اور کسی انسان کی طاقت ہی کیا ہے؟ جو اس راہ میں قدم اٹھائے۔ جب کہ

حبیب رب العالمین صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ (اے خدا! ہم نے تجھ کو تیری معرفت کا حق نہ پہچانا) +

قرآن مجید میں حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (ذات حق کو نگاہیں نہیں دیکھتی ہیں۔ اور وہ نگاہوں کو دیکھتا ہے اور وہ پاکیزہ باخبر ہے) حق تعالےٰ کی بابت ہست کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

ایں قدر ہست کہ ہست ہ

تواں در بلاغت بہ سحباں رسید — نہ در کنہ بے چون وسبحاں رسید

وَاِنَّ لِذٰلِكَ الْوُجُوْدِ مَرَاتِبُ كَثِيْرَةٌ

ترجمہ۔ اور یہ بات ہے کہ اس وجود حق کے لئے بہت سے مراتب ہیں +

شرح۔ یہ مراتب محض عقلی ہیں صرف سمجھانے کے لئے فرض کئے گئے ہیں۔ کیونکہ مرتبہ اول ذات محض کا جو بے علم اور بے قدرت اور بے ارادہ تسلیم کیا گیا ہے۔ حق تعالےٰ کبھی اس حالت پر نہ تھا۔ اور ایسا بھی نہیں ہوا ہے کہ پھر حق تعالےٰ کی حالت بدل کر مرتبہ علم مجمل ومفصل کا حاصل ہوا ہو جس کو وحدت اور واحدیت بیان کیا جاتا ہے۔ ورنہ حق تعالےٰ کا تغیر لازم آئے گا۔ اور تغیر دینے والا کوئی اور ماننا جائیگا۔ یہ مراتب صرف سمجھانے کے واسطے بیان کئے گئے ہیں۔ جیسے ہم کسی کو دائرہ کا تصور دلانا چاہتے ہیں۔ تو پہلے نقطہ کا تصور دلاتے ہیں کہ اس کا طول۔ عرض۔ عمق کچھ نہیں ہے۔ پھر خط کا تصور دلاتے ہیں کہ اس کا صرف طول ہے۔ پھر پرکار لے کر دائرہ کھینچ دیتے ہیں۔ اور ایک درمیانی خط کے ساتھ جو سیدھا مرکز سے گذر کر دونوں طرفوں تک جائے قطر کا تصور دلاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کے دونوں طرف دائرے کی دو قوسیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور ہر ایک قوس ایک سو نوے درجے پر تقسیم ہے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ دائرہ جس کو کہتے ہیں وہ ایک بنے ہوئے کا نام ہے۔ اس میں تقدم اور تاخر نہیں ہے +

اَلْمَرْتَبَةُ الْاُوْلٰى مَرْتَبَةُ اللَّاتَعَيُّنِ وَالْاِطْلَاقِ وَالذَّاتِ الْبَحْتِ لَا بِمَعْنٰى اَنَّ قَيْدَ الْاِطْلَاقِ وَمَفْهُوْمُ سَلْبِ التَّعَيُّنِ ثَابِتَانِ

فِی تِلْکَ الْمَرْتَبَۃِ۔ بَلْ بِمَعْنٰی اَنَّ ذٰلِکَ الْوُجُوْدَ فِیْ تِلْکَ الْمَرْتَبَۃِ مُنَزَّہٌ عَنْ اِضَافَۃِ النُّعُوْتِ وَمُقَدَّسٌ عَنْ کُلِّ قَیْدٍ حَتّٰی قَیْدَ الْاِطْلَاقِ اَیْضًا۔ وَھٰذِہِ الْمَرْتَبَۃُ تُسَمّٰی بِالْمَرْتَبَۃِ الْاَحَدِیَّۃِ وَھِیَ کُنْہُ الْحَقِّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی۔ وَلَیْسَ فَوْقَھَا مَرْتَبَۃٌ اُخْرٰی بَلْ کُلُّ الْمَرَاتِبِ تَحْتَھَا

ترجمہ۔ پہلا مرتبہ لاتعین اور اطلاق اور ذات بحت کا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ اطلاق کی قید اور تعین کی نفی کا مفہوم اس مرتبہ میں ثابت ہیں۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ یہ وجود اس مرتبے میں صفات کی نسبت سے بری۔ اور ہر ایک قید سے۔ یہاں تک کہ قید اطلاق سے بھی پاک ہے۔ اور اس مرتبے کا نام مرتبہ احدیت رکھا جاتا ہے۔ اور یہ حق تعالیٰ پاک کی کنہ ہے اور اس کے اوپر اور مرتبہ نہیں ہے بلکہ تمام اُس کے نیچے ہیں +

شرح۔ اگر اسی موجودہ وجود کو بغیر اعتبار کسی صفت یا صورت یا غیر صورت یا اسم یا نسبت یا تعین کے ملاحظہ کیا جائے۔ اور کسی صفت کا اعتبار نہ کیا جائے تو اُس کو ذات بحت (صرف ذات) اور صرف ہستی اور اَحدیّت کہتے ہیں۔ اَحد اسی ذات پاک کا اسم ہے اور لفظ اللہ اس اعتبار سے کل وجود اور بعض وجود پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ ذات احد میں کلیّت اور بعضیّت کو بالکل دخل نہیں ہے بلکہ یہی حقیقت وجود ہے ÷

چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہدو کہ اللہ ہی اَحد ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔ اور نہ کوئی اس کا رشتہ دار ہے +

خلاصہ یہ ہے کہ احد ہونے کی صفت صرف ذات حق تعالیٰ ہی میں منحصر ہے اور احد سے مرتبہ مذکورہ بالا ہی مُراد ہے۔ احد کے معنی ایک عدد کے نہیں ہیں۔ ورنہ احد کا لفظ ہر ہر واحد ایک ایک چیز پر بولا جاتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ احد کا لفظ ذات حق ہی کے لئے مخصوص ہے +

اللہ تعالٰے کی ذات بے نیاز ہے کیونکہ اُس کے بالمقابل غیر کی ہستی موجود نہیں ہے۔ جو اُس کی بے نیازی میں فتور ڈالے۔ جہاں غیر کا وجود ہو وہاں شانِ صمدیت قائم نہیں رہ سکتی ہے ⁜

والد اور مولود کا سلسلہ وہاں ہوتا ہے کہ جہاں دو چیزیں پائی جائیں۔ ایک جننے والا اور دوسرا وہ جو جنا جائے۔ اور صورت موجودہ میں صرف وجود واحد ہے ⁜

حق تعالٰے کا کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ کیونکہ رشتے داری تعداد کو چاہتی ہے اور ذاتِ حق تعدد سے پاک ہے یہ وہ مرتبہ ہے جو کسی صنعت کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ نہ صرف ربوبیت اور تنزیہہ میں منحصر ہے کہ مربوبیت اور تشبیہ اس سے خارج ہو۔ اور نہ صرف معبودیت کا پابند ہے کہ عبودیت سے جدا ہو۔ حاصل یہ ہے کہ تشبیہ میں تشبیہ اور تنزیہہ میں تنزیہہ ہے اور کسی صفت یا شان کی قید میں مقید نہیں ہے اور نہ کوئی چیز سے خارج ہے۔ لہذا جس قدر مراتب ہیں سب اسی کے ہیں۔ اور وہ خود کسی مرتبہ میں مقید اور منحصر نہیں ہے ⁜

حق تعالٰے سورۂ البقر میں ارشاد فرماتا ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (تم جدھر بھی رُخ کرو اُدھر ہی اللہ تعالٰے کا رُخ ہے) ⁜

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ اَنَّکُمْ دَلَّیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَهَبَطَ عَلَی اللّٰهِ ثُمَّ قَرَءَ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر تم رسّی سے ڈول باندھ کر سب سے نیچے کی زمین تک ڈالو تو وہ ڈول اللہ پر اُترے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی وہی اوّل ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور وہ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے ⁜ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے صحیح ترمذی میں روایت کیا ہے اور اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات آسمان اور زمینوں اور ان کے فاصلے کا ذکر ارشاد فرمایا ہے ⁜

اس بیان سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ جہاں کہیں بھی نظر پڑتی ہے اللہ تعالٰے پر ہی پڑتی ہے۔ اور اسی کا وجود ہی دکھائی دیتا ہے ⁜

اس بارے میں حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا ارشاد قول تفصیل سمجھنا چاہئے دیکھو

فصوص الحکم فص حکمت سبوحیہ فی کلمہ توحید اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ اعلم ان التنزیہ عند اہل الحقائق فی الجناب الالٰہی عین التحدید والتقیید۔ فالمنزہ اما جاہل و اما صاحب سوء ادب۔ ولکن اذا اطلقاہ وقال بہا فالقائل بالشرائع المومن اذا نزہ و وقف عند التنزیہ ولم یر غیر ذلک۔ فقد اساء الادب وکذب الحق والرسل صلوٰۃ اللہ علیہم۔ وھو لا یشعر و یتخیل انہ فی الحاصل وھو فی الفائت وھو کمن امن ببعض وکفر ببعض اشعار

فان قلت بالتنزیہ کنت مقیدًا ۔۔۔ وان قلت بالتشبیہ کنت محددًا

وان قلت بالامرین کنت مسددًا ۔۔۔ وکنت امامًا فی المعارف سیدًا

ترجمہ اس بات کو جانو۔ کہ اہل حقائق کے نزدیک جناب الٰہی کو منزہ سمجھنا اس کو حد اور قید لگانے کے برابر ہے لہٰذا تنزیہہ کا قائل یا جاہل ہے یا بے ادب ہے۔ لیکن جب تنزیہہ اور تشبیہ میں مطلق جانے اور دونوں کا قائل ہو جائے تو اصلیت کو پہنچا۔ جو قائل شریعتوں پر ایمان رکھتا ہے جب ذات حق کو منزہ مانا اور اسی پر ٹھیر رہے اور اسی تنزیہ پر اس کی نظر پڑے تو اس نے حق تعالےٰ کی بے ادبی کی اور پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلایا وہ بے شعور ہے اور خیال کرتا ہے کہ مجھ کو کچھ حاصل ہے حالانکہ وہ اپنے مطلب کو فوت کر چکا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح ہے کہ جنہوں نے بعض کتاب پر ایمان رکھا اور بعض کتاب کا انکار کیا ؛

ترجمہ اشعار اگر تو حق کو صرف منزہ رکھتا ہے تو اس کو قید لگانے والا ہے، اور اگر تو حق کی تشبیہ کا قائل ہے تو اس کو حد لگانے والا ہے، اور اگر تو امروں کا قائل ہے تو مضبوطی والا ہے، اور تو علم معارف کا امام اور سردار ہے ؛

پھر حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز اسی فص میں ارشاد فرماتے ہیں الحق ما قال الخراز رہ وھو وجہ من وجوہ الحق ولسان من السنۃ ینطق عن نفسہ بان اللہ لا یعرف الا بجمعہ بین الاضداد فی الحکم علیہ بہا۔ وھو الاول و الاخر و الظاہر والباطن وھو عین ما ظہر۔ وعین ما بطن فی حال ظہورہ۔ وما ثمہ من یراہ غیرہ۔ وما ثم من یبطن عنہ فھو ظاہر لنفسہ و باطن عنہ۔ و ھو المسمّٰی۔ ابا سعید الخراز وغیرہ ذلک من اسماء المحدثات ؛

تو جملہ سچ ہے جو حضرت خراز رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے - وہ خراز حق کے چہروں میں سے ایک چہرہ ہے اور اس کی زبانوں میں سے ایک زبان ہے - اپنی ذات سے اس طرح خبر دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نہیں پہچانا جاتا ہے تاوقتیکہ اضداد کا حکم اس پر جاری کرتے ہیں - اس کو اضداد کا جامع نہ سمجھا جائے (یعنی مثلاً ان اضداد کا جامع جانا جائے - قہر کرنے والا - رحم کرنے والا - مارنے والا - زندہ کرنے والا - گمراہ کرنے والا - ہدایت دینے والا وغیرہ وغیرہ) اور وہی اول ہے آخر ہے ظاہر ہے اور باطن ہے وہی اس چیز کا عین ہے جو ظاہر ہوئی ہے - اور وہی اس چیز کی ظہور کی حالت میں اس کے باطن کا عین ہے - اور کوئی اس جگہ غیر حق کو دیکھنے والا نہیں ہے اور کوئی اس جگہ حق سے پوشیدہ نہیں ہے - پس وہی اپنے آپ اپنے آپ سے ظاہر اور باطن ہے - اور اسی کا نام ابو سعید خراز ہے - اور اس کے علاوہ جتنے بھی اشیا کے نام ہیں سب اُسی کے نام ہیں ؂

یہاں سے ثابت ہوا کہ جو کچھ موجود ہے ذات حق ہے اور اگر حق کے نام سے پکاریں تو صحیح ہے اور اگر تعارف کے لئے کسی خاص صورت یا صنعت کے نام سے پکاریں تو وہ بھی صحیح ہے - مثلاً انسان کو خاک یا شیطان کو آگ یا فرشتے کو روح کے نام سے پکاریں تو صحیح ہے - لہٰذا اگر ہر ایک چیز کو حق تعالےٰ ہی کے نام سے پکاریں تو غلط نہیں ہے - اسی واسطے درخت نے حضرت موسےٰ علیہ السلام سے یہ کہا - دیکھو سورہ نحل یَا مُوسٰی اِنَّہٗ اَنَا اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ - اے موسیٰ تحقیق شان یہ ہے کہ میں اللہ زبردست حکمت والا ہوں) بالکل صحیح ہے ؂

اور نیز حق تعالےٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے - دیکھو سورۃ الانفال فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ؂ (مسلمانو! تم نے اُن کافروں کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اُن کو قتل کیا - اور اے رسولؐ! جب تو نے ریت کی مٹھی پھینکی تو نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی) بالکل درست ہے ؂

اور قیامت کے روز حق تعالےٰ ارشاد فرمائیگا - کہ میں بھوکا تھا تو نے مجھے روٹی نہ دی - اور میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہ دیا - اور میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی - دیکھو حدیث شریف مرضت ولم تعدنی الخ بالکل سچ ہے ؂

صحیح حدیث شریف میں موجود ہے وَلَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ الدَّهْرَ هُوَ اللهُ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم زمانے کو گالی نہ دیا کرو۔ کیونکہ دہر تو اللہ ہی ہے)۔

حاصل یہ ہے کہ صفات ربوبیت تو خداوند تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کی ہیں۔ اس کے علاوہ صفات مربوبیت اور عبودیت بھی اپنی طرف نسبت کی ہیں۔ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللهُ وَاللهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (اور انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے مکر کیا اور اللہ بہتر مکر کرنے والوں میں سے ہے) إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (منافق اللہ کو دھوکا دیتے ہیں اور وہ ان کو دھوکا دیتا ہے) سَخِرَ اللهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اللہ اُن سے مسخری کرتا ہے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے) إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔ (بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف دیتے ہیں اللہ اُن پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اُن کے لئے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے) رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ (اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ یہ اُس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُولَهُ (اے رسولؐ تو نہیں پائے گا کسی قوم کو جو اللہ اور دن آخرت پر رکھتی ہے کہ وہ دوستی کرے اُس شخص سے جو اللہ اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو رنجیدہ کرتا ہے)۔

ان آیات میں مکر۔ دھوکا۔ مسخری۔ تکلیف۔ راضی ہونا۔ رنج حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ سب اُمور مخلوقات کی خصوصیات ہیں۔

نیک لوگوں کے سوا کل بنی آدم نے اصلی ذات حق کو خدا نہیں جانا ہے۔ بلکہ انہی صفات کو خدا جانتے رہے جن کے باعث مخلوقات پیدا ہوتی ہے اور مرتی ہے۔ اسی واسطے مشرکین عرب ہر ایک صفت کے واسطے جہاں تک اُن کو صفات معلوم ہوئیں ایک ایک بُت بنا کر اُس کی پرستش کرنے لگے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا تو آپ نے کلمۂ توحید لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کی سب کو دعوت دی۔ منکر لوگ سُن کر حیران ہو گئے۔ اور کہنے

لگے کہ اس نے تو سارے خداؤں ایک خدا بنا دیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح ذکر کیا ہے۔ دیکھو سورہ صٓ بَلْ عَجِبُوْا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (جب ان کے پاس انہی میں سے ایک زبردست ڈرانے والا آیا اور کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے سارے خداؤں کا ایک خدا بنا دیا۔ یہ بات تو نہایت اچنبے کی ہے) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس کے آگے کیا لکھا جائے

ع۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب

یہ مرتبہ جس کی بابت مفصل بحث ہو چکی ہے۔ بشرط ذات اور وجود بحت مرتبہ احدیت کہلاتا ہے۔ اور اگر اس وجود کو کوئی شرط نہ لگائیں نہ ذات کی نہ صفات کی۔ اور نہ ایسی شرط کہ کوئی صفت اس میں نہ پائی جائے۔ بلکہ علی الاطلاق وجود لحاظ کریں تو اس کو ہویت کہتے ہیں۔ جو ذات اور صفات سب میں جاری اور ساری ہے ؟

وَالْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ مَرْتَبَةُ التَّعَيُّنِ الْاَوَّلِ وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنْ عِلْمِهٖ تَعَالٰى لِذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَبِجَمِيْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ عَلٰى طَرِيْقِ الْاِجْمَالِ مِنْ غَيْرِ اِمْتِيَازِ بَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ فَهٰذِهِ الْمَرْتَبَةُ تُسَمّٰى بِالْوَحْدَةِ وَالْحَقِيْقَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ اور دوسرا مرتبہ تعین اول کا مرتبہ ہے اور اس سے مراد اللہ تعالےٰ کا اپنی ذات اور اپنی صفات اور تمام موجودات کو بعض کو بعض سے امتیاز کئے بغیر اجمالی طور پر جان لینا ہے اور یہ مرتبہ وحدت اور حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام رکھا جاتا ہے ؛

شرح۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہر اسم الٰہی کی صورت علم الٰہی میں موجود ہے۔ جس کو ماہیت اور عین ثابت کہتے ہیں۔ علے ہذا القیاس سب کی صورت ظاہر میں

موجود ہے جس کو مظاہر اور موجودات عینیہ کہا جاتا ہے۔ اور ان مظاہر کے پروردگار بھی اسمائ ہیں اور یہ سب مظاہر ان کے بندے ہیں +

اور حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسم جامع الٰہی کی صورت ہے اور وہ اس کا رب ہے۔ اور تمام اسماء پر اسی کا فیض جاری وساری ہے اور جیسے رب الارباب اس حقیقت میں ظاہر ہے اور یہ اس کا مظہر ہے۔ اسی طرح یہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کل موجودات میں ظاہر ہے اور تمام موجودات اس کا مظہر ہیں۔ لہٰذا یہی حقیقت اس ظاہری رب الارباب سے جو اس میں ظاہر ہے۔ تمام عالم کو پرورش کر رہی ہے +

بنا بریں یہ حقیقت محمدی اپنی ظاہری صورت سے جو تمام عالم کے موافق ہے عالم کی صورت کو پرورش کر رہی ہے اور اپنے باطن سے عالم کے باطن کو پرورش کر رہی ہے۔ اور یہ شان ربوبیت اس کی حقیقت کی طرف سے ہے۔ بشریت کی جانب سے نہیں ہے۔ بلکہ بشریت کی حیثیت سے وہ خود عبد اور مربوب ہے۔ اور اپنے رب کی طرف محتاج ہے +

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت عبودیت کی طرف آیت ذیل کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ (اے محمدؐ! ان لوگوں سے کہدو کہ میں تمہارے جیسا آدمی ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے) اور آپ کی شان ربوبیت کی بابت آیت ذیل کے ساتھ خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ حق تعالٰے ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ (اے محمدؐ! جب آپ نے کفار کی طرف مٹھی بھر کر ریت پھینکی تو آپ نے نہیں پھینکی۔ مگر اللہ نے پھینکی ہے + بیت۔

تا جمع امکان و وجوب نہ نوشتند
مورد متعین نہ شد اطلاق اعسم را (عرفی)

اور یہ ظاہر ہے کہ حق ربوبیت اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ جب ہر ایک حقدار پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اس کا حق عطا کرے۔ لہٰذا کل اسماء اسی حقیقت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جلوے ہیں۔ اور ان اسماء کے لحاظ سے یہ حقیقت تمام عالم میں ہر ایک چیز کی استعداد کے مطابق کامل طور پر تصرف کرتی ہے۔ اور چونکہ یہ حقیقت ہر دو جہات یعنی الٰہیت اور عبودیت کو شامل ہے۔ لہٰذا تمام جہان کی پرورش کا حق اس حقیقت کو

جہت اعلےٰ کے ذریعہ حاصل ہے ؛

بنابریں زندہ کرنا۔ مارنا یلطف۔ قہر۔ رضا۔ رنج غرض کل صفات اس میں موجود ہیں تاکہ تمام عالم اور اپنی ذات اور بشریت میں کامل طور پر تصرّف کرے۔ اور عالم سفلی کی طرف اس کا نزول اسی غرض سے ہے کہ جیسے اُس نے اپنے باطن سے باطنی عالم کے خواص کو احاطہ کر رکھا ہے۔ اسی طرح اپنے ظاہر سے ظاہری عالم کے خواص پر محیط ہو جائے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجمع البحرین اور مظہر العالمین ہیں ؛

اور جیسے مقام اصلی میں آپ کے عروج کو کمال کہا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کی نزولی حالت بھی باعث کمال ہے۔ کیونکہ کمال جامعیت کا نام ہے اور چونکہ ہر اہل زماں کا کمال جس کے لئے وہ مستعد ہے احکام ربانی پر موقوف ہے۔ اور احکام کلام الٰہی پر موقوف ہیں۔ اور کلام الٰہی بغیر وحی اور حجاب کے نہیں ہو سکتی ہے۔ چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ (بشر کی ایسی شان نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے ساتھ بغیر وحی اور بغیر حجاب کے کلام کرے) لہٰذا وحی کے ذریعے کلام الٰہی نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں سُن سکتا ہے۔ اور حجاب سے اولیاء اللہ بلا صورت غیبی آواز سنتے ہیں۔ جس کو الہام کہا جاتا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے اپنی کلام عام لوگوں کو سُنائی۔ لیکن اس سُنانے میں بھی انبیاء علیہم السلام کی صورت حجاب ہے ؛

چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَوْ جَعَلْنٰہُ مَلَکًا لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْہِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ۔ اور اگر ہم اس نبی کو فرشتہ بناتے تو البتہ ہم اس کو انسان بناتے۔ اور ہم ان کافروں پر ایسے ہی شبہ ڈالتے جیسے شبہوں میں کہ وہ اب پڑے ہوئے ہیں ؛

مطلب یہ ہے کہ کفار کو اپنے جیسی انبیاء علیہم السلام کی شکل سمجھ کر یہ شبہ پڑا ہوا تھا کہ ہمارے میں اور ان مدعیان نبوت کی شکل و صورت میں کچھ فرق نہیں ہے۔ پھر کیا وجہ ہے؟ کہ یہ لوگ اپنے آپ کو نبی اللہ کہتے ہیں۔ اور اپنی کلام کو اللہ کا کلام بتاتے ہیں ؛

الغرض یہی حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہر زمانے میں اہل زمان کی استعداد اور مراتب کے موافق ایک ظاہری صورت اختیار کرتی ہے جس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے

اسم سے تعبیر کیا جاتا ہے جن لوگوں پر کثرت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے وہ ان صورتوں کو باہم جدا جدا خیال کرتے ہیں۔ اور حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے جو تمام اسما کو جامع ہے غیر سمجھ کر ہر ایک کو الگ الگ اسم الٰہی کا مظہر قرار دیتے ہیں +

اور جن لوگوں پر وحدت کے احکام طاری ہیں وہ اُن کو ایک ہی جانتے ہیں۔ کیونکہ حضرت واحدیت میں یہ سب ایک ہیں۔ چنانچہ آیت مندرجہ ذیل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ (ہم حقانی رسولوں میں تفریق نہیں کرتے) بنابریں وہ قطب کہ جس پر عالم کے تمام احکام کا دارومدار ہے اور وہ ازل سے ابد تک باقتضائے وحدت۔ وجود کے دائرے کا مرکز ہے وہ صرف ایک حقیقت محمدیہ ہے +

اور باقتضائے کثرت و تعدد کبھی اُس کے قائم مقام نبی ہو جاتے ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور کبھی اس کے نائب اولیاء اللہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے حضرت خضر علیہ السلام +

اور جب نبوت کا دائرہ حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے ختم ہو چکا تو یہ قطبیت کا مقام اولیاء اللہ کی طرف منتقل ہوا۔ لہٰذا ہر زمانے میں ایک ولی اللہ اس قطبیت کے درجے پر قائم مقام ہو کر انتظام امور مخلوقات کا ذمے وار ہوتا ہے +

چنانچہ حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ (ہر ایک قوم کیلئے ایک ہدایت کرنے والا ہے) وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (اور ہر ایک امت میں حق تعالےٰ کی طرف سے ایک ڈر سنانے والا آیا ہے) جیسے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وارد ہے۔ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ (اے رسول بے شک آپ قہر خدا سے ڈرانے والے ہیں) +

یہ سلسلہ جاری رہیگا یہاں تک کہ خاتم ولایت عامہ کا ظہور ہو کر دائرہ ولایت ختم ہوگا +

اور پھر قیامت کا آنا ضروری ہے۔ کیونکہ باطنی اسماء اپنے احکام جاری کرنے کے لئے ظاہری اسماء کے دورہ پورا کرنے کے منتظر ہیں۔ جب ظاہری اسما کا دورہ پورا ہو جائیگا تو فوراً جو شئے ظاہر ہے وہ باطن کی طرف رجوع کر جائیگی۔ اور جو کچھ باطن میں ہے وہ ظاہر کی طرف آ جائے گا۔ چنانچہ بہشت اور دوزخ حشر اور نشر کی سب صورتیں جو

باطن میں ہیں سب ظاہر ہو جائیں گی۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ؁

وَالْمَرْتَبَةُ الثَّالِثَةُ مَرْتَبَةُ التَّعَيُّنِ الثَّانِيْ وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنْ عِلْمِهٖ تَعَالٰى لِذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَبِجَمِيْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ عَلٰى طَرِيْقِ التَّفْصِيْلِ وَامْتِيَازِ بَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ وَهٰذِهِ الْمَرْتَبَةُ تُسَمّٰى بِالْوَاحِدِيَّةِ وَالْحَقِيْقَةِ الْاِنْسَانِيَّةِ

ترجمہ۔ اور تیسرا مرتبہ تعین ثانی کا مرتبہ ہے۔ اور اس سے مراد اللہ تعالےٰ کا اپنی ذات اور صفات اور تمام موجودات کا تفصیلی طور پر اور ایک دوسرے میں فرق کرنے کا علم ہے۔ اور اس مرتبے کا نام واحدیت اور حقیقت انسانیہ رکھا جاتا ہے ؁

شرح۔ یہ بات پہلے ثابت ہو چکی ہے کہ اسم اللہ تمام اسماء پر حاوی ہے اور اپنے مراتب الٰہیہ کے اعتبار سے سب میں روشن ہے۔ اور ذات اور ہر تنبہ میں سب اسماء پر مقدم ہے۔ لہٰذا اس کا مظہر انسان بھی سب مظاہر پر مقدم ہے۔ اور اپنے مراتب کے اعتبار سے سب میں ظاہر ہے۔ چونکہ اسم اللہ کو باقی اسماء کے ساتھ دو نسبتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے کل اسما میں ظاہر ہے۔ دوسرے یہ کہ الٰہیت کے اعتبار سے سب اسما پر شامل ہے۔ لہٰذا جملہ مظاہرات الٰہیہ کی نسبت انسان کا بھی یہی حال ہے کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے کل مظاہر میں ظاہر ہے۔ اور اپنے مراتب کے اعتبار سے سب پر شامل ہے ؁

اور سِرّ اس امر کا یہ ہے کہ ظاہر اور مظاہر اصل میں ایک ہی چیز ہے صرف اُن کے اندر اعتباری عقلی جُدائی ہے۔ جیسے اہل منطق کے نزدیک خارج میں وجود ماہیت کا عین ہے۔ اور عقلی طور پر جُدا جُدا ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس کی شمولیت ایک اعتبار سے ایسی ہے جیسے ایک حقیقت اپنے افراد پر چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ اور دوسرے اعتبار سے اس کی شمولیت ایسی ہے جیسے کل اپنے اجزا پر شامل ہوتا ہے۔ جو اُس کے عین ہیں۔ کیونکہ کل ان مجموعے اجزا کا نام ہے ؁

بنابریں ثابت ہوا کہ کل عالم انسان کی حقیقت کا مظہر ہے۔ اور وہ حقیقت اسم اللہ

کی مظہر ہے۔ لہٰذا کل رُوحیں انسانی رُوح کی جزئیات ہیں اور ان کی صورتیں اور لوازم اس حقیقت انسانی کی صورتیں اور لوازم ہیں۔ اسی وجہ سے مفصل عالم کو انسان کبیر کہتے ہیں اور اسی کمال کے باعث حضرت انسان خلافت کا مستحق اور خلیفۃ اللہ کہا جاتا ہے +

مسئلہ۔ جزو وہ ہے کہ اس سے اور اس کے غیر سے کل بنے اور کل مجموعے اجزا کا نام ہے۔ جیسے سرکہ اور شہد اجزا ہیں۔ اور ان کے مجموعے کا نام سکنجبین ہے +

جزئی تمام حقیقت کلی کی مع قید زائد کے ہوتی ہے جیسے انسان جزئی ہے اور حیوان کلی ہے۔ حیوان کی تعریف جِسْمٌ نَامِیٌ حَسَّاسٌ مُتَحَرِّكٌ بِالْاِرَادَۃِ جسم نشوونما پانے والا حس کرنے والا۔ اور ارادے کے ساتھ حرکت کرنے والا ہے +

انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے۔ ناطق کے معنے کلیات اور جزئیات کا ادراک کرنے والا ہے۔ لہٰذا انسان تمام حقیقت حیوانی کی مع قید زائد ناطق کے ہے +

اس حقیقت کا ظہور پہلے عقل اول کی صورت میں ہوا۔ اور وہ مرتبہ عمامید کی اجمالی صورت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف اس مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ (جب خلقت پیدا نہ کی تھی تو ہمارا رب کہاں تھا؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ عَمَاءٍ مَا فَوْقَہٗ ھَوَاءٌ وَّمَا تَحْتَہٗ ھَوَاءٌ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عما میں تھا جس کے نیچے اوپر ہوا تھی) +

اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرا نور پیدا کیا) اور دوسری جگہ اس نور کو عقل اول بھی ارشاد فرمایا ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْعَقْلُ (سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے عقل کو پیدا کیا) پھر اس کے بعد باقی عقول اور نفوس ناطقہ ملکیہ وغیرہ۔ اور صورت طبعیہ اور ہیولے کلیہ اور صورت جسمیہ بسیط و مرکبہ۔ اسما کے ظہور کے ساتھ مصوّر (صورت گیرندہ) نے تمام صورتیں پکڑ لیں +

بیان مذکورہ بالا کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے ہوتی ہے۔ جو آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔ اَنَا نُقْطَۃُ بَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ۔ اَنَا جَنْبُ اللّٰہِ الَّذِیْ فَرَّطْتُمْ فِیْہِ وَاَنَا الْقَلَمُ وَاللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ۔ وَاَنَا الْعَرْشُ وَاَنَا الْکُرْسِیُّ

وَاَنَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرَضُوْنَ اِلٰی اَنْ صَحَّ فِیْ ثَنَائِیْ الْخُطْبَۃُ۔ (میں بسم اللہ کی با کا نقطہ ہوں۔ میں وہ محبوب ہوں کہ جس کے بارے میں تم حد سے بڑھ گئے ہو۔ اور میں قلم اور لوح محفوظ ہوں۔ اور میں عرش اور کرسی ہوں۔ اور میں سات آسمان اور زمینیں ہوں۔ یہاں تک کہ میری تعریف میں خطبہ صحیح ہے) +

اور جب آپ پر سے وحدت کی تجلی کم ہوئی تو عالم بشری کی طرف رجوع کر کے عذر کرنے لگے اور عبودیت کا اقرار کیا +

اس بنا پر عارف لوگ کہتے ہیں کہ کامل مرد کو تمام موجودات میں سرایت کرنا چاہئے۔ جیسا کہ حق تعالٰے تمام موجودات میں جاری و ساری ہے اور یہ مقام تیسرے سفر میں حاصل ہوتا ہے۔ جس کا نام بقا باللہ ہے +

چنانچہ شیخ اکبر قدس سرہ العزیز فتوحات مکی میں مقام قطبیت کی بابت ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْکَامِلَ الَّذِیْ اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّکُوْنَ قُطْبَ الْعَالَمِ وَخَلِیْفَۃَ اللّٰہِ فِیْہِ۔ اِذَا وَصَلَ اِلَی الْعَنَاصِرِ مِنَ السَّفَرِ الثَّالِثِ مِنَ اللّٰہِ اِلَی الْخَلْقِ۔ یَنْبَغِیْ اَنْ یُّشَاہِدَ جَمِیْعَ مَا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّدْخُلَ فِی الْوُجُوْدِ مِنَ الْاَفْرَادِ الْاِنْسَانِیَّۃِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ وَبِذٰلِکَ الشُّھُوْدِ لَا یَسْتَحِقُّ بِمَقَامِ الْقُطْبِیِّ حَتّٰی یَعْلَمَ مَرَاتِبَھُمْ (تحقیق وہ کامل کہ جس کی بابت اللہ ارادہ کرتا ہے۔ کہ اس کو قطب عالم۔ اور اپنا خلیفہ اس میں بنائے۔ جب تیسرے سفر سے عناصر کی طرف یعنی اللہ سے مخلوق کی طرف آتا ہے تو اس قابل ہوجاتا ہے۔ کہ جو لوگ افراد انسانی سے قیامت کے دن تک وجود میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان سب کو مشاہدہ کرے۔ اور جب تک اُن کے مراتب کو نہ جانے۔ صرف اس مشاہدے سے مقام قطبیت کا حقدار نہیں ہوتا ہے) +

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز سے کسی شخص نے عارف کی بابت سوال کیا کہ یا حضرت! عارف کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ عارف وہ ہے جس کو ایک حال دوسرے حال سے نہ روک سکے اور ایک مکان دوسرے مکان میں جانے سے رکاوٹ نہ کرے۔ وہ ہر اہل مکان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے مکین اس مکان میں ہوتا ہے۔ اور تمام چیزوں کو دیکھتا ہے۔ ایسے ہی عارف ہوتا ہے! اور ان مکانات کے نشانوں

کی بابت گفتگو کرتا ہے اور خلقت اس عالم سے فائدہ اُٹھاتی ہے ؁

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ عالم میں حقیقت انسان کا ظہور ہے۔ اسی طرح سے عالم انسانی میں کل عالم کا ظہور اجمالی طور پر ہے۔ بنا بریں اس کا پہلا مظہر بے مادہ روحی صورت ہے۔ جو عقلی صورت کے مطابق ہے۔ پھر قلب کی صورت جو نفس کلید کی صورت کے مطابق ہے۔ پھر نفس حیوانی کی صورت جو طبیعت کلیہ اور نفس منطبعہ فلکیہ وغیرہ کے مطابق ہے۔ پھر دخانی لطیف صورت جس کو علم طب والے روح کہتے ہیں۔ یہ ہیولیٰ کلیہ کے مطابق ہے۔ پھر دموی صورت جو جسم کل کے مطابق ہے۔ پھر عضوی صورت جو عالم کبیر کے اجسام کے مطابق ہے۔ اس طرح دو کتابیں ایک دوسری کے مطابق ہیں۔ (دیکھو کتاب تدبیرات الٰہیہ فی مملکتہ الانسانیہ) ؁

از دیوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ ؎

دائك فيك وما تبصر ... دوائك منك ولا تشعر

تیری بیماری تیرے اندر ہے اور تو نہیں دیکھتا ہے۔ تیری دوا تجھ ہی سے ہے اور تو شعور نہیں رکھتا ہے ؁

تزعم انك جرم صغير ... وفيك انطوى العالم الاكبر

تیرا خیال ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے۔ حالانکہ تیرے اندر عالم اکبر لپٹا ہوا ہے ؁

وانت الكتاب المبين الذى ... باحرفه يظهر المضمر

اور تو وہ کتاب بیان کرنے والی ہے کہ تیرے حرفوں سے پوشیدہ امور ظاہر ہوتے ہیں ؁

فانت الوجود نفس الوجود ... وما فيك موجود لا يحصر

اور تو وجود نفس وجود ہے۔ اور جو کچھ تیرے اندر موجود ہے بے حد ہے ؁

فلا حاجة لك فى خارج ... فيخرج عنك ما يستتر

تجھ کو باہر کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ پس جو کچھ پوشیدہ ہے تیرے اندر سے نکلے گا ؁

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں ؎

انا القران والسبع المثانى

وروح الروح لا روح الاوانى

میں قرآن اور سورہ الحمد ہوں اور روح کی روح نہ برتنوں (یعنی عناصر) کی روح ؁

فوادی عند مشھودی مُقیم
یشاھدہ و عندکم لسانی

میرا دل میرے شہود کے پاس مقیم ہے اس کو مشاہدہ کرتا ہے اور تمہارے پاس میری زبان ہے

فَهٰذِهٖ ثَلٰثُ مَرَاتِبَ كُلُّهَا قَدِيْمَةٌ وَالتَّقَدُّمُ وَالتَّاَخُّرُ عَقْلِيٌّ لَا زَمَانِيٌّ

ترجمہ۔ اور یہ تین مرتبے ہیں۔ یہ سب قدیمی ہیں اور ان کے آگے اور پیچھے ہونا عقلی ہے زمانی نہیں ہے۔

شرح۔ تقدم کے معنی ہیں ایک چیز کا دوسری چیز سے پہلے ہونا۔ تقدم کی پانچ قسمیں ہیں:۔

(۱) تقدم مکانی جیسے نماز میں امام کا مقام مقتدی سے مقدم ہے۔

(۲) تقدم زمانی جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاصل ہے۔

(۳) تقدم بالشرف جیسے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقدم حضرت آدم علیہ السلام پر ہے۔

(۴) تقدم بحیثیت سبب اور علت ہونے کے جیسے تالا کھولنے کی صورت میں ہاتھ کی حرکت کو چابی کی حرکت پر تقدم ہے۔ کیونکہ حرکت دست حرکت کلید کے لئے علت ہے۔

(۵) تقدم طبعی اس کی صورت یہ ہے کہ ایک چیز دوسری چیز سے پہلے ہو۔ اور دوسری چیز پہلی کی محتاج ہو۔ لیکن پہلی چیز دوسری کے لئے علت تامہ نہ ہو۔ جیسے وضو کا تقدم نماز پر اور ہر ایک کا تقدم دو پر ہے۔

تقدم تاخر عقلی کا یہ مطلب ہے کہ ان ہر سہ مراتب میں جو آگا اور پیچھا تعداد میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا وجود خارج میں نہیں ہے۔ بلکہ محض عقلی اور فرضی طور پر صرف سمجھانے کے واسطے بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ سالک طریقت کی نگاہ تفصیلی طور پر واقع ہو جائے۔ حقیقی طور پر ہر سہ مراتب قدیم ہیں۔ ان میں تقدم اور تاخر نہیں ہے اور نہ ان کے واسطے

ابتدا ہے اور نہ انتہا ہے۔ ابدالآباد سے ازل الآزال تک یکساں ہیں +

وَالْمَرْتَبَةُ الرَّابِعَةُ مَرْتَبَةُ الْاَرْوَاحِ وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنِ الْاَشْيَاءِ الْكَوْنِيَّةِ الْمُجَرَّدَةِ الْبَسِيْطَةِ الَّتِيْ ظَهَرَتْ عَلٰى ذَوَاتِهَا وَعَلٰى اَمْثَالِهَا

ترجمہ - اور چوتھا مرتبہ ارواح کا مرتبہ ہے اور اس سے مراد عالم کون کی چیزیں ہیں - جو مجرّد ہیں - بسیط ہیں - جو اپنی ذاتوں اور مثلوں پر ظاہر ہوئی ہیں +

شرح - یعنی وہ کونی چیزیں ہیں جو صوت اور مادہ سے خالی بسیط ہیں اور جو اپنے مظاہر اور مثالوں پر ظاہر ہوئی ہیں - حکما کے نزدیک مجرّد ممکنات میں سے ہے جو مادہ سے منزہ ہے - جیسے نفوس عقول جس کو اہل شرح ملائکہ اور ارواح کہتے ہیں +

ارواح روح کی جمع ہے روح کی تعریف حکما کے نزدیک یہ ہے - جَوْهَرٌ مُجَرَّدٌ عَنِ الْمَادَّةِ فِيْ ذَاتِهٖ وَمُتَعَلِّقٌ بِهَا فِيْ صِفَاتِهٖ يُشِيْرُ اِلَيْهِ كُلُّ وَاحِدٍ بِقَوْلِهٖ اَنَا وَاَنْتَ - (روح ایک جوہر ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے مادے سے خالی ہے اور اپنی صفات کے اعتبار سے مادے کے متعلق ہے - ہر ایک شخص اس کی طرف اپنے قول میں اور تو کے ساتھ اشارہ کرتا ہے +

تفصیل مقام یہ ہے کہ روح اعظم جو درحقیقت انسان ہی کی روح ہے ربوبیت کے لحاظ سے ذات حق کا مظہر ہے اور اس کو سوائے ذات حق اور کوئی شخص نہیں پہچان سکتا ہے اور نہ کسی مشاہدے میں آسکتی ہے +

چنانچہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز فص حکمۃ خفیہ فی کلمہ اسحاقیہ میں ارشاد فرماتے ہیں - وقد علمنا ان صورۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی شاھدھا الحس انھا فی المدینۃ مدفونۃ وعلمنا ان صورۃ روحہ ولطیفتہ ماشاھدھا احد من احد ولا من نفسہ کل روح بھذہ المثابۃ فیتجسد بہ روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام بصورۃ جسدہ کما مات علیہ یجز مرفھو محمد المرئی من حیث روحہ فی صورۃ جسدیۃ تشبیہ المدفونۃ ترجمہ

اور تحقیق جانا گیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت جس کو کہ حس مشاہدہ کرتی ہے کہ وہ مدینہ شریف میں مدفون ہے اور یہ بھی جانا گیا ہے کہ آپ کا لطیفہ اور رُوح کی صُورت کا کسی شخص نے مشاہدہ نہیں کیا ہے۔ اور نہ آپ نے خود مشاہدہ کیا ہے ہر ایک رُوح کا حال اسی طور پر ہے۔ پس تعینات وہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوح اس کے جسم کے موافق جس پر ان کا انتقال ہوا ہے۔ خواب یا مراقبہ میں صورت پکڑ لیتی ہے۔ پس وہ محمدؐ روح کے لحاظ سے ایسی مثال شکل میں نظر آتے ہیں جو مدفونہ جسم کے مشاکل اور مشابہ ہے ٭

اور جس طرح اعظم کے لئے عالم کبیر میں اسماء اور مظاہر ہیں جیسے عقل اوّل۔ قلم اعلےٰ نور۔ نفس کلیہ۔ لوح محفوظ وغیرہ۔ اسی طرح عالم صغیر انسانی میں بھی اس کے ظہوروں اور مرتبوں کے اعتبار سے مظاہر اور اسماء ہیں۔ جیسے سِرّ۔ خفی۔ رُوح۔ قلب۔ کلمہ۔ روع۔ فواد۔ صدر۔ عقل۔ نفس۔ چنانچہ ان کو مدلل تحریر کیا جاتا ہے ٭

لطیفہ سِرّ اور خفی کی بابت حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی (یقیناً حق تعالےٰ سِرّ اور خفی کو جانتا ہے) ٭

رُوح کی بابت ارشاد ہوتا ہے۔ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۞ اے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں۔ ان کو کہدو کہ روح میرے رب کا امر ہے۔ اور لوگو! تم کو روح کی بابت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے) یعنی روح عالم امر میں سے ایک لطیفہ کا نام ہے ٭

قلب کا اس طرح ذکر کیا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ سَلِیْمٌ (اس قرآن مجید میں اس شخص کے لئے نصیحت ہے کہ جس کے واسطے سلامتی والا قلب ہے)

قرآن مجید میں حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کو کَلِمَۃُ اللہِ کہا گیا ہے ٭

صحیح حدیث شریف میں وارد ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ (تحقیق روح القدس نے میرے روع میں دم کیا ہے) ٭

فواد بروزن مراد اثر گیرندہ ہے۔ قریب قریب قلب کے لئے ہے ٭

صدر کی بابت ارشاد ہے۔ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (اے رسول صلے اللہ علیہ وسلم) کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کیا ہے؟ ضرور

کیا ہے)*

عقل نفس انسانی کی ایک قوّت ہے کہ جس کے ذریعے سے انسان حقائق اشیاء میں تمیز کرتا ہے۔ اور اس کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں۔ عقل کے معنی لغت میں بند در پابستن کے ہیں۔ اور عقال اسی رسّی کو کہتے ہیں کہ جس سے شتر کا زانو باندھتے ہیں۔ عقل چونکہ انسان کو افعال ذمیمہ سے روکتی ہے اس واسطے اس کو عقل کہتے ہیں*

اور حکما کے نزدیک دس فرشتگان مقررہ میں سے ایک فرشتہ کا نام عقل ہے۔ اور عقل اوّل تو فرشتوں میں سے پہلے فرشتہ کا نام ہے جس کو جوہر اوّل بھی کہتے ہیں۔ اور نیز عقل اوّل نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس نور کا نام عقل کل بھی ہے۔ اور کنایۃً حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی کہتے ہیں*

حکما بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے سب سے پہلے ایک فرشتے کو پیدا کیا جس کو عقل اوّل کہتے ہیں۔ اور عقل اول میں دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت وجوب جو حق تعالیٰ کیطرف سے ہے۔ اور دوسری جہت امکان ہے جو اس کی اپنی ہے۔ یعنی واجب بالغیر اور ممکن بالذات ہے۔ جہت وجوب سے عقل دوم کو پیدا کیا۔ اور جہت امکان سے عرش کو پیدا کیا۔ اسی طرح عقل دوم کی دو جہتیں ہیں۔ جہت وجوب سے عقل سوم اور جہت امکان سے کرسی کو پیدا کیا۔ پھر عقل سوم کی بھی دو جہتیں ہیں۔ جہت وجوب سے عقل چہارم اور جہت امکان سے ساتواں آسمان پیدا کیا۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ دسویں عقل اور آسمان اوّل ظہور میں آئے*

اور دسویں عقل کو جو دسواں فرشتہ ہے عقل فعّال بھی کہتے ہیں۔ اور حکماء کے نزدیک باقی تمام افراد عالم اسی کے ذریعے سے وجود میں آتے ہیں۔ اور جبرائیل علیہ السلام اسی عقل فعّال کا نام ہے*

نیز حکما بیان کرتے ہیں۔ کہ علم انسانی کی انتہا عرش تک ہے۔ اس کے اوپر بیان کرنا طاقت بشری سے خارج ہے۔ اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ زمین نہایت کثیف ہے۔ اس کے اوپر عرش تک بتدریج لطافت کا سلسلہ چلا آیا ہے۔ اور زمین کے مرکز کو مرکز عالم مانتے ہیں۔ لیکن یہ حکیم بطلیموس کی رائے پر ہے۔ مرکز سے محیط کی طرف جانے کو بلندی کی طرف جانا کہتے ہیں۔ اور محیط سے مرکز کی طرف آنے کو پستی کی طرف

آنا کہتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے نزدیک عالم اجسام کی یہ صورت ہے :۔

عالم اجسام کی صورت

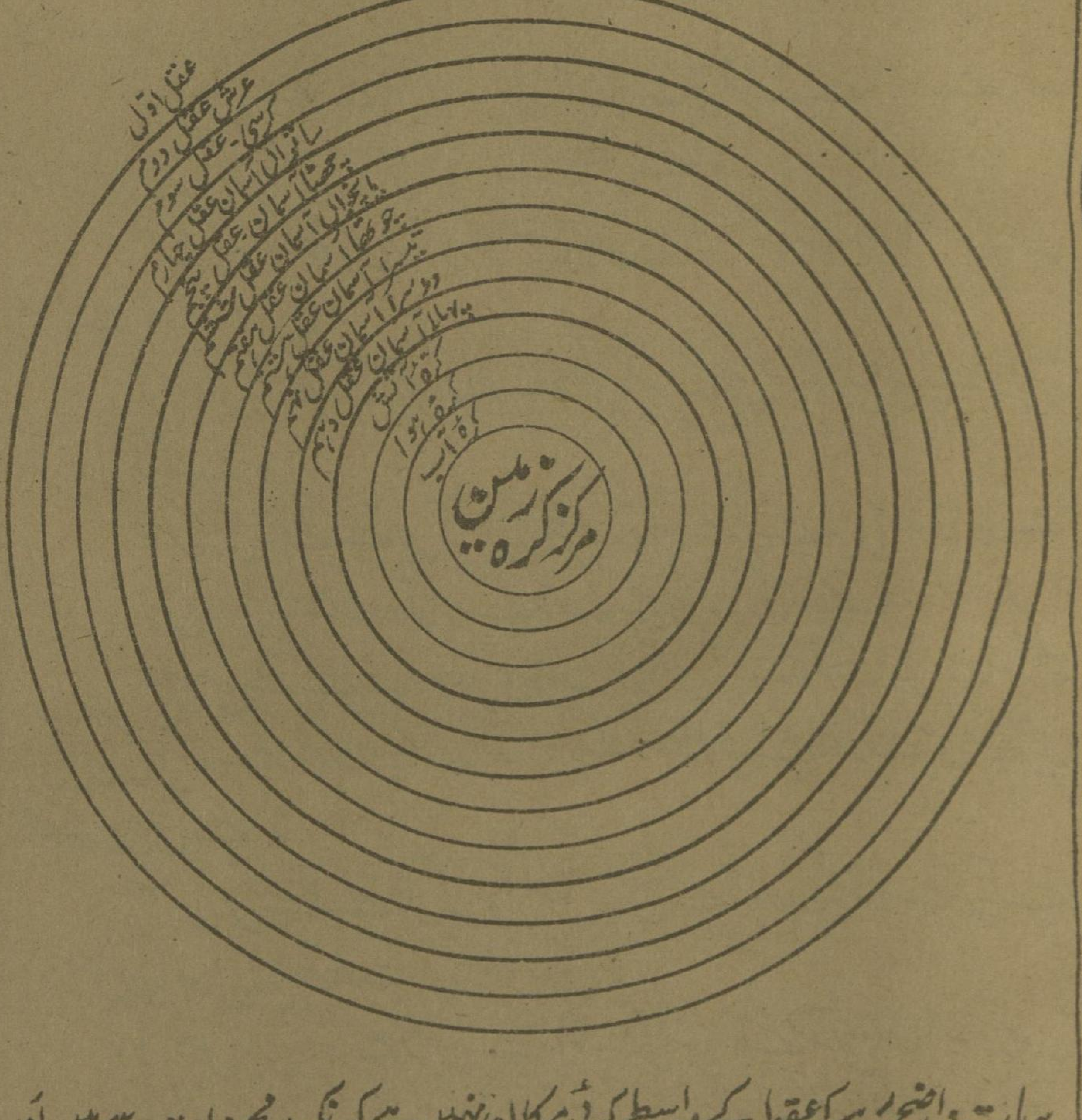

یہ بات واضح رہے کہ عقول کے واسطے کوئی مکان نہیں ہے کیونکہ یہ مجردات سے ہیں اور مجرد مکان سے منزّہ ہوتا ہے۔ اور عالم اجسام میں عقول کے نام ان کے اعمال کے باعث لکھے گئے ہیں ٭

آمدیم بر سر مطلب۔ نفس کی بابت حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (قسم ہے نفس کی! اور اس کو کیسا سنوارا ہے۔ اور اس کی طرف نیکی اور بدی کا الہام کیا ہے) ٭

سِرّ کا نام سِر اس واسطے ہے کہ اس کے انوار کو سوائے ارباب قلوب اور راسخین

فی العلم کے اور کوئی شخص نہیں پہچان سکتا ہے +
خفی کو خفی اس واسطے کہا جاتا ہے کہ اس کی حقیقت عارفوں سے بھی پوشیدہ ہے +
روح کو روح اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ بدن کو پرورش کرتی ہے اور جسمانی حیات کا مصدر ہے +
قلب اس واسطے کہتے ہیں کہ اس کی ایک جہت حق تعالےٰ سے واصل ہے۔ اور انوار فیضان حق اٹھا کر نفس حیوانی کی طرف پھینکتی ہے +
کلمہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا نفس رحمانی میں ایسا ظہور ہے۔ جیسا نفس انسانی میں ہے +
فواد اس واسطے کہتے ہیں کہ فاد کے معنی تاثیر کے ہیں۔ اور یہ بھی اپنے خالق سے اثر قبول کرتا ہے +
صدر اس واسطے کہتے ہیں کہ اس کی طرف بدن سے ملی ہے وہی مصدر انوار ہے +
روح اس واسطے کہ وہ قہار کے خوف سے خوفناک ہے +
عقل اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی ذات اور خالق کی شناخت کرتی ہے اور ایک ہی تعین کی پابند ہے۔ اور اس کا ادراک اس کے واسطے قید ہے اور اپنے ہی تصور میں محصور رہتی ہے +
نفس اس واسطے کہتے ہیں کہ اس کا تعلق بدن سے ہے۔ اور بدن کو درست کرتا ہے۔ اور اس کی افعال کے اعتبار سے کئی قسمیں ہیں +
(۱) نفس نباتی وہ ہے کہ جس سے نباتات کی نشوونما کے متعلق افعال صادر ہوں +
(۲) نفس حیوانی اس وقت کہتے ہیں کہ جب اس سے حیوانی افعال صادر ہوں +
(۳) نفس امارہ اس حالت میں کہتے ہیں کہ جب حیوانی قوتیں روحانی قوتوں پر غالب آجائیں +
(۴) نفس لوامہ اسی روح کا نام اس صورت میں ہے کہ جب غریب سے قلبی نور چمکے اور قوت عاقلہ بیدار ہو جائے اور حیوانی افعال کے برے نتائج کا علم ہونے لگے۔ تو اس وقت انسان برے افعال ظاہر ہونے کے بعد پشیمان ہوتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے +
(۵) نفس مطمئنہ یعنی اطمینان والا نفس قلبی نور غالب آکر حیوانی قوتوں پر چھا جاتا ہے +

(۶) قلب اس حالت کا نام ہے کہ جب اس کی استعداد اور نورانی طاقتیں اور روشنیاں کامل ہوجاتی ہیں۔ اور حواس میں قوت سے ظاہر ہو کر تجلی کے لئے آئینہ ہوجاتی ہے۔
غرض قلب بحر ربوبیت اور مربوبیت کا مجمع ہے۔ اسی واسطے نہایت وسعت حاصل کر کے عرش اللہ تعالیٰ کہلاتا ہے۔
حدیث شریف میں وارد ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ التَّقِیِّ النَّقِیِّ (زمین اور آسمان میری گنجائش نہیں رکھتا ہے۔ اور میری گنجائش میرے بندے ایمان دار پرہیزگار پاک کے قلب میں ہے۔
دوسری حدیث شریف میں وارد ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی ایماندار کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

حاصل کلام یہ ہے کہ جس شخص نے اعتبارات کے ساتھ ایک حقیقت کو معروض ہوتے دیکھا تو اس نے جان لیا کہ حقیقت میں کل واحد ہے۔ اور جو شخص بے خبر ہے وہ کثرت کا قائل ہوگا۔
بنا بریں مرتبۂ روحی مرتبۂ احدیت کا ظل ہے کیونکہ جو شیون ذات حق میں در حقیقت وہ اصل روح ہیں۔ اور مرتبۂ قلبی مرتبۂ احدیت الٰہی کا ظل ہے اور روح اپنی ذات میں مجرد اور نور مطلق ہونے کے باعث اپنی بقا میں بدن کی محتاج نہیں ہے۔ البتہ اس اعتبار سے کہ بدن اس کی صورت ہے اور اس کے کمالات کا مظہر ہے اور عالم شہادت میں اس کی قوتیں بدن ہی سے ہیں۔ اس حالت میں روح بدن کی محتاج ہے۔ اور اس سے الگ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں اس طرح جاری و ساری ہے۔ جیسے وجود مطلق ذات حق تمام موجودات میں جاری و ساری ہے۔ اس صورت میں اگر روح کو بدن کا غیر سمجھیں تو صحیح ہے۔
اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح بدن کا غیر نہیں ہے کیونکہ بدن فاسد ہونے کے بعد بھی روح بدن میں بدستور موجود رہتی ہے کیونکہ روح کا تعلق بدن کے ساتھ کسی خاص صورت اور شکل کے باعث نہیں ہے کہ فساد بدن کے بعد روح بدن

سے جدا ہو جائے۔ کیونکہ روح تمام عالم میں بطریق سریان جاری ساری ہے۔ بلکہ قوام عالم روح سے ہے۔ اور تمام عالم روح کی شکل ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو جلوے اس خاص تعین میں روح دکھا رہی تھی۔ بعد از فساد بدن نہیں دکھاتی ہے۔ لہذا عالم کی صورتوں کو تاثیرات کے ظہور میں پورا دخل ہے۔ آگ کی صورت جلاتی ہے اور پانی کی صورت سیراب کرتی ہے اور شیر کی صورت ڈراتی اور پھاڑتی ہے۔ اور یہ سب تاثیرات اور تاثیرات عالم کی صورتوں میں اپنا جلوہ دکھا کر وجود مطلق میں محو اور گم ہو جاتے ہیں جیسے وجود مطلق عالم سے کبھی جدا نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح روح بھی کسی جگہ عالم میں سے مفقود نہیں ہوتی ہے۔ ہاں البتہ پہلا روحی مظہر بحالت فساد بدن ضرور مفقود ہو جاتا ہے۔ اگرچہ فوراً دوسرا مظہر اس کی جگہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے تجدد امثال کے مسئلہ سے واضح ہے ؛

اور یہ کون و فساد عالم اجسام اور عالم مثال تک ہی محدود ہے۔ اور اصلی روح کوئی شکل و شباہت نہیں رکھتی۔ لہذا کون و فساد کو بھی روح کی ذات میں دخل نہیں ہے اور وہ نور کی طرح سب جگہ موجود ہے لیکن وہی روح ہر ایک مظہر میں ظاہر ہو کر اس مظہر کی صورت کے موافق کام کرتی ہے اور اس سے نئے نئے آثار ظاہر ہوتے ہیں ؛

وَالْمَرْتَبَةُ الْخَامِسَةُ عَالَمُ الْمِثَالِ وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنِ الْاَشْيَآءِ الْكَوْنِيَّةِ الْمُرَكَّبَةِ اللَّطِيْفَةِ الَّتِيْ لَا تَقْبَلُ التَّجَزِّيْ وَ لَا التَّبْعِيْضَ وَلَا الْخَرْقَ وَلَا الْاِلْتِيَامَ

ترجمہ۔ اور پانچواں مرتبہ عالم مثال کا ہے اور اس سے مراد اشیاء کونیہ مرکبہ لطیفہ ہیں۔ جو نہ جزو جزو ہونے اور نہ ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور پھٹنے اور جڑنے کو قبول کرتی ہیں ؛

شرح۔ عالم مثال ایک روحانی عالم ہے جو محسوس مقداری ہونے میں جسمانی جوہر کے مشابہ ہے اور نورانی ہونے میں جوہر مجرد عقلی کے مشابہ ہے۔ لہذا عالم مثال نہ تو جسم مرکب مادی ہے اور نہ جوہر مجرد عقلی ہے۔ بلکہ عالم اجسام اور عالم مجردات کے درمیان مقام برزخ اور حد فاصل ہے ؛

یا اس طرح سمجھا جائے کہ عالم مثال ایک نہایت ہی نورانی جسم ہے جو جوہر مجرد لطیف

اور جوہر جسمانی کثیف میں حد فاصل ہے۔ اگرچہ جواہر لطیفہ اور جواہر کثیفہ کے درمیان بھی باہمی لطف اور کثافت کی نسبتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ مقام عالم مثال ایسا ہے کہ یہاں پر ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہیں۔ اور کسی طرف بھی جھکاؤ نہیں ہے +

عالم مثال کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ کل جسمانی صورتوں پر شامل ہے اور نیز یہ اُن اعیان اور حقائق کی پہلی علوتیں۔ جو علم الٰہی میں موجود ہیں اور اس کو خیال مفصل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ غیر مادی ہے۔ اور خیال متصل کے مشابہ ہے۔ اور عالم وجود میں ایسا معنی اور روح کوئی نہیں ہے کہ جس کے کمال کے موافق اس کی مثالی شکل نہ ہو۔ کیونکہ اسم ظاہر سے ہر ایک چیز کو حصہ ہے +

چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو مقام سدرۃ المنتہیٰ میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں۔ اور وہ ہر ایک پر کو صبح و شام نہر حیات میں داخل ہو کر ہلاتے ہیں۔ جس کے قطرات سے حق تعالیٰ جل شانہٗ بے شمار فرشتے پیدا کرتا ہے +

اور یہ عالم مثال عرش اور کرسی اور ساتوں آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے سب پر حاوی اور شامل ہے۔ اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج میں جو علوم مراتب کی سیر کی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان پر دیکھا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے آسمان پر دیکھا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو تیسرے آسمان پر دیکھا۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو پانچویں آسمان پر دیکھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر دیکھا +

لہٰذا اگر ان آسمانوں کی اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے یہ شکلیں عالم مثال میں نہ ہوتیں۔ تو ان کی سیر ناممکن ہو جاتی۔ لہٰذا عالم مثال میں سب کچھ موجود ہے +

اور عوام الناس کے خواب اور خیال اس عالم تک نہیں پہنچے ہیں۔ اِلّا مَا شَاءَ اللہ اور تمام موجودہ حسی صورتیں اس عالم مثال کا ظل ہیں۔ اسی واسطے اہل کشف اپنی فراست کشفی کے ذریعے سے بعض اوقات بندے کی صورت سے اس کا حال دریافت کر لیتے ہیں +

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ

فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ تَعَالیٰ (ایمان دار کی فراست سے ڈرو! کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے) +

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دجّال کی پیشانی پر حروف ک۔ ف۔ ر کندہ ہونگے۔ جن کو ایماندار کے سوا دوسرا شخص نہ پڑھ سکیگا +

واضح ہو کہ مثال مقیّد جس کو خیال بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی اسی عالم مثال کا نمونہ اور ظلّ ہے۔ اس کو حق تعالیٰ نے عالم مثال کی دلیل پیدا کیا ہے۔ اور اہل کشف ہونیاے کرام پہلے اس سے مستفیض اور منوّر ہوتے ہیں۔ اور جو شے بھی عالم ملک میں ہے۔ ہر ایک اس مثال مقید سے مطلع ہے۔ جیسے عالم انسانی کے واسطے خیال ہے۔ اسی طرح ہر ایک چیز کے لئے خواہ وہ فلک ہو یا ستارہ۔ عنصر ہو یا معدن۔ نبات ہو یا حیوان۔ غرض ہر موجود کے واسطے خیال ثابت ہے +

کیونکہ ان سب کے واسطے روح اور روحانی قوتیں حاصل ہیں۔ اور اگر اس عالم میں ان سب کو حصّہ نہ ہو۔ تو یہ دونوں عالم باہم مطابق نہ ہونگے۔ حالانکہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ عالم مثال اور عالم موجودات باہم مطابق ہیں۔ اگرچہ قویٰ کے لحاظ سے کمی بیشی ضرور ہے +

چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ (اور ہر ایک چیز اللہ کی حمد کی تسبیح پڑھتی ہے اور لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو) +

اور اس بارے میں بہت احادیث مروی ہیں۔ کہ بہت سے امور حیوانات دیکھتے ہیں۔ جن کو بنی آدم بجز اہل کشف اور کوئی نہیں دیکھ سکتا ہے۔ اور یہ شہود ہر دو مثال مقید اور مطلق میں پایا جاتا ہے +

اور سالک طریقت جب مثال مقید عبور کر کے مثال مطلق تک پہنچ جاتا ہے۔ تو جو کچھ دیکھتا ہے وہ بالکل صحیح اور واقع کے مطابق ہوتا ہے۔ کیونکہ اس ملاحظہ ان نورانی عقلی قوتوں کے مطابق ہوتا ہے جو لوح محفوظ میں موجود ہیں +

اس مقام میں سالک کو اپنے عین ثابتہ پر بھی اپنے مشاہدے سے اطلاع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ظلال سے حقائق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور خیال مقید میں جو کچھ دیکھتا ہے گاہے صحیح اور گاہے غلط ہوتا ہے۔ اور خیال مقید کی صداقت کے کئی اسباب ہیں:۔

اوّل یہ کہ نفس کو کامل توجہ ذاتِ حق کی طرف ہو جائے۔ اور وہ صداقت کا عادی بنے۔ اور نفس کی رغبت روحانیت کی طرف ہو جائے۔ بدیوں سے بچے۔ اور بدنی اشغال کو ترک کرے۔ اور مجاہداتِ نفسانی اس کی عادت ثانیہ بن جائیں یہاں تک کہ روحانی قوتیں مضبوط ہو جائیں۔ اور جب نفس روحانی قوت حاصل کر کے روحانیات کے متصل ہو جائے گا۔ تو بدنی ظلمات اور کدورتیں رفع ہو جائیں گی۔ اور اس کو ارواح مجردہ کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے گی۔ اور اس پر وہ امور ظاہر ہونے لگیں گے۔ کہ جن کے باعث ارواح کو اپنی طرف جذب کر سکے گا۔ اس کمال کے بعد نفس کو پورا شہود حاصل ہو جائے گا۔

چنانچہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اسی مضمون کو اس نظم میں بطور حکایت ارشاد فرماتے ہیں۔ اشعار

کسے پرسید زاں گم کردہ فرزند — کہ اے روشن گہر پیرِ خردمند
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی — چرا در چاہِ کنعانش ندیدی
بگفت احوالِ ما برقِ جہان است — دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارمِ اعلےٰ نشینم — گہے بر پشتِ خود نہ بینم
اگر درویش بر حالے بماند — سرِ دست از دو عالم بر فشاند

دوم یہ کہ سالکِ طریقت کا مزاج اعتدال پر ہو اور بدن صحیح اور دماغ درست ہو۔

سوم یہ کہ شرائطِ اسلام کا پورا پابند ہو۔ اور غیر اللہ سے منقطع اور ہر وقت شغل وحدت الوجود اور ذاتِ مطلق میں غرق رہے۔ اور ساتھ ہی آدابِ طریقت کا پابند ہونا لازم ہے۔

اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ جس چیز کا وجود عالمِ حس میں ہے۔ اس کا وجود عالمِ مثال میں بھی ہے۔ اور اس کا عکس ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا عالمِ مثال ایک غیر معدود میدان ہے۔ اور عالمِ حس اس کے بالمقابل ایک چھوٹا سا حلقہ ہے۔ جس کو اس کی وسعت کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔

اگر حق تعالےٰ اپنے کسی خاص بندے کو اُن چیزوں پر مطلع کرنا چاہتا ہے کہ جن کا وجود عالمِ حس میں نہیں ہے۔ جیسے عقول۔ اور نفوس مجردہ۔ تو ایسی شکل

میں معلوم کرانا ہے۔ جو عالم حس میں اس کے مناسب ہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ظہور۔ آپ کے صحابی حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل و صورت پر ہوا کرتا تھا۔ اسی طرز پر زمین و آسمان سے متعلق فرشتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ اور عالم حیات کا بھی یہی حال ہے۔ اگرچہ جنوں کا آتشی جسم ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (اور حق تعالیٰ نے جنات کو بھڑکنے والی آگ سے پیدا کیا ہے) اور بعض اوقات بھی اس دنیا میں اپنی شکل سے دوسری شکل پر بدل جاتے ہیں۔ اس عالم سے جانے کے بعد ان میں اور زیادہ طاقت آجاتی ہے۔ اور وہ عالم ملکوت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور خاصان خدا پر جو اہل کشف ہیں ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور اور فرشتوں اور جنات کا بھی یہی حال ہے۔ بدلاء بھی انہی کو کہا جاتا ہے۔ اور ان میں اور فرشتوں میں سوائے اصحاب کشف اور کوئی شخص تمیز نہیں کر سکتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ موت کے بعد کا برزخ اس برزخ سے علاوہ ہے۔ کیونکہ وجود کے تنزل اور تعارج کے مراتب دوری ہیں۔ لہذا جو مرتبہ دنیاوی پیدائش کے پہلے ہے مراتب تنزلات سے ہے، اور اس کے واسطے اولیت ہے۔ اور جو اس کے بعد ہے۔ تعارج کے مراتب سے ہے اور اس کے لئے آخریت ہے۔

بنابریں برزخ آخری میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اعمالی شکل ہے اور برزخ صورتی میں یہ حالت نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان دونوں برزخوں کی صورتیں ایک دوسرے کا عین نہیں ہیں۔ البتہ وہ دونوں اس امر میں شریک ہیں۔ کہ وہ دونوں عالم روحانی اور جوہر نورانی غیر مادی ہونے کے علاوہ مثالی شکل و صورت پر شامل ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ جن کے کلام سے ہم اکثر حصہ مضامین بیان کرتے ہیں۔ ہر دو برزخوں کی غیریت کے قائل ہیں۔ پہلے برزخ کو غیب امکانی اور دوسرے کو غیب معانی ارشاد فرماتے ہیں۔ کیونکہ امکانی کا ظہور میں آنا ممکن ہے اور غیب معانی کا ظہور میں آنا ممتنع ہے۔ اسی واسطے دوسرے برزخ کا مکاشفہ سوائے انبیاء علیہم السلام اور خاصان خاص اور کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ اور پہلے برزخ کا مکاشفہ کرنے والے لوگ اس جہان میں کافی تعداد میں موجود رہتے ہیں۔ جو دنیا میں آنے والے امور کو بخوبی جان لیتے ہیں۔

وَالْمَرْتَبَةُ السَّادِسَةُ مَرْتَبَةُ عَالَمِ الْاَجْسَامِ وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنِ الْاَشْيَاءِ الْكَوْنِيَّةِ الْمُرَكَّبَةِ الْكَثِيفَةِ الَّتِي يَقْبَلُ التَّجَزِّيَ وَالتَّبْعِيضَ ؁

ترجمہ - اور چھٹا مرتبہ عالم اجسام کا ہے اور اُس سے مراد اشیائے کونیہ مرکبہ کثیفہ ہیں - جو ٹکڑے ٹکڑے ہوئے کو اور جُدا جُدا ہونے کو قبول کرتی ہیں ؁

شرح - جو چیز طول عرض اور عمق رکھتی ہے - اِس کو جسم کہتے ہیں - اور جسم تعلیمی اس مقدار کو کہتے ہیں کہ جس کے واسطے طول اور عرض اور عمق ہے ؁

حکما بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک جسم دو چیزوں سے مرکب ہے - ایک کا نام ہیولیٰ اور دوسری چیز کا نام صورت جسمیہ ہے - اور ہیولیٰ کی یہ تعریف بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک جوہر ہے اور صورت جسمیہ کا محل ہے ؁

اور صوفیائے کرام کے نزدیک ہیولیٰ کی دو قسمیں ہیں - ایک رُوحانی کہ اُس کا نام روح اعظم ہے - اور دوسری جسمانی ہے اُس کا نام طبیعت کل ہے - اور اہل کلام کے نزدیک ہیولیٰ کے معنی حقائق اشیا ہے - اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہیولیٰ ہیئت اولےٰ کا مخفف ہے جس کے معنی شئے کی اصل ہے - اور ہیولائے اوّل جوہر اول بھی کہتے ہیں - صورت جسمیہ ایک جوہر ہے جب وہ ہیولیٰ میں حلول کرتا ہے - تو وُہ جسم بن جاتا ہے - صورت جسمیہ کے بعد صورت نوعیہ فائض ہوتی ہے - جو جسم مطلق کو مختلف انواع میں تقسیم کر دیتی ہے - اس کے ذریعے سے ہر ایک نوع دوسری نوع سے جُدا ہو جاتی ہے ؁

حکماء بیان کرتے ہیں کہ ہیولا یعنی مادہ ایک جوہر قابل محض ہے - اس میں جس قسم کی قابلیت آجاتی ہے اس پر اسی طرح کی صورت مبداء فیاض یعنی حق تعالےٰ کی طرف سے فائض ہو جاتی ہے - کیونکہ مبداء فیاض میں بخل نہیں ہے - فوراً صورت فائض ہو جاتی ہے - اس فیضان کے واسطے مادے کی قابلیت شرط ہے ؁

حکما کے نزدیک تمام عالم اجسام کے دس ہیولیٰ ہیں - پہلا ہیولیٰ عالم کون فساد کا ہے - جو اربعہ عناصر تک محدود ہے - دوسرا ہیولیٰ پہلے آسمان کا - تیسرا ہیولیٰ دوسرے

آسمان کا۔ چوتھا ہیولیٰ تیسرے آسمان کا۔ پانچواں ہیولیٰ چوتھے آسمان کا۔ چھٹا ہیولیٰ پانچویں آسمان کا۔ ساتواں ہیولیٰ چھٹے آسمان کا۔ آٹھویں ہیولیٰ ساتویں آسمان کا۔ نواں ہیولیٰ آٹھویں آسمان یعنی کرسی کا۔ دسواں ہیولیٰ نویں آسمان یعنی عرش کا ہے ۞

حکمانے عالم کون و فساد کی چیزوں کو تین چیزوں میں منحصر کیا ہے جن کو موالید ثلثہ کہتے ہیں یعنی جمادات، نباتات، حیوانات ۞

جمادات بےجان چیزیں ہیں۔ اور اکثر ان کا اطلاق پتھروں اور معدنی چیزوں پر ہوتا ہے ۞

نباتات وہ چیزیں ہیں جو نشو و نما پاتی ہیں لیکن وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پر حرکت بالارادہ نہیں کر سکتی ہیں ۞

حیوانات وہ اجسام نشو و نما پانے والے حساس ہیں جو ارادے کے ساتھ حرکت کرتے ہیں ۞

انسان از قبیل حیوانات ہے لیکن باوجود نشو و نما پانے اور احساس متحرک بالارادہ ہونے کے کلیات اور جزئیات کا ادراک بھی کرتا ہے ۞

نیز ان میں برزخ کے مقامات بھی ہیں۔ مثلاً جمادات اور نباتات میں مقام برزخ مرجان ہے۔ اور نباتات اور حیوانات میں مقام برزخ نخل یعنی درخت کھجور ہے اور حیوانات اور انسان مقام برزخ بوزنہ یعنی بندر ہے ۞

حکما کے نزدیک تغیرات تو تمام عالم جسمانی میں ہیں یعنی زمین سے لے کر عرش تک تغیرات ہو رہے ہیں۔ لیکن عناصر اربعہ کے عالم میں چونکہ تغیرات نہایت وضاحت کے ساتھ یکے بعد دیگرے ہر وقت محسوس ہو رہے ہیں۔ اس لئے اس عالم کا نام عالم کون و فساد یعنی بننے اور بگڑنے کا نام جہان رکھا ہے ۞

نیز حکما بیان کرتے ہیں کہ اس عالم کون و فساد میں سلسلہ پیدائش نسل اور بغیر نسل کے دونوں طرح ہو رہا ہے۔ یعنی نسلی طور پر جو چیزیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان کا نام سلسلہ توالد رکھتے ہیں۔ اور جو بغیر نسل کے پیدا ہوں ان کا نام سلسلہ تولد رکھتے ہیں۔ مثلاً سانپ اور بچھو اکثر ایسے ہیں جو اپنے سلسلہ نسب یعنی ماں اور باپ سے پیدا ہوتے ہیں اور بسا اوقات بغیر ماں اور باپ کے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ گوبر وغیرہ کو خاص طور

پر خمیر بنانے سے ہزارہا بچھو اور سانپ ایک دم پیدا ہو جاتے ہیں ٭

عام لوگوں کی نگاہ چونکہ محدود ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے مشاہدے کی بنا پر پیدائش کے بارے میں صرف سلسلہ نسبی کے قائل ہیں۔ لیکن حکیم عارف کے نزدیک جیسے تمام اشیا اپنے سلسلہ نسبی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اسی طرح بغیر سلسلہ نسب کے بھی اس کے نزدیک عالم ظہور میں آنا جائز ہے۔ چنانچہ حکما کے نزدیک انسان کے ایک فرد کا بغیر ماں باپ کے یا بہت سے افراد کا بغیر ماں باپ کے عالم ظہور میں آنا جائز ہے۔ اسی طرح بچہ بغیر باپ کے صرف اپنی ماں سے بھی پیدا ہو سکتا ہے ٭

حکما عالم سفلی کو اُمّہات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور عالم علوی کو آبا سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے عورت اپنے شوہر سے اثر قبول کرتی ہے۔ اسی طرح عالم زیریں عالم بالا سے اثر قبول کرتا ہے مثلاً حرکت فلک اور گردش آفتاب اور چاند اور دیگر سیاروں اور ستاروں اور دیگر اشیا کے اثرات باہمیں میل و ملاپ سے اس عالم میں مختلف طرح کی تاثیرات اور تاثرات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ جس صورت کے قبول کرنے کی مادے میں قابلیت آجاتی ہے۔ فوراً حق تعالےٰ کی طرف سے اسی صورت کا فیضان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مبدءِ فیاض میں کسی طرح کا بخل بھی نہیں ہے۔ جس قابل کوئی ہوتا ہے وہی کچھ اس کو مل جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔ بیت

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

پہلے پہل ہیولےٰ پر مبداء فیاض سے صورت جسمیہ فائض ہوتی ہے۔ اس کا کام صرف تفرق اور پراگندگی سے حفاظت کرنا ہے۔ پھر صورت نوعیہ فائض ہوتی ہے۔ جو اس کی نوع کو قائم کر دیتی ہے۔ اس کے بعد صورت شخصیہ فائض ہو جاتی ہے۔ جو اس کو مشارکات نوعی سے تمیز دیتی ہے۔ مثلاً پہلے ہیولےٰ پر صورت جسمیہ فائض ہوئی جس نے اس کی جسمانیت کی حفاظت کر دی۔ پھر اس پر صورت نوعیہ فائض ہوئی جس نے اس کو مثلاً سانپ بنا دیا۔ جو دوسرے حیوانات سے ممتاز ہو گیا۔ اور جنس حیوانات میں سے اس کی نوع علیحدہ ہو گئی۔ پھر اس پر صورت صنفیہ فائض ہوئی جس نے اس صنف مثلاً اژدہا سانپ یا کالا ناگ قائم کر دی۔ پھر اس پر صورت شخصیہ فائض ہوئی۔ جس نے اس کو دیگر

مشارکات صنفی سے جدا کر کے ایک شخص معین بنا دیا۔

یہ بھی واضح رہے کہ مادے پر صورتوں کا فیضان یعنی صورت جسمی۔ صورت نوعی۔ صورت صنفی۔ صورت شخصی آنِ واحد میں ہوتا ہے۔ ان میں تقدم تاخر ذاتی ہے زمانی نہیں ہے۔ کیونکہ فیضان صورت عالمِ مجردات کی طرف سے ہوتا ہے۔ جس میں زمانے کی قید کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (اس کا امر جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو ہو جا کہدیتا ہے۔ پس وہ ہو جاتی ہے) عالم امر کے سب کام برقی روشنی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اس میں زمانے کو کچھ دخل نہیں ہے۔ بلکہ زمانہ اُس کے ماتحت ہے۔

حکما حق تعالےٰ کو علتوں کی علت اور اسباب کا سبب قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نظر عالم اسباب تک محدود رہے۔ اور اسباب مسبب کا ایک طویل سلسلہ قائم کرتے ہیں۔ جو حق تعالےٰ پر ختم ہو جاتا ہے۔

اور صوفیائے کرام ان تمام اضافات کو ساقط سمجھتے ہیں اور فاعل حقیقی حق تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں۔ اور حکما جس بات پر ایک طویل چکر کاٹ کر آتے ہیں بلکہ اسی چکر میں لگے رہتے ہیں۔ اور عمر عزیز کو رائگاں کرتے ہیں۔ عارف کامل کا وہ پہلا قدم ہے بیت

آنچہ دانا کند کند ناداں ‎ ‎ ‎ لیک بعد از خرابی بسیار

حکمائے اسلام بیان کرتے ہیں کہ انسانی کاروبار فرشتوں کے ذریعے ہو رہا ہے اور فرشتے انسان کی اطاعت اور تابعداری کامل طور پر کرتے ہیں۔ اور انہی فرشتوں کو دوسرے حکمانے قوائے کے نام سے تعبیر کیا ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ صرف انسان کے لقمہ نگلنے پر دو فرشتے کام کرتے ہیں۔ ایک فرشتہ لقمہ کو اوپر سے نیچے دھکیلتا ہے اور دوسرا نیچے کو کھینچتا ہے۔

اس صورت میں آدم کو فرشتوں کی اطاعت اور سجدے کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تمام نوری فرشتے انسان کے تابعدار ہیں۔ اور قوائے شہوت و غضب جو شیطانی اور ناری ہیں۔ وہ انسان کی نافرمان ہیں۔ چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ انہوں

نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ اور منکروں میں سے ہوا +

وَالْمَرْتَبَةُ السَّابِعَةُ مَرْتَبَةُ الْجَامِعِيَّةِ لِجَمِيْعِ الْمَرَاتِبِ الْمَذْكُوْرَةِ الْجِسْمَانِيَّةِ وَالنُّوْرَانِيَّةِ الرُّوْحَانِيَّةِ وَالْوَاحِدَةِ وَالْوَاحِدِيَّةِ وَهُوَ التَّجَلِّيُ الْاَخِيْرَةِ وَاللِّبَاسُ الْاَخِيْرَةِ وَهِيَ الْاِنْسَانُ

ترجمہ ۔ اور ساتواں مرتبہ ان تمام مراتب مذکورہ جسمانیہ نورانیہ روحانیہ ۔ وحدت واحدیت کا مرتبہ جامعیت ہے ۔ وہ پچھلی تجلی اور آخری لباس ہے ۔ اور اس کا نام انسان ہے

شرح ۔ ساتواں مرتبہ جو ان سب مراتب کو جامع ہیں وہ انسان کامل ہے جو قدم میں قدیم اور حدوث میں حادث ہے ۔ تمام مراتب کو اپنے بطون ظہور سے حاوی ہے ۔ اور اس کو تجلے اخیر کہتے ہیں +

تفصیل مقام یہ ہے کہ اگر وجود کو من حیث الوجود یعنی صرف وجود ہی جانا جائے ۔ اور تمام اسماو صفات محو مانے جائیں تو اس مرتبہ کا نام احدیت اور جمع الجمع اور حقیقۃ الحقائق ہے +

اور اگر اس وجود کو اس کے کلی اور جزئی لوازم کے ساتھ اعتبار کیا جائے یعنی تمام اسمائ اور صفات کے ساتھ مانا جائے تو یہ اس کی الہیت اور ربوبیت کا مرتبہ ہے ۔ اس کو واحدیت اور مقام جمع کہتے ہیں +

اور اس مرتبہ کو اس اعتبار سے کہ یہ مظاہر اسمائ یعنی اعیان اور حقائق کو ان کی استعداد کے موافق کمال کو پہنچاتا ہے ۔ مرتبہ ربوبیت کہلاتا ہے ۔ اور جب اس وجود کو بغیر کسی شرط کے لحاظ کیا جائے یعنی نہ صرف ذات جو صفات میں محو ہے ۔ اور نہ صفات کے ساتھ متصف ہونا غرض شرط کی نفی کی بھی شرط نہ ہو ۔ صرف مطلق لحاظ کیا جائے ۔ تو اس کو ہوئیت کہتے ہیں ۔ جو تمام موجودات میں ساری ہے اور وحدت بھی کہتے ہیں +

اور اگر اس وجود کو اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ اس میں علمی صورتیں موجود ہیں ۔ تو یہ صرف اسم باطن اور اول اور علیم کا مرتبہ ہے ۔ جو اعیان ثابتہ کا رب ہے +

اور جب اس وجود میں صرف کلیات اشیا کا لحاظ کیا جائے تو اسم رحمان کا مرتبہ جو

عقیل اول کا رب ہے جس کو لوح قضا اور ام الکتاب اور قلم اعلےٰ کہتے ہیں۔

اور اگر اس وجود کو اس طرح اعتبار کیا جائے۔ کہ اس میں کلیات بمع اپنی مفصل جزئیات کے موجود ہیں۔ اور وہ اپنی کلیات سے حجاب میں نہیں ہیں۔ تو یہ اسم رحیم کا مرتبہ جو نفس کلیہ کا رب ہے جس کا نام لوح قدر اور لوح محفوظ اور کتاب مبین ہے۔

اور جب اس وجود میں مفصل جزئیات متغیرہ کی صورتوں کا لحاظ کیا جائے۔ تو یہ اسم ماحی اور مثبت اور محی اور ممیت کا مرتبہ ہے۔ جو جسم کلی کے نفس منطبعہ کا رب ہے اور اس کو لوح المحو والاثبات کہتے ہیں۔

اور جب اس وجود کو نوعی اور روحانی اور جسمانی صورتوں کا قابل لحاظ کریں۔ تو یہ اسم قابل کا مرتبہ ہے جو کلی ہیولیٰ کا رب ہے جس کو کتاب مسطور اور رق منشور کہتے ہیں۔

اور جب اس وجود کا لحاظ کیا جائے کہ یہ اثر پہنچانے والا اور اثر قبول کرنے والا ہے تو یہ اسم فاعل کا مرتبہ ہے جس کو موجد اور خالق کہا جاتا ہے۔ جو طبیعت کلیہ کا رب ہے۔

اور اگر اس وجود کو مجرد روحانی صورتوں والا لحاظ کیا جائے تو یہ اسم علیم اور مدبر اور مفصل کا مرتبہ ہے۔ جو عقول اور نفوس ناطقہ کا رب ہے۔

حکما کی اصطلاح میں جس کو عقل مجرد کہتے ہیں۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اس کو روح کہتے ہیں۔ اسی واسطے عقل اول کو روح القدس کہتے ہیں۔

اور حکما جس کو نفس مجردہ ناطقہ کہتے ہیں۔ صوفیائے کرام اس کو قلب ارشاد فرماتے ہیں۔ اور حکما جس کو نفس بیان کہتے ہیں۔ اس کو صوفیائے کرام نفس منطبعہ حیوانیہ بیان فرماتے ہیں۔ اور جب اس وجود کو غیبی حسی صورتوں کے اعتبار سے ملاحظہ کیا جائے تو یہ اسم متصور کا (صورت گیرندہ) کا مرتبہ ہے۔ جو عالم خیال مطلق اور عالم خیال مقید کا رب ہے۔ اور اگر اس وجود کو ظاہری حسی صورتوں کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ اسم ظاہر مطلق اور اسم آخر کا مرتبہ ہے جو عالم ملک کا رب ہے۔

الانسان کامل کا مرتبہ ان سب مراتب مذکورہ بالا کو حاوی ہے۔ غرض مراتب الٰہیہ کونیہ۔ عمائیہ سب اس میں موجود ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جملہ مراتب ایک ذات حق کی صفات کے لحاظ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اور ذاتی لحاظ سے یہ سب مراتب ایک دوسرے کے عین

ہیں۔ بیت ؎

تا مجمع امکان و جوبت نہ نوشتند
مورد متعین نہ شد اطلاق عسم را (عرفی)

اَلْاُوْلیٰ مِنْهَا هِيَ مَرْتَبَةُ اللَّاظُهُوْرِ۔ وَالسِّتَّةُ الْبَاقِيَةُ مِنْهَا هِيَ مَرَاتِبُ الظُّهُوْرِ الْكُلِّيَّةِ۔ وَالْاَخِيْرَةُ مِنْهَا اَعْنِي الْاِنْسَانُ۔ اِذَا عَرَجَ ظَهَرَ فِيْهِ جَمِيْعُ مَرَاتِبِ الْمَذْكُوْرَةِ مَعَ اِنْبِسَاطِهَا وَيُقَالُ لَهُ الْاِنْسَانُ الْكَامِلُ۔ وَالْعُرُوْجُ وَالْاِنْبِسَاطُ عَلَى الْوَجْهِ الْاَكْمَلِ كَانَ فِيْ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلِهٰذَا كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ ؂

ترجمہ ۔ پہلا ان میں لاظہور کا مرتبہ ہے اور باقی حصہ چھ ظہور کلیہ کے مراتب ہیں۔ اور ان میں سے اخیر مرتبہ یعنی انسان جب وہ عروج کرتا ہے تو اس میں تمام مراتب مذکورہ اپنے پھیلاؤ کے ساتھ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور اس کو انسان کامل کہا جاتا ہے اور عروج کمالات اور سب مراتب کا پھیلاؤ کامل طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔ اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کے خاتم ہیں ؂

شرح ۔ اول سے مراد مرتبہ لاتعین اور اطلاق کا ہے۔ اور باقی چھ سے مراد وحدت و احدیت۔ ارواح۔ مثال۔ اجسام۔ انسان ہے۔ جن میں ذات حق نے مرتبہ بمرتبہ ظہور فرمایا۔ اور مرتبہ انسان پر وہ ظہور ختم ہوا ؂

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اس ظہور کے مراتب کو نزول کہتے ہیں۔ اور جب انسان ان تمام مراتب کو طے کرتا ہوا سیر الی اللہ کرتا ہے۔ تو اس کو عروج کہتے ہیں ؂

یہ بھی واضح رہے کہ سیر الی اللہ متناہی ہے۔ یعنی اس کے واسطے ایک حد معین ہے۔ اور سیر فی اللہ غیر متناہی ہے۔ اس کے واسطے کوئی حد نہیں ہے جیسے ذات حق

غیر محدود ہے۔ اسی طرح اس کی سیر بھی غیر محدود ہے ÷

عروج انسانی سے مراد دائرہ وجود کی ہر چہار قوسوں یعنی ناسوت اور ملکوت اور جبروت اور لاہوت کو طے کرنا ہے۔ اور ان چہار مقامات کے اعمال کا نام شریعت اور طریقت اور حقیقت اور معرفت ہے۔ اور ان مقامات کو طے کرنے والا عام انسان ولی نبی فرشتہ ہے۔ اور ان کے مراتب کو جماد۔ نبات۔ حیوان انسان کہتے ہیں۔ اور جس انسان میں کامل درجے کا ظہور کمالات اور عروج ہو۔ اس کو خاتم النبیین کہا جاتا ہے ÷

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:۔ اَلرَّبُّ رَبٌّ وَاِنْ تَنَزَّلَ وَالْعَبْدُ عَبْدٌ وَاِنْ تَرَقّٰی (رب رب ہی ہے اگرچہ نزول کرتا ہے اور بندہ بندہ ہی ہے اگرچہ عروج کرتا جائے) ظہور سے مراد حق کا نزول مرتبہ انسانی تک ہے اور عروج سے مراد عبد کی ترقی مرتبۂ اوّل تک ہے۔ پھر باوجود اس نزول اور عروج کے حق ہی حق ہے۔ اور عبد ہی عبد ہے ÷

اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ عالم ناسوت اور ملکوت اور جبروت اور لاہوت کا طے کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ اس کے واسطے صوفیائے کرام نے آداب اور قواعد مقرر فرمائے ہیں۔ آداب جمع ادب کی ہے۔ ادب کے معنی ہر چیز کی حد کو نگاہ رکھنا اور دانش اور ظہور پسندیدہ کو کہتے ہیں ÷

صوفیائے کرام کے نزدیک ادب کی کئی قسمیں ہیں ÷۔

اوّل آدب شریعت یعنی حدود شرع شریف پر قائم رہنا ÷

دوم آدب خدمت یعنی بندہ اپنے معبود کے ساتھ اور محکوم اپنے حاکم کے ساتھ اور غلام اپنے آقا کے ساتھ اور اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ خدمت میں مبالغہ کرے ÷

سوم آدب طریقت مثلاً طہارتِ دل۔ اور حفظ اوقات اور وفائے عہد اور مراعاتِ اسرار۔ اور نیز اس کا نام ادب خاص بھی ہے ÷

چہارم آدب معرفت یعنی اپنے اور حق سبحانہٗ تعالےٰ کے حقوق میں امتیاز کرنا اس کو اداب حق بھی کہتے ہیں۔ یہ ادب خصوصیت کے ساتھ اولیاء اللہ کا حصہ ہے ÷

سالک پر سب سے پہلے فرض یہ ہے کہ ادب شریعت کا پابند ہے۔ ورنہ ادب طریقت اور معرفت سے محروم رہے گا۔ کیونکہ جس شخص نے ادب کے مرتبہ اول یعنی ادب شریعت کو ترک کر دیا

وہ دیگر مراتب پر ترقی کر سکتا ہے ٭

شارح کتاب ہذا کا ارادہ ہے کہ اس مقام ادب کو تفصیل کے ساتھ بیان کرے اور حضرت مولانا روم قدس سرہ العزیز کی مثنوی شریف سے چند اشعار نقل کر کے ان کی تشریح بیان کرے تاکہ ناظرین تحفہ مرسلہ شریف کے لئے باعث شوق اور محبت الٰہی ہو ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از لطف رب

ترجمہ ہم حق تعالےٰ سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں کیونکہ بے ادب حق تعالیٰ کے لطف سے محروم ہے ٭

شرح۔ گذشتہ سلسلہ اسی طرح ہے کہ چونکہ بادشاہ طبیب غیبی کی تعظیم و ادب کے باعث اپنے مطلوب پر کامیاب ہو گیا تھا۔ لہٰذا حضرت مولانا قدس سرہ العزیز ادب کی خوبیاں اور بے ادبی کی مذمت ارشاد فرماتے ہیں۔ اور تمام سالکان راہ معرفت کیلئے اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ دوسرے مصرعہ کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص ادب شریعت نہ کریگا وہ شخص لطف رب یعنی ادب طریقت اور ادب معرفت سے محروم رہے گا ٭

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ در آتش ہمہ آفاق زد

ترجمہ۔ بے ادب تنہا خود ہی خوار اور ذلیل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ نابکار تمام جہان میں آگ لگاتا ہے ٭

مطلب یہ کہ بے ادب کی برائی صرف اُس کی ذات تک محدود نہیں رہتی ہے۔ بلکہ اور لوگوں کو بھی ضرر پہنچاتی ہے۔ چنانچہ آئندہ شعروں میں اس مضمون کی چند مثالیں مفصل بیان کی گئی ہیں ٭

مائدہ از آسماں در میرسید — بے شرا و بیع بے گفت و شنید

ترجمہ۔ مائدہ آسمان سے بغیر خرید و فروخت اور بغیر کہے سنے کے پہنچ رہا تھا ٭

شرح۔ یہاں مائدہ سے من و سلویٰ مراد ہے جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی قوم

بنی اسرائیل پر اترا تھا۔ جس کی نسبت حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (اور ہم نے ابر کو اُن سائبان بنایا۔ اور اُن پر مَن اور سلویٰ اتارا) +

مَنّ ترنجبین یا شہد یا شیر خشت کی قسم میں سے کوئی میٹھی چیز ہوتی ہے۔ اور سلوےٰ ایک پرندہ کا نام ہے جس کو عربی میں سمانے اور ہندی میں بھٹیر کہتے ہیں +

حضرت موسےٰ علیہ السّلام کی قوم پر کھانے کے لئے ترنجبین اور بھنی ہوئی بھٹیریں نازل ہوتی تھیں یعنی شیریں اور نمکین دونوں طرح کا کھانا آتا تھا +

اس من اور سلویٰ کے نازل ہونے کا یہ باعث تھا کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسےٰ ۴۱
کی خدمت میں عرض کیا کہ اے رسولِ خدا! اگر ہم معاش سے بے فکر ہو جائیں تو دل لگا کر حق تعالیٰ کی عبادت کریں۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے اس کے متعلق درگاہِ حق میں دعا کی۔ اور آپ کی دعا منظور ہوئی۔ لہٰذا من اور سلوےٰ آسمان سے اُترنے لگا۔ اور بنی اسرائیل ایک عرصے تک اس کو کھاتے رہے۔ لیکن بعض بے ادبیوں کے باعث وہ نعمت تمام قوم سے چھوٹ گئی جس کا بیان آئندہ شعر میں ہے +

درمیانِ قومِ موسےٰ چند کس بے ادب گفتند کو سیر و عدس

ترجمہ۔ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کی قوم میں سے چند بے ادب لوگ کہنے لگے کہ لہسن اور مسور کہاں ہے +

شعر ہذا آیت ذیل کی طرف اشارہ ہے۔ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ الخ (یعنی بعض بے ادبوں نے حضرت موسےٰؑ سے یہ کہا کہ ہم ہر روز کے روز ایک طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لئے زمین سے ساگ پات اور کھیرا۔ ککڑی اور گیہوں اور مسور اور لہسن پیاز پیدا کر دے) +

بے ادبوں کا یہ قول ترک آدابِ طریقت تھا یعنی انہوں نے بھی اسرارِ الٰہی کی رعایت نہ کی۔ وہ اس راز کو ہرگز نہ سمجھ سکے۔ جو من اور سلویٰ کے نازل ہونے میں تھا۔ انہوں نے ایسی نعمت کو جو حق تعالےٰ کی طرف سے گھر بیٹھے بلا محنت و مشقت اور بلا گفت و شنید ملتی تھی لہسن اور پیاز کے مقابلے میں حقیر سمجھا۔ لہٰذا اس بے ادبی کے باعث سب سے یہ نعمت

زائل ہوگئی +

منقطع شد خوان و ناں از آسماں ماند رنج زرع و بیل و داسماں

ترجمہ۔ وہ خوان اور نان آسمان سے منقطع ہوا کھیتی کرنے اور بیلچہ اور درانتی کی مشقت باقی رہی +

لغات۔ خوان و نان سے من وسلویٰ مراد ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ بیل یعنی بیلچہ ہے۔ داسماں بمعنی درانتی ہے +

شرح۔ من وسلویٰ کا اترنا موقوف ہوگیا۔ اور کھیت کے بونے جوتنے اور درانتی، اور بیلچے چلانے کی محنت کرنی پڑی۔ علاوہ اس کے پیسنے پکانے کے جھگڑے سب لوگوں کو کرنے پڑے۔ کیونکہ جب بعض بے ادبوں نے من وسلویٰ کو حقیر سمجھ کر گیہوں مسور اور لہسن پیاز وغیرہ طلب کئے تو حق تعالےٰ کا یہ حکم نازل ہوا۔ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ (اے بنی اسرائیل! تم شہر میں چلے جاؤ۔ وہاں تم کو جو تم نے مانگا ہے وہی مل جائے گا) +

چنانچہ جب شہر میں چلے گئے اور محنت مزدوری کرنے لگے۔ پیٹ بھرنے کیلئے کھیت کیارا اور کدال پھاوڑے کی مشقت اٹھانی پڑی۔ چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ (اور اُن پر ذلت اور مسکینی کی مار پڑی) +

اِن بے ادب اور بد لوگوں کے ساتھ ہی نیک لوگوں کی بھی شامت آگئی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ گستاخی اور بے ادبی چند آدمیوں نے کی تھی۔ مگر ان کے گناہ میں بے قصور بھی پکڑے گئے۔ عذاب الٰہی کا یہی قاعدہ ہے کہ نیک و بد سب کو ایک ہی زد میں لے آتا ہے۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللهُ۔ اس سے "بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد" کے معنی بالکل واضح ہو گئے ہیں +

باز عیسےٰ چوں شفاعت کرد حق خواں فرستاد و غنیمت بر طبق

ترجمہ۔ پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے حق تعالےٰ سے سفارش کی۔ تو خوان اور

غنیمت کے طبق ارسال فرمائے ؛

شرح - یہ اس قصہ کی طرف اشارہ ہے جو سورت مائدہ میں ہے - وَاِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسٰی ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ کیا تمہارا رب اتنی طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان نازل کرے، تو عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا - کہ اگر تم ایماندار ہو، تو خدا کے خوف سے ڈرو) کیونکہ ایسا سوال کرنا بے ادبی میں داخل ہے - گویا تم خدا کا امتحان لیتے ہو حالانکہ مخلوق خالق کا امتحان نہیں لے سکتی ؛

اس کے حواریوں نے پھر اصرار کیا - کہ ہم اس سے خدا کا امتحان لینا نہیں چاہتے بلکہ اس سے غرض یہ ہے کہ ہم معاش سے فارغ ہو جائیں - اور اطمینان سے خدا کی عبادت کریں - اور یہ بھی فائدہ ہو گا - کہ یا حضرت عیسیٰ ! آپ کی صداقت ہم پر اچھی طرح ظاہر ہو جائے گی - یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی - اور آسمان سے کھانے کا خوان اترنے لگا ؛

مائدہ از آسماں شد عائدہ چونکہ گفت انزل علینا مائدہ

ترجمہ - پھر خوان آسمان سے اترنے لگا جب آپ نے دعا مانگی کہ ہم پر خوان اتار ؛

شرح - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے پھر خوان اترنے لگا - جس میں پانچ روٹیاں اور ایک مچھلی - کچھ سرکہ - کچھ شہد - اور بعض ترکاریاں ہوتی تھیں - ایک روٹی پر روغن زیتون ہوتا تھا - دوسری پر شہد - تیسری پر روغن زرد - چوتھی پر پنیر، پانچویں پر بھنا ہوا گوشت اور مچھلیاں بریاں ہوتی تھیں - ان سے تمام قوم کا پیٹ بھر جاتا تھا - اور سب چیزیں بدستور باقی رہتی تھیں ؛

لفظ عائدہ کے یہ معنی نہیں - کہ حضرت عیسیٰؑ کی قوم پر دوسری بار خوان اترتا تھا - بلکہ یہ معنی ہیں کہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر خوان نازل ہوا تھا - پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم پر یہ خوان لگاتار ایک مدت تک اترتا رہا تھا - پھر موقوف ہو گیا - جس کی وجہ حضرت مولانا قدس سرہ العزیز آئندہ شعر میں ارشاد فرماتے ہیں ؛

باز گستاخاں ادب بگذاشتند چوں گدایاں زلہا برداشتند

ترجمہ۔ پھر گستاخوں نے ادب کو چھوڑ دیا۔ اور فقیروں طرح بچا کھچا اٹھانے لگے ؛
مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بعض بے ادبوں نے ترک ادب کیا کہ حرص کے مارے بھک منگوں کی طرح آج کا بچا ہوا کھانا کل کے لئے اٹھا رکھنے لگے۔ خدا پر توکل نہ کیا۔ اور اُس کی رزاقی سے بدظن ہو گئے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حق تعالٰے کے حکم سے بچا کھچا رکھنے کی ممانعت کر دی تھی۔ اِس ترکِ ادب کا نتیجہ یہ نکلا کہ خوان نعمت بند ہو گیا اور غیبی ضیافت کا سامان بالکل اُٹھ گیا ؛
اور بدوں کی گستاخی کے باعث نیک لوگ بھی اس نعمت سے محروم ہو گئے۔ کیونکہ حق تعالٰے نے مائدہ نازل کرنے سے پہلے یہ وعدہ لیا تھا۔ فَمَنْ یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْکُمْ فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُہٗ الخ (جو شخص مائدہ نازل ہونے کے بعد کفران نعمت کریگا۔ تو مَیں اس پر ایسا عذاب بھیجونگا۔ جو جہان والوں میں سے کسی پر نہ بھیجا ہوگا) ؛
چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کفرانِ نعمت کے باعث خوان اُترنا بند ہو گیا۔ اور اسّی آدمی خنزیر کی شکل میں مسخ کئے گئے۔ اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو گئے۔ شریروں اور بے ادبوں کے باعث صالحین نے بھی تکلیفیں اُٹھائیں۔ اور نعمت الٰہی سے محروم رہے ؛
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اگر بنی اسرائیل بے ادبی اور نافرمانی نہ کرتے۔ تو قیامت تک آسمان سے مائدہ نازل ہوتا رہتا۔ کسی کو محنت مشقت اور پیسنے پکانے کی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔ "بلکہ در آتش ہمہ آفاق زد" کے معنی اب اور بھی اچھی طرح ظاہر ہو گئے ؛
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ادب شریعت کو ترک کیا تھا۔ کہ خدا اور اس کے رسولؑ کا حکم نہ مانا۔ اور چونکہ کنگلے تھے۔ ٹکڑے جمع کرنے لگے اور انجام یہ ہوا کہ مُبتلائے عذاب ہوئے ؛

گر دعیسیٰ لابہ ایشاں را کہ ایں دائم ست و کم نہ گردد از زمیں

ترجمہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی چاپلوسی کی۔ کہ یہ ہمیشہ رہیگا۔ اور زمین سے گم نہ ہوگا ؂

مطلب یہ ہے کہ جب بے ادب لوگ تنبیہ اور ممانعت سے نہ مانے۔ تو آپ نے منت اور سماجت سے سمجھایا۔ کہ یہ خوان ہمیشہ نازل ہوتا رہیگا۔ خدا کے لئے بدگمان نہ ہو۔ اور آج کا بچا ہوا کل کے لئے جمع نہ کرو۔ ورنہ اس ترک ادب سے عذاب الٰہی نازل ہوگا ؂

بدگمانی کردن و حرص آوری کفر باشد نزد خوان مہتری

ترجمہ۔ خوان غیب کی بابت بدگمانی اور حرص کرنا کفر ہے ؂

شرح۔ یہ شعر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ بطور نصیحت اپنی قوم کیلئے ہے۔ حاصل یہ ہے کہ خدا سے بدگمانی کرنی۔ اور حرص کے مارے آج کا کھانا کل کے لئے اٹھا رکھنا کفران نعمت ہے۔ اس خوان الٰہی کے پاس بیٹھ کر ایسا کفران تمہارے لئے باعث وبال و کفر ہے ؂

زاں گدا رویانِ نادیدہ ز آز آں درِ رحمت بریشاں شد فراز

ترجمہ۔ ان صورت سوال اور ندیدوں کی حرص کے باعث وہ رحمت کا دروازہ جہان پر بند ہوگیا ؂

لغات۔ گدا رو اس شخص کو کہتے ہیں۔ جس کے چہرے سے بھیک مانگنے کے آثار نمایاں ہوں۔ یعنی صورت سوال نادیدہ یعنی مفلس و حریص جس کو اردو کے محاورے میں ندیدہ کہتے ہیں۔ چونکہ اس قوم میں مانگنے کی عادت تھی۔ اس لئے ان کو گدا رو اور نادیدہ کہا گیا۔ اور بچے کھچے ٹکڑے جمع کرنے کا بھی یہی سبب ہے کہ وہ بھک منگے تھے ؂

مطلب یہ ہے کہ ان بعض بے ادبوں۔ فقیروں اور مفلسوں کے سبب۔ جو فی الواقع فقیر نہ تھے۔ کیونکہ ان پر گھر بیٹھے مائدہ اترتا تھا۔ بلکہ حرص و طمع کے باعث فقیر تھے۔ رحمت حق کا دروازہ ساری قوم پر بند ہوگیا ؂

فراز لغات متضادہ میں سے ہے۔ کشادہ شدہ اور بستہ شدہ دونوں طرح پر آیا ہے۔ اِس جگہ دوسرے معنی مراد ہیں ؛

نان و خوان از آسماں شد منقطع　　بعد ازاں زاں خواں نہ شد کس منتفع

ترجمہ۔ نان اور خوانِ آسمانی بند ہوگیا۔ اس کے بعد اس خوان سے کسی کو فائدہ نہ پہنچا ؛

شرح۔ تارکانِ ادب شریعت اور خدا اور اُس کے رسول کے نافرمانوں کا یہی حشر ہے ؛

ابر نا ید از پئے منع زکوٰت　　وز زنا افتد وبا اندر جہات

ترجمہ۔ زکوٰۃ روک لینے کے باعث ابر نہیں آتا ہے۔ اور زنا کے باعث جہان میں وبا پڑتی ہے ؛

شرح۔ مال و دولت خدا کی امانت اور بہت بڑی نعمت ہے اِس لئے مالداروں پر فرض ہے۔ کہ شکر نعمت ادا کریں اور زکات مال نکال کر محتاجوں کی دُعائیں لیں ؛

زکوٰۃ نہ دینا کفرانِ نعمت ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل پر کفرانِ نعمت کے باعث مائدہ اُترنا موقوف ہوگیا تھا۔ اِسی طرح زکوٰۃ نہ دینے کے باعث ابر منقطع ہوجاتا ہے ؛

اِسی طرح زنا بھی کفرانِ نعمت ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالےٰ نے حلال عورتیں عنایت فرمائی ہیں۔ تو زنا کرنا گویا اس نعمت کو حقیر سمجھنا ہے۔ یا اس طرح سمجھو کہ وہ پانی جو انسان کے پیدا ہونے کا مادہ ہے۔ خدا کی نعمت ہے اور اس کا حرام کے رستے ضائع کر دینا کفرانِ نعمت ہے۔ اس سبب سے اللہ تعالےٰ وبا نازل کرتا ہے اور ہزاروں آدمی مرجاتے ہیں ؛

زانی لوگ چونکہ نطفے کو ضائع کر کے انسانی پیدائش کو کم کر دیتے ہیں۔ اس لئے حق تعالےٰ کا عذاب اُن کے گناہ کے مطابق آتا ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ وبا بھیج کر آدمیوں کو کم کر دیتا ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کی طفیل ہے۔ کہ اس اُمت

کی صورتیں مسخ نہیں ہوتی ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں گناہوں میں ترک ادب شریعت ہے کہ چند بے ادب لوگ مرتکب ہوتے ہیں اور تمام مخلوق پر قحط اور وبا کی مصیبت آجاتی ہے +

ہر چہ آید بر تو از ظلمات غم — آں ز بے باکی و گستاخی ست ہم

ترجمہ - جو کچھ تجھ پر غم کی تاریکیاں آتی ہیں، وہ تیری ہی بے باکی اور گستاخی کا باعث ہیں +

شرح - چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنی حالت کو نہ بدلے) یعنی عذاب الٰہی اُسی وقت نازل ہوتا ہے جب لوگ نکوکاری چھوڑ کر بدکاری کے افعال کا ارتکاب کریں۔ تو ترک ادب شریعت ہوتا ہے + نیز حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ (جو مصیبت تم پر پڑتی ہے۔ وہ تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے)

ہر کہ گستاخی کند در راہ دوست — رہزنِ مرداں شد و نامرد اوست

ترجمہ - جو کوئی دوست کے رستے میں گستاخی کرتا ہے۔ وہ مردوں کا رہزن اور نامرد ہے +

شرح - راہ دوست سے حق تعالیٰ کی مرضی مراد ہے۔ اور گستاخی کرنے سے اُس کے احکام پر عمل نہ کرنا مقصود ہے۔ گستاخ کو رہزن مرداں اس لئے کہا ہے کہ اس کے سبب نیک لوگ بھی جو مردانِ خدا ہیں، بلاؤں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور گستاخ آدمی کو نامرد کہنے کا باعث بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ جو شخص احکام الٰہی کا پابند اور مطیع نہیں ہے وہ گویا سُست ہے خدا کے احکام کے بجالانے سے جی چراتا ہے اور کام سے جی چرانا نامردوں کا شیوہ ہے +

از ادب پر نور گشتہ ایں فلک — وز ادب معصوم و پاک آمد ملک

ترجمہ۔ ادب ہی کے باعث یہ آسمان نور سے پُر ہے اور ادب ہی کے باعث فرشتے معصوم اور پاک ہیں ٭

شرح یعنی آسمان ادب خدمت کے سبب (کہ خدا کے حکم سے بلا ستون قائم ہے اور اسی کے حکم سے گردش کرتا ہے) چاند سورج اور سیاروں اور ستاروں سے منوّر کیا گیا ہے۔ یا پُر نور یعنی فرشتوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ بخلاف زمین کے اگرچہ یہ بھی خدا کے حکم سے قائم ہے۔ مگر بے ادب ہے۔ کیونکہ انسان باوجود خلیفہ الٰہی ہونے کے تمام مخلوقات سے زیادہ نافرمان ہے۔ اسی زمین یعنی خاک سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے زمین کو پستی اور ظلمت دی گئی ہے۔ اور آسمان کو رفعت اور نور عطا ہوا ہے ٭

دوسرے مصرعہ کا یہ مطلب ہے۔ کہ فرشتے ادب خدمت کے باعث معصوم اور پاک ہیں۔ چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ط فرشتے خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم ہوتا ہے ٭

نیز حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط (جب ہم نے فرشتوں کو آدم کے لئے سجدے کا حکم دیا۔ تو سوائے شیطان کے سب سجدے میں گر پڑے) اس لئے فرشتے معصوم رہے اور شیطان راندۂ درگاہ ہوگیا ٭

بد ز گستاخی کسوف آفتاب شد عزازیلے ز جرأت ردّ باب

ترجمہ۔ گستاخی کے باعث آفتاب کا کسوف ہے دلیری کی وجہ سے شیطان شرمندہ ہوا ہے ٭

شرح۔ آدمیوں کی گستاخی کے باعث آفتاب کا نور چھن جاتا ہے حالانکہ آفتاب بالکل بے گناہ ہے۔ مگر بے ادبوں کے باعث اس پر بھی معیبت آجاتی ہے۔ اس صورت میں " بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد " کے معنی بالکل صاف ہو جاتے ہیں۔ اور اس شعر پر پوری طرح چسپاں ہو گئے ہیں ٭

اب اتنی بات رہ گئی کہ آدمیوں کی کونسی گستاخی کے سبب آفتاب کو گھن ہوجاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گستاخی سے آدمیوں کے گناہ مراد ہیں۔ کیونکہ گناہ ظلماتی اور تاریک چیز ہیں۔ اور طاعت الٰہی روشن اور نورانی چیز ہے۔ چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ط اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔ اُن کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور کافروں کے دوست اُن کے بُت ہیں۔ جو اُن کو نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں ؛

اہل تفسیر نے ظلمات سے کفر اور گناہ۔ اور نور سے ایمان اور اطاعت مُراد لی ہے۔ اور اس امر پر مشاہدہ دلالت کرتا ہے کہ بعض اوقات گناہوں کا اندھیرا گنہگار کی ذات تک محدود رہتا ہے۔ اور آگے نہیں بڑھتا ہے۔ چنانچہ گنہگار کا چہرہ بے رونق اور بے رونق ہوجاتا ہے۔ اور اس کے دل کی سیاہی کے باعث اُسے خدا اور رسول اور شریعت کا بتایا ہوا رستہ نہیں سوجھتا ہے اس کا دل رحم سے خالی، ظلم و ستم و حق تلفیوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے ؛

اور بعض اوقات گناہوں کی شامت گنہگار کی ذات تک محدود نہیں رہتی۔ بلکہ اس کے آگے بڑھ کر خاص و عام سب کو گھیر لیتی ہے۔ مثلاً قحط۔ وبا۔ کسوف۔ خسوف انھی گناہوں کے باعث واقع ہوتے ہیں۔ جن کا اثر گنہگار کی ذات سے تجاوز کرکے اور چیزوں پر بھی پڑتا ہے ؛

اور یہ بات بھی ظاہر ہے۔ کہ آئینہ جس قدر صاف ہوگا۔ اسی قدر زیادہ عیب دکھائیگا۔ بنا بریں جس طرح داغ سفید کپڑے پر پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح گناہوں کی تاریکی کا اثر بہ نسبت دیگر اجرام فلکیہ کے چاند اور سورج پر زیادہ پڑتا ہے۔ اسی کا نام خسوف یعنی چاند گہن۔ اور کسوف یعنی سورج گہن ہے۔ اور اس سے بندوں کو تنبیہ مقصود ہے کہ اپنے گناہوں کی تاریکی کا فوری اثر دیکھ کر توبہ اور اطاعت خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں۔ چنانچہ کسوف اور خسوف کے وقت اسی واسطے نماز کا حکم ہے ؛

یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ کسوف سے گناہ اور آفتاب سے قلب مراد ہو۔ یعنی گناہوں سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ترک "ادب شریعت" یعنی آدمیوں کے گناہوں کے باعث چاند اور سورج گہن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی رح فرماتے ہیں ؎

گناہ مے کنی و برزمیں ہمے دانی
کہ ماہ بر فلک از شومی گہنہ گیرد

اور اسی ترک ادب شریعت یعنی حضرت آدم ع کو سجدہ نہ کرنے کے باعث شیطان ہمیشہ کے لئے خجالت زدہ اور راندہ درگاہ اور ملعون ہو گیا ۔

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق　　گردد اندر وادیٔ حیرت غریق

ترجمہ۔ جو شخص طریق میں گستاخی کرتا ہے وہ وادی حیرت میں غرق ہو جاتا ہے ۔

شرح۔ طریق سے یا تو وہی راہ دوست مراد ہے یا طریق سے ادب شریعت ادب خدمت۔ ادب طریقت۔ ادب معرفت مراد ہے۔ جس کی تفصیل مع مثالوں کے سابق میں بیان ہو چکی ہے۔ دوسرے مصرعہ میں غریق وادیٔ حیرت سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ۔ (یعنی کافروں کی جو پرلے درجے کے بے ادب ہیں۔ ایسی مثال ہے جیسا کہ شیطان نے کسی شخص کو ایسی زمین یا جنگل میں پھینک دیا ہو۔ جہاں وہ حیران ہے) یعنی شیطان کے تھپیڑوں سے وہ حیران ہو گیا ہے۔ اور اس کو کچھ بھی نہیں سوجھتا ہے کہ کیا کرے اور کیا دھرے ۔

حال شاہ و میہماں گو بر تمام　　زانکہ پایانی ندارد ایں کلام

ترجمہ۔ بادشاہ و میہمان کا حال پورا کرو۔ کیونکہ یہ کلام بے انتہا ہے ۔

شرح۔ اس کلام سے ادب اور بے ادبی کا بیان مقصود ہے۔ جس کی انتہا نہیں ہے۔ کیونکہ غور کرنے سے ہزاروں مثالیں ایسی ملیں گی کہ باادب اپنے

مطالب پر کامیاب ہوتے ہیں۔ اور بے ادب ہمیشہ خدا کی مہربانیوں سے محروم رہے ہیں +

ناسوت عالم اجسام کو کہتے ہیں۔ یعنی دنیا اور یہ جہان اور مجازاً بمعنے شریعت اور عبادت ظاہری بھی آیا ہے +

ملکوت عالم ارواح اور فرشتگان اور فرشتوں کی عبادت کے مقام کا بھی نام ہے +

جبروت عالم عظمت و جلال و عالم اسماء و صفات الٰہی و مرتبۂ وحدت جو حقیقت محمدیؐ سے عبارت ہے اور مرتبہ صفات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے +

لاہوت عالم ذات الٰہی۔ جس میں سالک کو مقام فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ لاہوت اصل میں لَا هُوَ اِلَّا هُوَ ہے اور حرف ت زائد ہے۔ اور عرب کا قاعدہ ہے کہ جب وہ مشکل الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ تو کچھ حذف کر دیتے ہیں۔ اور کچھ زیادہ کر دیتے ہیں۔ تاکہ محروم لوگ اس کی حقیقت سے محروم رہیں۔ لَا هُوَ نفی ہے۔ یعنی خاص طائفہ افراد کے لئے تجلی صفات نہیں ہے۔ اور لفظ هُوَ اسم ذات ہے۔ اِلَّا هُوَ مگر تجلّی ذات +

اور حق یہ ہے کہ لاہوت اصل لغت میں مصدر ہے۔ فعلوت کے وزن پر ہے اور لَاہٌ سے مشتق ہے۔ جیسے رَغَبُوْتٌ اور رَحَمُوْتٌ ہے۔ اور لفظ اللہ کی اصل لَاہٌ ہے۔ جو لیہ سے لیا گیا ہے۔ لیہ کے معنی پوشیدن پروردہ رفتن ہے۔ ہکذا فی الصراح +

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے عروج اور انبساط کا کیا بیان کیا جائے۔ جو کچھ لکھا جائے۔ دریا میں سے قطرہ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا روم قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں ؎

از درمہا نام شاہاں برکنند　　نام احمدؐ تا قیامت میزنند

ترجمہ۔ بادشاہوں کے نام سکوں پر سے مٹائے جاتے ہیں۔ حضرت احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف قیامت تک جاری رہے گا +

شرح - بادشاہوں کے نام انقلاب سلطنت کے وقت سکہ سے مٹا دئے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت احمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام قیامت تک نقش ہوتا رہے گا۔ اور الواح اور کتب میں برابر لکھا جائیگا۔ کیونکہ آپ کی شریعت قیامت تک قائم رہے گی +

نام احمد نام جملہ انبیاست ۔ چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست

ترجمہ - حضرت احمدؐ کا نام تمام انبیا کا نام ہے۔ ہمارے پاس سو ہیں تو اس میں نوّے بھی ہیں +

شرح - یعنی جس طرح سو کا عدد نوّے کو محیط ہے اور نوّے سو میں داخل ہیں اسی طرح ذات احمدی تمام انبیا علیہم السلام کی ذاتوں کو محیط ہے۔ یعنی اُن میں جتنے کمالات الگ الگ تھے آپ میں بطور مجموعہ ہیں - اور انبیا علیہم السلام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ایسی ہے جیسے تاروں میں چاند کہ تمام تاروں کی حقیقت کو محیط ہے۔ جب چاند نکلتا ہے۔ تو تاروں کے نور کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اسی طرح آپ کی ذات نے تمام انبیا کی ذات کو۔ اور آپ کی شریعت نے تمام شریعتوں کو ڈھانپ رکھا ہے +

حقیقت محمدیہ (صلے اللہ علیہ وسلم) جامع جمیع خلائق - اور فیض رسان تمام خلائق ہے۔ اور ولایت محمدی (صلے اللہ علیہ وسلم) جامع جمیع ولایات اور مقام جامع جمیع مقامات ہے۔ اور آپ کی نبوت اور رسالت جامع جمیع نبوت و رسالت ہے۔ غرضیکہ آپ تمام موجودات کے لئے علت غائی ہیں +

بعض صحیح روایات میں یہ الفاظ موجود ہیں - اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَہٗ اُکْتُبْ فَکَتَبَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ - ثُمَّ قَالَ لَہٗ اُکْتُبْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَکَتَبَہَا ثُمَّ قَالَ لَہٗ اُکْتُبْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَلَمْ یَقْدِرْ یَکْتُبُہَا لِاَنَّہٗ مَظْہَرُ اِسْرَارِ الْعِشْقِ (پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا - اور اس کو کہا کہ لکھ - پس قلم نے تمام گذشتہ اور آیندہ کے حالات لکھ دئے - پھر قلم کو کہا کہ لا الٰہ الا اللہ لکھ - پس اُس نے لکھ دیا۔ پھر اس کو کہا کہ محمد رسول اللہ لکھ - تو قلم اُس کے لکھنے پر قادر نہ ہوا - کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل طور پر مظہر اور اسرار عشق الٰہی ہیں) زبان قلم میں

اتنی طاقت نہ تھی کہ ایسے خاص اور معشوق حقیقی کا نام لکھ سکے۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

وَاِنَّ اَسْمَاءَ مَرَاتِبِ الْاُلُوْهِيَّةِ لَا يَجُوْزُ اِطْلَاقُهَا عَلٰى مَرَاتِبِ الْكَوْنِ وَالْخَلْقِ۔ وَكَذَا لَا يَجُوْزُ اِطْلَاقُ مَرَاتِبِ الْكَوْنِ وَالْخَلْقِ عَلٰى مَرَاتِبِ الْاُلُوْهِيَّةِ ۔

ترجمہ۔ اور یہ بات کہ جو اسماء مراتب الوہیت کے ہیں۔ ان کا مراتب کون اور خلق پر بولنا جائز نہیں ہے۔ اور اسی طرح مراتب کون اور خلق کا مراتب الوہیت پر بولنا جائز نہیں ہے ۔

شرح حقیقت وجود تمام موجودات میں خواہ موجودات ذہنی ہوں، یا موجودات خارجی ہوں سب میں جاری و ساری ہے لیکن مراتب وجود اعتبارات مخصوصہ کے باعث جو کم و بیش باہم متعارف ہیں اور جدا جدا پہچانے جاتے ہیں اور ہر مرتبے کے واسطے اسماء اور صفات اور نسبتیں اور اعتبارات خاص خاص ایسے ہیں۔ جیسے مرتبہ الوہیت اور ربوبیت کا جدا ہے۔ اور مرتبہ عبودیت اور خلقیت کا جدا ہے لہٰذا اسماء مراتب الٰہیہ کا اطلاق اسمائے مراتب کونیہ اور خلقیہ پر ناجائز ہے۔ اور اسی طرح اسمائے مراتب کونیہ اور خلقیہ کا استعمال اسمائے مراتب الٰہیہ پر ناجائز ہے ۔

چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحمان جامی قدس اللہ سرہ السامی ارشاد فرماتے ہیں ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

مراتب کلیہ وغیرہ کے متعلق تفصیل مقام یہ ہے۔ کہ قبل پیدائش ایک ہی ذات تھی۔ جس کو وجود مطلق اور ذات حق کہتے ہیں ۔

اِس ذات کو دو طرح سے جانا جاتا ہے۔ ایک صرف ذات بلا لحاظ صفات جس کو احدیّت اور ذات بحت اور ہستی صرف کہتے ہیں۔ دوسرے ذات مع صفات اور صفات بھی دو قسم پر ہیں۔ مجمل اور مفصل یعنی اسی ذات کے لئے دو طرح کے جلوے ہیں۔ ایک قسم کے تو یہ جلوے ہیں کہ ایک کی شناخت دوسرے سے نہیں ہو سکتی ہے بلکہ ہمیشہ آفتاب کے نور اور برقی روشنی کی طرح جگمگا ئے۔ اس ذات مطلق کو اس طرح لحاظ کریں گے۔ تو اس کو وحدت اور تعین اول اور نور محمدی (صلے اللہ علیہ وسلم) کہیں گے۔ اور اس جلوے کو اس کی شان کہیں گے۔ چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَانٍ (وہ ہر دن نئی شان میں ہے) یعنی حق تعالےٰ ہر ایک استعداد کے مناسب اور اس کے حق کے مطابق افاظت کرتا ہے۔ اور اس کے لئے ہر وقت ایک ہر ایک مخلوق میں نئی شان ہے۔ جو چیز کمالات خیر اور انوار کے لئے تصفیہ اور تزکیہ کی استعداد رکھتی ہے۔ اسی پر وہی فیض ہوتا ہے۔ اور جس چیز کی ہیئت ظلماتی اور رذائل کے لئے استعداد ہے۔ اس پر وہی کچھ فیض ہوتا ہے۔ (تفسیر شیخ اکبرؒ جلد دوم صفحہ ۲۸۱)+

دوسری قسم کے وہ جلوے ہیں۔ کہ ایک دوسرے سے جدا جدا پہچانا جاتا ہے۔ یہ مرتبہ الوہیّت اور ربوبیّت کا ہے۔ اور عالم کی پیدائش کا خواہاں ہے۔ اس مرتبہ کو بلحاظ ذات واحدیّت اور تعین ثانی اور حقیقت انسان کہتے ہیں اور ظاہری صورت کے لحاظ سے اس کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں +

اس مرتبہ میں بعض صفات جمالیہ ہیں جو ظہور کو چاہتی ہیں۔ اور بعض صفات جلالیہ ہیں جو ظہور کو مٹا کر بطون قائم رکھتی ہیں۔ صفات جمالیہ کے لحاظ سے ذات حق کا اسم رحمان اور لطیف ہے۔ اور جلالیہ کے لحاظ سے قہار اور جبار ہے۔ یہ صفات غیر متناہی ہیں۔ اور جو اسماء ان سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ بھی غیر متناہی ہیں +

ربوبیّت کا آغاز اسی مرتبہ سے ہے۔ ظہور کی طرف توجہ کے باعث اس ذات کو اسم ظاہر سے پکاریں گے۔ اور اعیان ثابتہ کو اس مرتبہ میں روح کہیں گے۔ پھر اسماء کی مختلف چال سے عالم مثال برپا ہوا۔ اور اسم مصوّر کا مربوب کہلایا۔ اور جب ان کا

ظہور کمال کو پہنچا۔ تو عالم نے جسمی تعینات میں نمائش دی۔ پس عالم مثال وہی عالم ہے جو عالم اجسام اور عالم ارواح میں ہے +

اور قہاری اسماء ان لطفی اسما کے پیچھے لگے ہوتے ہیں۔ اسمائے لطفی تعینات کی نمائش کرتے ہیں۔ اور قہری اسماء اُن کو مٹاتے ہیں۔ تو کبھی اسماء لطفی ظہور سے معطل اور بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور نہ قہاری اسماء اپنے عمل سے باز رہتے ہیں۔ یہی حق تعالےٰ کے ہاتھ ہیں۔ چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَالسَّمَاءَ بَنَیْنٰھَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (اور ہم نے آسمان کو ہاتھوں سے بنایا۔ اور ہم گنجائش والے ہیں۔ اور دُوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ بَلْ یَدَاہُ مَبْسُوْطَتَانِ (بلکہ اُس کے دونوں ہاتھ فراخ ہیں) +

یہ بھی واضح رہے کہ تجدد وامثال کی بنا انہی ہر دو ہاتھ ربانی پر قائم ہے اور تجدّد امثال کے یہ معنی ہیں کہ ہر وقت جمالی اسماء عالم کو پیدا کرتے ہیں۔ اور جلالی اسمائ عالم کو مٹاتے ہیں۔ چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ بَلْ ھُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (بلکہ وہ کافر نئی پیدائش سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں) اور سورۂ اعراف میں ارشاد ہے۔ کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ (جیسے تم ظاہر ہوئے ہو۔ لوٹو گے) +

ظہور اور بطون کا نام زندگی اور موت ہے۔ حیات جمالی اسماء کا مظہر ہے۔ اور موت جلالی اسماء کا مظہر ہے۔ اور موت اور حیات دونوں مخلوق الٰہی ہیں چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ (اللہ تعالےٰ نے موت اور حیات کو پیدا کیا۔ تاکہ تم کو آزمائے۔ کہ تم میں سے کون اچھے عمل والا ہے +

اور یہ بات ظاہر ہے کہ حق تعالےٰ کے مختلف اسماء اور صفات کے باعث کئی طرح کے نام ہیں۔ اور وہ نور کہ جس سے یہ اجسام دیکھے جاتے ہیں۔ درحقیقت ذات حق ہی کی ظہوری تجلی ہے +

صاحب اصطلاحات صوفیہ نے مراتب کلیہ چھ لکھے ہیں۔ جس کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ مرتبے چھ ہیں۔ ذات احدیت کا مرتبہ۔ اور حضرت الہیت کا مرتبہ اور

وہ واحدیّت کا مرتبہ ہے۔ اور اَرواح مجرّدہ کا مرتبہ اور نفوس عاملہ کا مرتبہ اور وہ عالم مثال اور عالم ملکوت ہے اور ملک کا مرتبہ اور وہ عالم شہادت ہے۔ اور کون جامع کا مرتبہ اور وہ انسان کامل ہے۔ جو سب کا مظہر اور سب کی صورت ہے +

وَاِنَّ لِذَالِكَ الْوُجُوْدِ كَمَالَيْنِ - اَحَدُهُمَا كَمَالٌ ذَاتِيٌّ وَثَانِيْهِمَا كَمَالٌ اَسْمَاءِيٌّ - اَمَّا الْكَمَالُ الذَّاتِيُّ فَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ ظُهُوْرِهٖ تَعَالٰى عَلٰى نَفْسِهٖ بِنَفْسِهٖ فِيْ نَفْسِهٖ لِنَفْسِهٖ بِلَا اِعْتِبَارِ الْغَيْرِ وَالْغَيْرِيَّتِهٖ وَالْغِنَاءُ الْمُطْلَقُ لَازِمٌ بِهٰذَا الْكَمَالِ وَمُغْنِي الْغِنَاءِ الْمُطْلَقِ مُشَاهِدَتُهٗ تَعَالٰى فِيْ نَفْسِهٖ جَمِيْعُ الشُّيُوْنِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ الْاِلٰهِيَّةِ وَ الْكِيَانِيَّةِ مَعَ اَحْكَامِهَا وَلَوَازِمِهَا وَمُقْتَضِيَاتِهَا عَلٰى وَجْهٍ كُلِّيٍّ جُمْلِيٍّ لِانْدَارِجِ الْكُلِّ فِيْ بُطُوْنِهٖ وَوَحْدَتِهٖ - كَانْدِرَاجِ جَمِيْعِ الْاَعْدَادِ فِي الْوَاحِدِ الْعَدَدِيِّ - وَاِنَّمَا سُمِّيَتْ غِنَاءً مُطْلَقًا لِاَنَّهٗ تَعَالٰى بِهٰذِهِ الْمُشَاهِدَةِ مُسْتَغْنِيٌ عَنْ ظُهُوْرِ الْعَالَمِ لِاَنَّهٗ عَلٰى وَجْهِ التَّفْصِيْلِ لَاحَاجَةَ لَهٗ فِيْ حُصُوْلِ الْمُشَاهِدَةِ اِلَى الْعَالَمِ وَمَا فِيْهِ - لِاَنَّ الْمُشَاهِدَةِ

جَمِیْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ حَاصِلَةٌ لَہٗ تَعَالٰی عِنْدَ اِنْدِرَاجِ الْکُلِّ فِیْ بُطُوْنِہٖ وَوَحْدَتِہٖ وَھٰذِہِ الْمُشَاھَدَةُ تَکُوْنُ شُہُوْدًا عَیْنِیًّا عِلْمِیًّا۔ کَشُہُوْدِ الْمُفَصَّلِ فِی الْمُجْمَلِ وَالْکَثِیْرِ فِی الْوَاحِدِ۔ وَالنَّخْلِ مَعَ الْاَغْصَانِ وَتَوَابِعِہِمَا فِی النَّوَاةِ الْوَاحِدَةِ ۞

ترجمہ۔ اور یہ بات کہ اس وجود کے لئے دو طرح کے کمال ہیں۔ ایک کمال ذاتی ہے اور دوسرا اسمائی ہے ۞

لیکن کمال ذاتی۔ اس سے مراد حق تعالےٰ کا ظہور اپنے آپ پر۔ اپنے آپ میں اپنے لئے بدوں لحاظ غیر اور غیریت کے ہے۔ اور اس کمال کو غنائے مطلق لازم ہے ۞

اور غنائے مطلق کے معنی حق تعالےٰ کا مشاہدہ تمام شانوں اور الٰہیہ اور کونیہ اعتباروں کو اُن کے احکام اور لوازم اور تقاضوں سمیت کلی اجمالی طور پر اپنے آپ میں ۞

بوجہ داخل ہونے کل کے بطون اور وحدت ذات میں مثل داخل ہونے تمام اعداد کے واحد عددی میں ۞

اور اس کا نام غنائے مطلق اس واسطے رکھا گیا ہے۔ کہ حق تعالےٰ اس مشاہدہ کے باعث عالم کے ظہور سے تفصیلی طور پر بے پرواہ ہوگیا ہے۔ اور اس کو حصول مشاہدہ کے لئے جہان اور جہان کی چیزوں کی طرف حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ کو تمام موجودات کا مشاہدہ اس کے بطون اور وحدت میں کل کے حاصل ہونے کے باعث حاصل ہے۔ اور یہ مشاہدہ شہود عینی علمی کہلاتا ہے۔ جیسے مفصل چیز کا شہود مجمل ہے۔ اور کثیر کا شہود واحد میں ہے۔ اور جیسے درخت کا شہود۔ شاخوں اور پھل وغیرہ سمیت ایک گٹھلی میں ہے ۞

ان کی وحدت کا پہلے اعتبار سے وہ بھی ذات کے محتاج ہیں۔ اور اس سے فیض اٹھاتے ہیں۔ اور دوسرے اعتبار سے خود اپنی صورتوں کے رب ہیں۔

اور حضرت ذات کی تجلی باطنی یعنی فیض اقدس سے ان کی اور اعیان ثابتہ کی طرف ہمیشہ فیض جاری ہے۔ پھر فیض مقدس سے جو حضرت الٰہیہ کی ظاہری تجلی ہے۔ اعیان خارجیہ کی طرف فیض پہنچتا ہے۔ اور ہر عین اشخاص تک اپنے ماتحت کے لئے اس فیض کے پہنچنے میں واسطہ ہے۔ اگرچہ ہر ایک موجود کو اس وجہ سے جو حق تعالیٰ کے ساتھ ملتی ہے بلا واسطہ بھی فیض پہنچتا رہتا ہے۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز نے بھی فیض کو مطلقاً حضرت جمع کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور چونکہ اعیان اپنے ماتحت کو فیض پہنچاتے ہیں۔ اور اسماء بلحاظ تکثر حضرت جمع سے فیض اٹھاتے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے ہر ایک فیاض اور فیض اٹھانے والا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اعیان کے تعین اور ان کے باہمی امتیاز۔ عدم کی طرف راجع ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی حقیقت اور وجودی تعین سے وجود کا عین ہیں۔

وَاِنَّ ذَالِكَ الْوُجُوْدَ لَيْسَ بِحَالٍ فِي الْمَوْجُوْدَاتِ وَلَا مُتَّحِدًا بِهَا۔ لِاَنَّ الْحُلُوْلَ وَالْاِتِّحَادَ لَا بُدَّ لَهُمَا مِنَ الْمَوْجُوْدَيْنِ حَتّٰى يَحِلَّ اَحَدُهُمَا فِي الْاٰخَرِ وَيَتَّحِدَ اَحَدُهُمَا بِالْاٰخَرِ۔ وَالْوُجُوْدُ وَاحِدٌ لَا تَعَدُّدَ لَهٗ اَصْلًا وَاِنَّمَا التَّعَدُّدُ فِي

الصِّفَاتِ عَلٰی مَا یَشْھَدُ بِہٖ ذَوْقُ الْعَارِفِیْنَ وَوِجْدَانُھُمْ وَاِنَّ الْعُبُوْدِیَّۃَ وَالتَّکَالِیْفَ وَالرَّاحَۃَ وَالْعَذَابَ وَالْاٰلَامَ کُلُّھَا رَاجِعَۃٌ اِلَی التَّعَیُّنَاتِ ۔

ترجمہ ۔ اور تحقیق وجود حق نہ تو موجودات میں گھسنے والا ہے ۔ اور نہ ایک ہو جانے والا ہے ۔ کیونکہ گھسنے اور ایک ہونے کے لئے دو موجودوں کی ضرورت ہے ۔ تاکہ ایک دوسرے میں گھسے ۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو جائے ۔ حالانکہ وجود ایک ہے ۔ بہت نہیں ہے ۔

اور جو بہت نظر آتے ہیں ۔ وہ تعدد صفات میں ہیں ۔ جس طرح عارفوں کا ذوق اور اُن کا وجدان (معلوم کرنا) گواہی دیتا ہے ۔

اور یہ بات کہ بندگی اور تکلیفیں اور راحت اور عذاب ۔ اور کئی طرح کے دکھ اور سکھ سب کے سب تعینات کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔

شرح ۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ کہ تفسیر حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز سے بسم اللہ شریف کی تفسیر نقل کی جائے ۔ تاکہ تحفہ مرسلہ شریف کے گذشتہ اور آیندہ بہت سے مقام حل ہو جائیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہر ایک چیز کا اسم وہی ہوتا ہے ۔ جس سے وہ پہچانی جاتی ہے ۔ اللہ کے اسماء وہ صورتیں نوعیہ ہیں ۔ جو اپنے خصائص اور ہویات کے ساتھ ۔ اللہ تعالٰے کی ذات اور صفات پر ۔ اور اپنے وجود کے ساتھ وَجْہُ اللّٰہِ پر ۔ اور اپنے تعین کے ساتھ اللہ کی ذات پر دلالت کرتے ہیں ۔ کیونکہ اسماء کے ظواہر ہیں ۔ جن سے کہ وہ پہچانا جاتا ہے ۔

اور اللہ ذات الٰہی کا اسم ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ! وہ! مطلق طور پر ہے۔ جس میں وصفوں کے ساتھ متصف ہونے اور نہ متصف ہونے کا اعتبار نہیں ہے +

اور الرّحمٰن وہ ذات ہے۔ جو تو کل پر حسب تقاضائے حکمت اور حسب برداشت قوابل وجبہ ہدایت پر وجود اور کمال کا فیض عنایت کرتی ہے +

اور الرّحیم وہ ذات ہے جو نوع انسانی پر حسب نہایت کمال معنوی خاص فیض دیتی ہے۔ اسی واسطے یَارَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَرَحِیْمُ الْاٰخِرَۃِ (اے دنیا کے رحمٰن اور آخرت کے رحیم) کہا گیا ہے +

پس بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے یہ معنی ہوئے کہ میں صورت انسانی کامل کے ساتھ جو رحمت عامہ اور خاصہ کو جمع کرنے والی ہے۔ اور جو ذات الٰہی اور حق اعظمی کا تمام صفات سمیت مظہر ہے۔ شروع کرتا ہوں۔ اور پڑھتا ہوں +

اور وہ اسم اعظم ہے۔ اور اسی معنی کی طرف نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔ اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَبُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں۔ اور میں مکارم اخلاق کو پورا کرنے کے واسطے بھیجا گیا ہوں) کیونکہ کلمات موجودات کے حقائق اور اعیان ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام کَلِمَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ ہے۔ اور مکارم اخلاق ان کے کمالات اور خواص ہیں۔ جو ان کے افعال کے مصدر ہیں۔ اور سب کے سب کون جامع انسانی محصور ہیں +

اور اس جگہ ایک لطیفہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام نے حروف تہجی کو مراتب موجودات کے مقابلے میں وضع کیا ہے۔ اور بعض حضرت عیسے علیہ السلام کی کلام ہیں۔ اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی کلام ہیں۔ اور بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ جو اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے +

اسی واسطے بیان کیا گیا ہے کہ موجودات بائے بسم اللہ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ وہی ایک حرف ہے جو الف کے متصل ہے۔ وہ الف جو ذات اللہ کے

مقابلے میں وضع کیا گیا ہے۔ وہ عقل اوّل کی طرف اشارہ ہے۔ جو اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ (سب سے پہلے اللہ نے پیدا کیا) ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے قول میں مخاطب ہے۔ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَحَبَّ اِلَیَّ وَالْاَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْكَ بِكَ اُخْطِيُ وَبِكَ اٰخُذُ۔ وَبِكَ اُثِيْبُ وَبِكَ اُعَاقِبُ اَلْحَدِيْث (میں نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو میری طرف تجھ سے زیادہ محبوب اور مکرم ہو۔ میں تیرے ہی باعث دیتا اور لیتا ہوں۔ اور تیرے ہی باعث ثواب دیتا ہوں۔ اور عذاب کرتا ہوں۔ آخر حدیث قدسی تک +

اور اس کلمے کے بولنے کے حروف اٹھارہ ہیں۔ اور لکھنے میں انیس ہیں۔ اور جب کلمات جدا جدا کئے جائیں۔ تو بائیس حرف ہیں۔ اٹھارہ حروف اٹھارہ ہزار عالم کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ الف عدد پورا ہے۔ جو باقی عددوں کے مراتب پر شامل ہے۔ اور وہ الف تمام مراتب کی اصل ہے۔ جس کے اوپر اور کوئی عدد نہیں ہے۔ پس ان اٹھارہ حروف سے عوالم کلیہ کو تعبیر کیا گیا ہے۔ (۱) عالم جبروت (۲) عالم ملکوت (۳) عالم عرش (۴) عالم کرسی (۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱) سات آسمانوں کے سات عالم (۱۲-۱۳-۱۴-۱۵) چار عناصر کے چار عالم (۱۶-۱۷-۱۸) موالید ثلاثہ تین عالم یعنی عالم جماد۔ عالم نبات۔ عالم حیوان۔ یہ اٹھارہ عالم کلیہ اپنے اپنے عالم جزئیہ کی طرف منقسم ہیں +

اور انیس حروف عالم انسان کے ساتھ ان اٹھارہ عوالم گذشتہ کی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ عام انسان عالم حیوان میں داخل ہے۔ لیکن وہ اپنی شرافت اور کل کے لئے جامعیّت کے باعث۔ اور وجود کو گھیرنے کے باعث دوسرا عالم ہے۔ اس لئے کامل طور پر شان اور جنس اور برہان ہے۔ جیسے جبرائیل علیہ السلام کیلئے فرشتوں میں ہے۔ چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَجِبْرِيْلَ اور اس کے فرشتے اور جبریل)۔ اور تین الف جو حجاب میں ہیں۔ جو کلمات کو انفصال کے وقت بائیس کا عدد پورا کرنے والے ہیں۔ عالم الٰہی حق کی طرف باعتبار ذات اور صفات اور افعال کے اشارہ کرتے ہیں۔ تو یہ تفصیل کے اعتبار سے تین عالم ہیں۔ اور تحقیق کے اعتبار سے ایک عالم ہے +

اور تین الف جو لکھے گئے ہیں۔ ان عوالم کے مظہر اعظمی انسانی پر۔ ظہور کی طرف اشارہ ہیں۔ اور عوالم الٰہی کے حجاب کے باعث۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا گیا کہ با کے بعد کا الف کہا گیا؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو شیطان نے چرا لیا۔ اور آپ نے حکم دیا کہ بسم اللہ کی با کو دراز کیا جائے۔ تاکہ الف کا عوض ہو جائے۔ یہ اشارہ ہے کہ الوہیت الٰہی۔ رحمت انتشاری کی صورت کے حجاب میں ہے۔ اور اس کا ظہور انسانی میں ہے۔ سوائے اُس کے اہل کے اور کوئی اُس کو نہیں سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے الف کو با کی وضع میں اجنبی کر کے رکھا ہے +

اور نیز حدیث شریف میں وارد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (تحقیق اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) پس ذات صفات میں محجوب ہے۔ اور صفات افعال ہیں۔ اور افعال اکوان اور آثار میں محجوب ہیں۔ تو جس شخص پر اکوان کے حجاب اٹھ کر افعال کی تجلی ہوتی ہے۔ وہ شخص توکل کرتا ہے۔ اور جس شخص پر افعال کے حجاب اٹھ کر صفات کی تجلی ہوتی وہ شخص رضا اور تسلیم میں رہتا ہے۔ اور جس شخص پر صفات کے حجاب اٹھ کر ذات کی تجلی ہوتی ہے۔ وہ شخص وحدت میں فنا ہو کر توحید مطلق پر قائم ہو جاتا ہے۔ کرتا ہے جو کچھ وہ کرے۔ اور پڑھتا ہے جو کچھ وہ پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط حاصل یہ ہے کہ توحید افعال۔ توحید صفات پر مقدم ہے۔ اور توحید صفات توحید ذات پر مقدم ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سہ توحید کی طرف اپنے سجدے میں اپنے قول کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔ اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ۔ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ۔ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ (میں تیری معافی کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غصے سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں تیرے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں)۔ اگرچہ سب صفات اور احوال اور افعال جو مظاہر سے ظاہر ہوتے ہیں حقیقت میں حق تعالےٰ کی طرف منسوب ہیں۔ اور جب کسی امر میں برائی معلوم ہوتی ہے۔ تو وہ کسی امر کی عدمیت کے باعث ہوتی ہے۔ کیونکہ وجود اپنے آپ میں خیر محض

ہے - اور شر کا متوہم ہونا کسی اور امر وجودی کی عدمیت کے باعث ہے - جیسے فعل قتل جو بظاہر شر معلوم ہوتا ہے - حالانکہ قدرت قاتل اور قاطعیت آلۂ قتل - اور قابلیت عضو مقتول - یہ سب کمالات ہیں - ان کے سبب سے شر نہیں ہے - بلکہ زوال جان کے باعث جو ایک عدمی امر ہے - شر متوہم ہوتی ہے ؛

علاوہ اس کے شر خالق کی طرف سے نہیں ہے - بلکہ مخلوق متعین کی طرف سے ہے - چنانچہ حق تعالٰے ارشاد فرماتا ہے - قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ - (اے رسولؐ ! ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں رب فلق کے ساتھ مخلوق کی شر سے پناہ مانگتا ہوں) غرض حضرت وجود خیر محض ہے - اس میں شر نام کو بھی نہیں ہے ؛

وَاِنَّ ذَالِكَ الْوُجُوْدَ بِاعْتِبَارِ مَرْتَبَةِ الْاِطْلَاقِ مُنَزَّهٌ عَنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ كُلِّهَا - وَاِنَّ ذَالِكَ الْوُجُوْدَ مُحِيْطٌ بِجَمِيْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ كَاِحَاطَةِ الْمَلْزُوْمِ بِالْاَزِمِ وَالْمَوْصُوْفِ بِالصِّفَاتِ لَا كَاِحَاطَةِ الظَّرْفِ بِالْمَظْرُوْفِ اَوِ الْكُلِّ بِالْجُزْءِ تَعَالٰى عَنْ ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا

ترجمہ - اور وہ وجود مرتبہ اطلاق کے اعتبار سے ان تمام چیزوں سے بری ہے - اور تحقیق وہ وجود تمام موجودات کو محیط ہے - جیسے ملزوم کا اپنے لازم کو - اور موصوف کا اپنی صفات کو احاطہ ہوتا ہے - ایسا احاطہ نہیں ہے جیسا ظرف کا اپنے مظروف کو - یا کل اپنے جزء کو احاطہ ہوتا ہے - کیونکہ ذات حق ایسی باتوں سے بزرگ اور برتر ہے ؛

شرح - ذوات موجودات ظہور میں آنے سے پہلے باطن میں نہیں - اور

ظاہر میں حق تھا۔ اور جب ظہور میں موجودات آئے۔ تو ظاہر میں خلق اور باطن میں حق ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس وقت وجود الٰہی باطن میں ہے۔ تو بطور معتدل کے ہوگا۔ بلکہ وہ وجود اب بھی خارج میں موجود اور محسوس ہے +

چنانچہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز ارشا فرماتے ہیں۔ اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَالْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ (کہ حق محسوس اور مخلوق معقول ہے) مثلاً لکڑی کی ہزارہا طرح کی چیزیں بنی ہوئی ہیں۔ میز۔ کرسی۔ الماری وغیرہ۔ محسوس لکڑی ہے۔ اور معقول۔ وہ الگ الگ چیزیں ہیں۔ اسی طرح حق اور مخلوق کو محسوس اور معقول سمجھو +

وَاِنَّ ذَالِكَ الْوُجُوْدَ كَمَا اَنَّهٗ بِاِعْتِبَارِ مَحْضِ اِطْلَاقِهٖ سَارٍ فِىْ ذَوَاتِ جَمِيْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ بِحَيْثُ يَكُوْنُ ذَالِكَ الْوُجُوْدُ فِىْ تِلْكَ الذَّوَاتِ عَيْنَ تِلْكَ الذَّوَاتِ. كَمَا كَانَتْ تِلْكَ الذَّوَاتُ قَبْلَ الظُّهُوْرِ فِىْ تِلْكَ الْوُجُوْدِ عَيْنَ ذَالِكَ الْوُجُوْدِ كَذَالِكَ الصِّفَاتُ الْكَامِلَةُ لِذَالِكَ الْوُجُوْدِ بِاِعْتِبَارِ كُلِّيَّتِهَا وَاِطْلَاقِهَا سَارٍ فِىْ جَمِيْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ بِحَيْثُ تَكُوْنُ تِلْكَ الصِّفَاتُ الْكَامِلَةُ فِىْ ضِمْنِ صِفَاتِ الْمَوْجُوْدَاتِ عَيْنَ صِفَاتِ الْمَوْجُوْدَاتِ. كَمَا كَانَتْ صِفَاتُ الْمَوْجُوْدَاتِ قَبْلَ الظُّهُوْرِ فِىْ تِلْكَ الصِّفَاتِ الْكَامِلَةِ

عَیْنَ تِلْکَ الصِّفَاتِ الْکَامِلَۃِ - وَاِنَّ الْعَالَمَ بِجَمِیْعِ اَجْزَائِہٖ اَعْرَاضٌ وَالْمَعْرُوْضُ ھُوَ الْوُجُوْدُ ؛

ترجمہ - اور وہ وجود جیسا کہ اپنے محض اطلاق کے لحاظ سے تمام موجودات کی ذاتوں میں سرایت کرنے والا ہے - اس طرح کہ وجود ان ذاتوں میں ان ذاتوں کا عین ہے - جیسا کہ یہ ذاتیں ظہور کے پہلے اس وجود میں اُس وجود کی عین تھیں - ایسا ہی اس وجود کی صفات کاملہ - اپنی کلیت اور اطلاق کے اعتبار سے تمام موجودات میں سرایت کرنے والی ہیں - اس طرح کہ یہ صفات کاملہ - صفات موجودات کے ضمن ہیں - صفات موجودات کی عین ہیں جیسا کہ موجودات کی صفات ظہور سے پہلے ان صفات کاملہ میں ان صفات کاملہ کی عین تھیں - اور یہ بات کہ عالم اپنے تمام اجزا کے ساتھ اعراض ہے - اور وجود معروض ہے ؛

شرح - حضرت شیخ اکبر قدس سرالعزیز سورۂ اخلاص کی تفسیر اس طرح بیان فرماتے ہیں - قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (کہہ دو کہ وہ اللہ احد ہے) لفظ قُلْ عین الجمع ہے امر کا صیغہ ہے - اور مظہر تفصیل پر وارد ہے ؛

ھُوَ سے صرف حقیقت احدیت مراد ہے - یعنی ذات اس حیثیت سے کہ وہ ذات ہے بغیر اعتبار کسی صفت کے - سوائے ذات کے اُس کو اور کوئی نہیں پہچانتا ہے ؛

اللّٰہ لفظ ھُوَ سے بدل ہے - اور وہ اسم ذات مع جمیع صفات ہے - لفظ اللہ کو بدل میں لانے کا یہ مطلب ہے کہ حق تعالےٰ کی صفات ذات پر زائد نہیں ہیں - بلکہ وہ عین ذات ہیں - صرف اعتبار عقلی سے فرق ہے - اسی واسطے اس سورت کا نام سورۂ اخلاص ہے - کیونکہ کثرت کی ملاوٹ سے حقیقت احدیت کو خالص کرتا ہے ؛

جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالےٰ

کے لئے کمالِ اخلاص۔ اِس سے صفات کو نفی کرتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک صفت اپنے موصُوف سے غیر ہونے پر شہادت دیتی ہے۔ اور ہر ایک موصوف صفت کے غیر ہونے پر شہادت دیتا ہے۔ اور اِس شخص کو مجھ سے دُور کرو۔ جو حق تعالےٰ کی صفات کو لَا هُوَ اور لَا غَیْرُہٗ کہتا ہے۔ یعنی لَا هُوَ باعتبار عقل کے ہیں۔ اور لَا غَیْرُہٗ باعتبار حقیقت کے ہیں +

اَحَدٌ مبتدا کی خبر ہے۔ اور فرق اَحَدٌ اور وَاحِد میں یہ ہے کہ اَحَد وہ صرف ذات بلا اعتبار کثرت کے ہے۔ یعنی حقیقت محض جو عَین کافوری کا منبع ہے۔ بلکہ وہ خود عین کافوری ہے۔ بلکہ وہ وجود بحیثیت وجود۔ بلا قید عمُوم وخصوص ہے۔ اور بلا شرط عروض اور لا عروض ہے +

اور واحد وہ ذات مع اعتبار کثرت صفات ہے۔ اور وہ حضرت اسمائی ہے۔ کیونکہ اسم ذات مع صفت ہؤا کرتا ہے +

چو حقیقت محض صرف ذات حق ہی کو معلوم ہے۔ اس کو لفظ هُوَ سے بیان کیا ہے۔ اور اس کے بدل میں ذات مع جمیع صفات بیان کی گئی ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ وہ حقیقت عین ذات ہے۔ اور پھر اس کی خبر اَحَدِیّت کے ساتھ دی۔ تاکہ معلوم ہو کہ کثرت اعتباری حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اُس کثرت نے اُس کی احدیت کو باطل نہیں کیا ہے۔ اور نہ اس کی وحدت میں اثر کیا ہے۔ بلکہ حضرت واحدیّت وہ بالکل حقیقت کے اعتبار سے حضرت احدیّت ہے۔ مثلاً جیسے دریا میں قطروں کا وہم ہوتا ہے +

اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے، یعنی ذات حضرت واحدیّت میں اسماء کے اعتبار سے کل چیزوں کے لئے مطلق طور پر سہارا ہے۔ کیونکہ ہر ایک ممکن اس کی طرف محتاج ہے۔ اور اسی کے ساتھ اُس کا ہوتا ہے۔ پس وہ غنی مطلق ہے۔ اور ہر ایک چیز اُس کی طرف محتاج ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ (اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو) +

اور جب کہ ماسوا اُسی کے وجُود کے ساتھ موجُود ہے۔ اور اپنے آپ میں کوئی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ جو امکان ماہیّت کو لازم ہے۔ وہ وجود کا تقاضا

نہیں کرتا ہے۔ لہذا ذات حق کی ہم جنس اور مثل وجود میں کوئی چیز نہیں ہے ÷

لَمْ یَلِدْ (اس نے کسی کو جنا نہیں ہے) کیونکہ اس کے معلول اس کے ساتھ موجود نہیں ہیں۔ بلکہ اس کی وجہ سے ہیں۔ وہ معلول اسی کی وجہ سے ہیں۔ اور اپنے آپ میں کچھ نہیں ہیں ÷

وَلَمْ یُوْلَدْ (اور نہ وہ جنا گیا ہے) کیونکہ وہ صمد مطلق ہے۔ وجود میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ اور چونکہ اس کی ہویّت احدیّت کثرت اور انقسام کے قابل نہ تھی۔ اور وحدت ذاتی کسی غیر کے ساتھ نہ تھی۔ کیونکہ ماسوا وجود مطلق کے عدم محض ہے۔ لہذا اس کے برابر کوئی نہیں ہے ÷

وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ (اور اس کی رشتہ داری نہیں ہے۔ احد ہے) کیونکہ عدم محض۔ وجود مطلق کی برابری نہیں کر سکتا ہے۔ اسی واسطے اس سورت کا نام سورۂ اساس ہے۔ کیونکہ دین کی بنیاد توحید ہے۔ بلکہ وجود کی بنیاد توحید پر ہے ÷

اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اُسِّسَتِ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرَضُوْنَ السَّبْعُ عَلٰی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَهُوَ مَعْنٰی صَمَدِیَّتِهٖ (سات آسمان اور سات زمین کی بنیاد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پر رکھی گئی ہے۔ اور اس کی صمدیّت کے یہی معنی ہیں ÷

وَاِنَّ لِلْعَالَمِ ثَلٰثُ مَوَاطِنَ اَحَدُهَا التَّعَیُّنُ الْاُوْلٰی وَیُسَمّٰی فِیْهِ شُیُوْنًا وَثَانِیْهَا التَّعَیُّنُ الثَّانِیُّ وَیُسَمّٰی فِیْهِ اَعْیَانًا ثَابِتَةً۔ وَثَالِثُهَا فِی الْخَارِجِ وَیُسَمّٰی فِیْهِ اَعْیَانًا خَارِجِیَّةً، وَاِنَّ

اَلْاَعْیَانَ الثَّابِتَۃَ مَاشَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ وَ اِنَّمَا الظَّاہِرُ اَحْکَامُہَا وَاٰثَارُہَا۔ وَاِنَّ الْمُدْرَكَ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ ھُوَالْوُجُوْدُ وَبِوَاسِطَۃِ یُدْرَكُ ذَالِكَ الشَّیْءُ كَالنُّوْرِ بِالنِّسْبَۃِ اِلٰی سَائِرِ الْاَلْوَانِ وَالْاَشْكَالِ وَلِاَجْلِ دَوَامِ الظُّہُوْرِ وَشِدَّتِہٖ لَایَعْلَمُ ھٰذَا الْاِدْرَاكَ اِلَّا الْخَوَاصُّ

ترجمہ۔ اور یہ بات کہ اس عالم کے لئے تین محل ہیں۔ ایک کو تعین اولے کہتے ہیں۔ اور اس میں شیون نام رکھا جاتا ہے۔ اور دُوسرا تعین ثانی ہے اور اس کا نام اعیان ثابتہ رکھا جاتا ہے۔ اور تیسرا خارج میں ہے اور اس میں اعیان خارجیہ نام رکھا جاتا ہے۔

اور یہ بات کہ اعیان ثابتہ نے وجود کی بو تک نہیں سونگھی ہے۔ اور جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ اُن کے احکام اور آثار ہیں۔ اور ہر ایک چیز میں وجود کا ادراک ہوتا ہے۔ اور وجود کے ذریعے سے وہ چیز جاتی رہتی ہے۔ جیسے کہ نور کی نسبت تمام رنگوں و شکلوں کے ساتھ ہے۔ اور بوجہ ہمیشگی ظہور اور اس کے غلبے کے اس ادراک کو سوائے خاص لوگوں کے اور کوئی نہیں جانتا ہے۔

شرح۔ حکما بیان کرتے ہیں کہ حقیقت میں رنگوں کا وجود اپنا نہیں ہے بلکہ نوروں کی شعاعوں کے باعث، جیسے نورانی چیزوں کا عکس پڑتا ہے۔ طرح طرح کے رنگ نظر آتے ہیں۔ علٰے ہذا القیاس اعراض اپنا وجود نہیں رکھتے ہیں۔ بلکہ وہی ہستی مطلق رنگا رنگ اعتبارات کے ساتھ نظر آ رہی ہے۔

جس سے عوام الناس بے خبر ہیں ؎

یہ بھی واضح رہے کہ حکمائے شراقیین اور اہل کلام اور بعض صوفیائے کرام اس عالم کے لئے وجود ظلی ثابت کرتے ہیں۔ اور اس کو محض وہمی اور اعتباری نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ بطور حقیقت تسلیم کرتے ہیں۔ اور اکثر فرقے توحید وجودی اور وجوبی اور شہودی کے وجود عالم کو حقیقی مانتے ہیں۔ چنانچہ اہل کلام کا مقولہ ہے۔ حَقَائِقُ الْاَشْیَاءِ ثَابِتَۃٌ عِنْدَنَا وَالْعِلْمُ بِھَا مُتَحَقِّقٌ (کہ ہمارے نزدیک چیزوں کی حقیقتیں ثابت ہیں۔ اور ان کا علم یقینی ہے) ؎

حاصل یہ ہے کہ تجدد امثال جاری رہے۔ عالم کو ہر آن میں فنا اور بقا ہے۔ جمالی اسماء بقا کو چاہتے ہیں۔ اور جلالی اسماء فنا کرتے ہیں۔ لیکن یہ سلسلہ اس تیزی کے ساتھ جاری ہے کہ ماسوائے عارف الٰہی کے اس کو عام لوگ نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ تجدد امثال سابق میں بیان ہو چکا ہے ؎

وَاِنَّ الْقُرْبَ قُرْبَانِ۔ قُرْبُ النَّوَافِلِ۔ وَقُرْبُ الْفَرَائِضِ۔ اَمَّا الْقُرْبُ النَّوَافِلِ فَھُوَ زَوَالُ صِفَاتِ الْبَشَرِیَّۃِ۔ وَظُھُوْرُ صِفَاتِہٖ تَعَالٰی بِاَنْ یُّحْیِیَ وَیُمِیْتَ بِاِذْنِہٖ تَعَالٰی۔ وَیَسْمَعُ وَیُبْصِرُ مِنْ جَمِیْعِ جَسَدِہٖ لَا مِنْ مَّنَ الْاُذُنِ وَالْعَیْنِ فَقَطْ۔ وَکَذَا یَسْمَعُ الْمَسْمُوْعَاتِ مِنْ بَعِیْدٍ وَ عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسِ۔ وَھٰذَا مَعْنٰی فَنَاءِ الصِّفَاتِ فِیْ صِفَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَھُوَ ثَمَرَۃُ النَّوَافِلِ

ترجمہ۔ اور یہ بات کہ قرب دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک قرب نوافل اور دوسرا قرب فرائض۔ لیکن قرب نوافل۔ وہ بشری صفات کا زوال۔ اور اللہ تعالےٰ کی صفات کا ظہور ہے۔ اس طرح کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے ساتھ زندہ کرے اور مارے۔ اور صرف اپنے کان اور آنکھ ہی سے اس کا سُننا اور دیکھنا نہ ہو۔ بلکہ تمام جسم کے ساتھ سُنے اور دیکھے۔ اور اسی طرح آوازوں کو دُور سے بھی سُن سکے۔ اور اسی طرح سب صفات ہو جائیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی صفات کے فنا ہونے کا یہی مطلب ہے۔ اور یہ نفلوں کا ثمرہ ہے +

شرح۔ لفظ فنائے صفات۔ یا زوال صفات سے۔ اس کے لغوی معنی مراد نہیں ہیں۔ بلکہ فنا سے مراد اہل تصوف کے نزدیک فنائے آثار ہے۔ اور ممکن کا فنا واجب میں اس طرح ہوتا ہے کہ واجب کے ظہور کے وقت امکانی آثار مضمحل ہو جائیں۔ اور وجوبی آثار قائم ہو جائیں۔ جیسے چراغ کا نور آفتاب نیم روز میں مضمحل ہو جاتا ہے۔ اَلْمُحْدَثُ اِذَا قُوْرِنَ بِالْوَاجِبِ لَمْ یَبْقَ لَہٗ اَثَرٌ (جب ممکن کی واجب کے ساتھ مقاربت ہوتی ہے۔ تو اُس کا اثر باقی نہیں رہتا ہے) +

مقام فنا کی صورت میں صفات عبدی۔ صفات حق میں محو ہو جاتی ہیں۔ گویا حق تعالےٰ فاعل اور بندہ اُس کا آواز ہوتا ہے۔ اور قرب نوافل کی صورت میں بندہ فاعل اور حق تعالےٰ اس کا آواز ہوتا ہے +

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَنَّ اللّٰہَ تعالیٰ قَالَ عَلٰی لِسَانِ عَبْدِہٖ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (تحقیق اللہ تعالےٰ اپنے بندے کی زبان پر کہتا ہے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (اللہ اپنے حمد کرنے والے کی سُنتا ہے) اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ رضؓ (تحقیق حق عمر رضؓ کی زبان پر بولتا ہے) +

قرب نوافل میں عبودیت کی جہت مغلوب اور حقانی جہت غالب ہو جاتی ہے۔ یعنی صفات عبد۔ صفات حق میں مضمحل ہو جاتی ہیں۔ اسی واسطے بندے کے اعضا اور قویٰ اور جوارح عین حق ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں بندہ فاعل

اور مدرک ہوتا ہے۔ اور حق تعالےٰ بجائے اعضا اور قوائے کے ہوتا ہے۔ یعنی بندے کا اوزار بن جاتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری رح کی روایت کی ہوئی حدیث قدسی مشہور ہے۔ جس میں بِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یَبْصُرُ موجود ہے ؛

وَاَمَّا قُرْبُ الْفَرَائِضِ فَھُوَ فَنَاءُ الْعَبْدِ بِالْکُلِّیَّۃِ عَنْ شُعُوْرِ جَمِیْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ حَتّٰی عَنْ نَفْسِہٖ اَیْضًا بِحَیْثُ لَمْ یَبْقَ فِیْ نَظَرِہٖ اِلَّا وُجُوْدُ الْحَقِّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی ھٰذَا مَعْنٰی فَنَاءِ الْعَبْدِ فِی اللّٰہِ تَعَالٰی وَھُوَ ثَمَرَۃُ الْفَرَائِضِ

ترجمہ - اور قرب فرائض اس کو کہتے ہیں کہ بندہ پورے طور پر تمام موجودات کے شعور سے یہاں تک کہ اپنے آپ کے شعور سے بھی فنا ہو جائے۔ اس حد تک کہ اس کی نظر میں سوائے وجود حق سبحانہٗ و تعالےٰ کے اور کوئی چیز باقی نہ رہے۔ بندے کے اللہ تعالےٰ میں فنا ہونے کے یہی معنی ہیں۔ اور یہ فرائض کا نتیجہ ہے ؛

شرح - حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے بندے ہیں۔ جو نہ تو نبی ہیں اور شہید ہیں۔ قیامت کے روز اللہ کے پاس ان کا بلند مرتبہ دیکھ کر نبی اور شہید اُن پر رشک کریں گے۔ اصحاب کرام رض نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو خبر دیں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ اور ان کے کیا عمل ہیں؟ تاکہ ہم اُن سے محبت کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ وُہ قوم بغیر کسی کی رشتہ داری کے اور بغیر مالوں کے لین دین کے اللہ ہی میں محبت رکھتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اُن کے چہرے نور کے ہیں۔ اور وہ نور

کے ممبروں پر ہیں۔ جب لوگ خوف کریں گے تو وہ خوف نہ کریں گے۔ اور جب وہ لوگ غمگین ہوں گے تو وہ غمگین نہ ہوں گے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ (خبردار! اولیاء اللہ پر خوف نہیں ہے اور نہ وہ غم رکھتے ہیں) یعنی اولیاء اللہ اپنی خودی کو فنا کر کے عین ہویت احدیت میں مستغرق ہیں۔ ان پر خوف نہیں ہے۔ کیونکہ ان سے کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے کہ جس سے محروم ہونے کے باعث اُن کو خوف ہو۔ اور نہ کوئی ایسا مرتبہ رہا ہے کہ اس سے حجاب میں رہنے سے ڈریں۔ اور نہ اُن کو کسی طرح کا حزن وملال ہے۔ کیونکہ ان کو سب طرح کے کمالات اور لذات روحانی حاصل ہیں۔ اُن کے رُکنے کا غم نہیں ہے +

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ وہ لوگ نور کے ممبروں پر ہیں اس سے آپ کی یہ مراد ہے۔ کہ وہ لوگ عقل اوّل اور اُس کے قریبیوں کی طرح مبادی عالیہ روحانیہ کے متصل ہیں +

سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اولیاء اللہ کی بابت سوال کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اُن لوگوں کی زیارت سے اللہ یاد آتا ہے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کے اس بیان میں نہایت لطیف رمز ہے۔ منقول از تفسیر شیخ اکبر قدس سرہ العزیز (جلد اوّل صفحہ ۲۸۸) +

نیز حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مُوْسٰٓی اِنَّہٗ کَانَ مُخْلَصًا وَّکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ (اے محمدؐ! کتاب میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کا ذکر کرو کیونکہ وہ مخلص تھے۔ اور رسول، نبی تھے) +

مُخْلَصًا لام کی زبر کے ساتھ۔ جس کی ذات اور علم سلوک میں محض وجہ اللہ کے واسطے ہو۔ وجہ اللہ کے ماسوا یہاں تک کہ صفات حق کی طرف بھی توجہ نہیں کرتا ہے۔ بلکہ ذات سے ان کی بھی نفی کرتا ہے۔ اور یہ مقام مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا ہے۔ جب موسےٰ ؑ نے عرض کیا تھا اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ (تو اپنا آپ

مجھ کو دکھا تا کہ میں تیری طرف نظر کروں) ؛

مُخْلَصًا لام کی زبر کے ساتھ۔ یعنی حق تعالےٰ نے اُس کو انانیّت سے نجات دی۔ اور جو کچھ بقیہ تھا۔ فنا کر دیا۔ لہٰذا اس نے تجلی ذاتی تام کے ساتھ مذکورہ سرکشی سے نجات پائی۔ اور اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ تمکین کے ساتھ مستقیم ہوا جیسا کہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (جب اُس کے ربّ نے جبل پر تجلی کی تو اُس کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور موسٰے پچھاڑ کر گر پڑے) ؛

پھر جب حضرت موسٰے علیہ السلام نے افاقہ پایا تو عرض کی کہ تو پاک ہے۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ یعنی اپنی خودی کے ظہور کے گناہ سے توبہ کرتا ہوں ؛

رَسُوْلًا مقام رسالت مقام نبوت سے کم درجے کا ہے۔ کیونکہ وہ احکام کو بیان کرتا ہے۔ جیسے حلال اور حرام اور وضعوں پر اطلاع دیتا ہے۔ جیسے نماز اور روزہ۔ بہرحال مقام رسالت مکلفین کے احکام بیان کرنے سے متعلق ہے ؛

نَبِیًّا اور نبوت معانی غیبیہ سے خبر دینے کا نام ہے۔ جیسے معاد اور بعث و نشور کے احوال اور معارف الہیہ بیان کرتی ہے۔ جیسے صفات اور اسماء کی تعریف اور جو تحمید اور تمجید اللہ تعالےٰ کے لائق ہے ؛

اور مقام ولایت۔ رسالت اور نبوت سے افضل ہے۔ کیونکہ ولایت بغیر اعتبار خلق کے اللہ کی ذات میں فنا ہونے کا نام ہے۔ اور ولایت تمام مقامات سے اشرف ہے۔ کیونکہ وہ رسالت اور نبوت سے مقدم ہے۔ کیونکہ جب تک پہلے ولایت نہ حاصل ہو جائے۔ تو رسالت اور نبوت قائم نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ولایت رسالت اور نبوت کو قائم کرنے والی ہے ؛

اسی واسطے حق تعالےٰ نے لفظ مُخْلَص کو قرآن مجید میں پہلے بیان کیا ہے۔ اور نبوت و رسالت کا ذکر بعد کیا ہے۔ اور نبوت کا رسالت کے بعد ذکر کیا ہے۔ کیونکہ نبوت اشرف ہے بہ نسبت رسالت کے مدح و تعظیم پر زیادہ دلالت کرتی ہے ؛

اور ولایت کو رسالت اور نبوت کے بعد اس کی شرافت کے باعث بیان

نہیں کیا ہے۔ کیونکہ ولایت اگرچہ دونوں سے اشرف ہے لیکن باطنی چیز ہے۔ اس کو سوائے عارفین و محققین کے جو اپنی باریک نظر کے ساتھ مخصوص ہیں اور کوئی شخص پہچان نہیں سکتا ہے۔ لہٰذا مدح اور تعظیم کا عام طور پر فائدہ نہیں دیتی ہے۔ اور نہ صرف مخلص لفظ سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ ولایت اگرچہ اشرف ہے گا ہے رسالت اور نبوت کے بغیر بھی پائی جاتی ہے۔ اور اس کا عکس نہیں ہے یعنی نبوت اور رسالت کا وجود بغیر ولایت کے نہیں پایا جاتا ہے۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صفت اسی ترتیب قرآنی پر بہتر ہے۔ (تفسیر حضرت شیخ اکبرؒ جلد دوم صفحہ ۸)۔

حضرت شیخ اکبرؒ کے کلام کا یہ خلاصہ ہے کہ صفت ولایت نبوت سے اشرف ہے۔ اور نبوت رسالت سے اشرف ہے۔ اور اپنے موصوف کے لحاظ سے رسول نبی سے اشرف ہے۔ اور نبی ولی سے اشرف ہے۔ واللہ اعلم ۔

وَاِنَّ مِنَ الْقَائِلِیْنَ بِوَحْدَۃِ الْوُجُوْدِ مَنْ یَّعْلَمُ اَنَّ الْحَقَّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی حَقِیْقَۃُ جَمِیْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ ظَاھِرِھَا وَبَاطِنِھَا عِلْمًا یَقِیْنًا۔ وَلٰکِنْ لَا یُشَاھِدُ الْحَقَّ فِی الْخَلْقِ۔ وَمِنْھُمْ مَنْ یُّشَاھِدُ الْحَقَّ فِی الْخَلْقِ شُھُوْدًا بِالْقَلْبِ۔ وَھٰذِہِ الْمَرْتَبَۃُ اَوْلٰی وَاَعْلٰی مِنَ الْمَرْتَبَۃِ الْاُوْلٰی۔ وَمِنْھُمْ مَنْ یُّشَاھِدُ الْحَقَّ فِی الْخَلْقِ۔ وَالْخَلْقَ فِی الْحَقِّ۔ بِحَیْثُ لَا تَکُوْنُ اَحَدُھُمَا مَانِعًا عَنِ الْاٰخَرِ وَھٰذِہِ الْمَرْتَبَۃُ الْاٰخِرَۃُ اَوْلٰی

وَاَعْلیٰ مِنَ الْمَرْتَبَتَیْنِ السَّابِقَیْنِ - وَہِیَ مَقَامُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَقْطَابِ بِمُتَابَعَتِہِمْ - وَمِنَ الْمُحَالِ اَنْ یَّحْصِلَ الْمَرْتَبَۃُ الْمُتَوَسِّطَۃُ مِنْ تِلْکَ الْمَرَاتِبِ الثَّلٰثِ لِمَنْ خَالَفَ الشَّرِیْعَۃَ وَالطَّرِیْقَۃَ فَضْلاً عَنِ الْمَرْتَبَۃِ الْاٰخِیْرَۃِ الَّتِیْ ہِیَ اَعْلیٰ مِمَّا سِوَاہَا مِنَ الْمَرْتَبَتَیْنِ

ترجمہ - اور یہ بات کہ ایک فرقہ توحید وجودی کا علم الیقین کے ساتھ جانتا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ تمام موجودات ظاہری اور باطنی کی حقیقت ہے۔ لیکن حق سبحانہٗ وتعالےٰ کا مخلوق میں مشاہدہ نہیں کر سکتا ہے ؛

اور ایک فرقہ شہود قلبی سے حق کو مخلوق مشاہدہ کرتا ہے - اور یہ مرتبہ پہلے مرتبے سے اعلےٰ اور افضل ہے ؛

اور ایک فرقہ حق کو مخلوق میں - اور مخلوق کو حق میں مشاہدہ کرتا ہے۔ اس طرح کہ ایک کا دیدار دوسرے کے دیدار میں رکاوٹ پیدا نہیں کرتا ہے۔ اور یہ پچھلا مرتبہ پہلے دونوں مرتبوں سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ اور یہ مقام انبیاءٔ علیہم السلام کا ہے کہ ان کی تابعداری سے قطبوں کو بھی حاصل ہے ؛

اور جو شخص شریعت اور طریقت کا مخالف ہے اس کے واسطے درمیانی مرتبے کا حاصل ہونا محال ہے - چہ جائے کہ اس کو آخری مرتبہ حاصل ہو - جو اپنے سوا پہلے دونوں مرتبوں سے افضل اور اعلےٰ ہے ؛

شرح - اہل تصوف کے نزدیک اعتقاد کے بارے میں کلی مقام تین ہیں - ایک علم الیقین - دوسرا عین الیقین - تیسرا حق الیقین ؛

علم الیقین یہ ہے کہ جو کچھ بھی موجود ہے - اور جیسا بھی اپنی حقیقت اور

اصلیت میں ہے۔ اس کا پورا علم اور اس کی پوری تحقیق انسان کو اس طرح حاصل ہو جائے کہ اس میں سے ایک ذرہ بھر بھی کم اور زیادہ نہ ہو سکے ؛

عین الیقین یہ ہے کہ اپنے علم کے مطابق جو کچھ پہلے حاصل ہو چکا ہے اپنی نظر سے اسی طرح مشاہدہ کرے اور ہو بہو دیکھے ؛

حق الیقین یہ ہے کہ جو کچھ جانا اور جو دیکھا۔ اس میں خود رواں ہو جائے۔ اس کو اصطلاح تصوف میں **سریان الوجود** سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی سالک ہر ایک شکل میں بدل جائے۔ زمین میں زمین۔ آسمان میں آسمان۔ فرشتوں میں فرشتہ۔ پانی میں پانی۔ ہوا میں ہوا۔ غرض جو کچھ بھی موجود ہے بجز اپنی ذات کے دوسرے کو نہ پائے۔ اور خود ہر ایک شان کو حاوی ہو کر مقام تنزیہہ میں تنزیہہ۔ اور مقام تشبیہ میں تشبیہ ہو جائے۔ جیسے مطلق وجود وجود ہے۔ وہ بھی بالکل مطلق وجود کی طرح ہو جائے۔ بلکہ خاص وجود مطلق ہی رہے۔ ایسے شخص کو صاحب حال اور صاحب مقام کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ ولایت کے کمال کا انتہا ہے ؛

سب سے بڑھ کر رسول کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ وہ ہر سہ مراتب ولایت اور نبوت اور رسالت کا جامع ہے۔ پھر نبی کا مرتبہ ہے۔ جو ہر دو مراتب۔ ولایت اور نبوت کا جامع ہے۔ اگرچہ اس کی ولایت کا درجہ۔ قرب حق کے باعث نبوت اور رسالت سے بڑھ کر ہے ؛

اس کی وجہ یہ ہے کہ ولایت وہ جہت ہے کہ جس کے باعث وَلی اللہ ذات حق میں فانی ہے۔ اور نبوت ملکی جہت ہے۔ جس کے باعث نبی اللہ عالم ملائکہ سے نسبت رکھتا ہے۔ اور ان سے وحی الٰہی لیتا ہے۔ اور رسالت بشری جہت ہے۔ جس کے باعث رَسُوْلُ اللہ عالم انسانی سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور لوگوں کو احکام ربانی پہنچاتا ہے ؛

چنانچہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز آیت ذیل کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللہ (ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا ہے مگر وہ اللہ کے حکم کے ساتھ اطاعت کیا جاتا ہے) رسول

اور نبی میں یہ فرق ہے کہ رسالت باعتبار تبلیغ احکام کے ہے - چنانچہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے - یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ (اے رسول! تبلیغ کرو) اور نبوّت باعتبار اخبار معارف اور حقائق کے ہے - جو صفات اور افعال کی تفاصیل کے متعلق ہیں - کیونکہ نبوّت - ولایت کا ظاہر ہے - اور ولایت عین الجمع میں استغراق اور فنافی الذات کا نام ہے - اس کا علم توحید ذات کا علم ہے - اور افعال اور صفات میں محو ہوتا ہے +

ہر ایک رسول نبی ہے - اور ہر ایک نبی ولی ہے - اور ہر ایک ولی نبی نہیں ہے - اور ہر ایک نبی رسول نہیں ہے - اگرچہ مرتبۂ ولایت - مرتبہ نبوت سے اشرف ہے - اور مرتبہ نبوت مرتبہ رسالت سے اشرف ہے - جیسا کہ بیان کیا گیا ہے - بیت ؎

مقام النّبوّۃ فی برزخ
دوین الولی وفوق الرّسول

ترجمہ - نبی کا مقام برزخ ہے - ولی سے کم اور رسول سے بڑھ کر ہے +

پس رسول طاعت کے لئے بھیجا جاتا ہے - کیونکہ تبلیغ احکام کے اعتبار سے اس کا حکم اللہ کا حکم ہے - لہٰذا اللہ کے اذن کے ساتھ اطاعت کیا جاتا ہے - تو جو شخص اپنی قصور استعداد کے باعث رسول سے حجاب میں ہے جیسے کافر اصلی اور شقی حقیقی - یا کجی اور استعداد کے مٹنے کے باعث رسول سے حجاب میں ہے - جیسے منافق - اس کو حقیقت میں طاعت کا حق کی طرف سے اذن ہی نہیں ہے - (جلد اوّل صفحہ ۱۵۴) +

نیز مرتبۂ حق الیقین انبیا علیہم السلام کے اتباع سے قطبوں کو بھی حاصل ہے - اقطاب قطب کی جمع ہے - قطب اس کو کہتے ہیں جس پر کام کا دارو مدار ہو - اور قوم کے سردار - اور ہر چیز کی اصل کو کہتے ہیں - اور اُس ولی اللہ کا لقب ہے - جو روحانی عالم میں حکم الٰہی کے ساتھ کسی شہر یا ملک کا انتظام کرتا ہے - اور اپنے قبضے اور اقتدار کے مطابق تصرّف کرتا ہے - اور قطب کے دو ایسے

اور بائیں دو غوث ہوتے ہیں +

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف اور رقیم وہ سات کامل مرد ہیں۔ جو ہمیشہ امر حق کے ساتھ قائم ہیں۔ اور جن کے ذریعے عالم کی تقویم ہے اور زمانہ اُن سے کبھی خالی نہیں رہتا ہے۔ ان کی تعداد و سبع سیارہ اور اُن کے آسمانوں کے مطابق اور عالم روحانی کا پورا نظام۔ اور نظام صورت کی تکمیل۔ انہی سات نفوس سابقین کے متعلق ہے۔ ہر ایک اپنے ظاہری وجود کے لحاظ سے ان میں سے ایک کی منسوب ہوتا ہے۔ اور قطب کی نسبت شمس کی طرف ہے۔ اور کہف (غار) باطن بدن ہے۔ اور رقیم ظاہر بدن ہے۔ اور حقیقت میں قطب حقیقت محمدی ہے +

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔ اَنْتَ مِنَ السَّبْعَۃِ (کہ آپ سات میں سے ایک ہیں) آپ نے جواب دیا۔ اَنَا السَّبْعَۃُ (میں پورا سات ہوں) + (تفسیر شیخ اکبر صفحہ ۳۹۲)۔

حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ مصنف تحفہ مرسلہ شریف۔ اور نیز اکابر صوفیائے کرام کے کلام میں جا بجا ذکر آتا ہے کہ بدوں اتباع شریعت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصول مراتب طریقت اور حقیقت وغیرہ کا محال ہے۔ ہمارے زمانے کے اکثر جاہل لوگ جو اپنے آپ کو فقیر اور صوفی اور اہل توحید جانتے ہیں۔ اور مسائل احکام شرعی سے غافل اور محض ناواقف ہیں۔ اور اکثر اُن میں سے شرع اور اہل شرع پر طعن و تشنیع کرتے سُنے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ طعن کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دین اور دنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ مراتب فقر سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز در پئے مصطفا

علاوہ اس کے یہ لوگ۔ اولیاء اللہ کے کچھ کلمات سُن سُنا کر حالانکہ اُن کو بھی اکثر بے محل اور بے موقع غلط نقل کر کے اپنے آپ کو انہی جیسا خیال

کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں میں سوائے قال کے حال کی بُو تک بھی نہیں ہوتی ہے۔ خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

وَاِنَّ جَمِیْعَ الْمَوْجُوْدَاتِ مِنْ حَیْثُ الْوُجُوْدِ عَیْنُ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی وَمِنْ حَیْثُ التَّعَیُّنِ غَیْرُ الْحَقِّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی۔ وَالْغَیْرِیَّةُ اِعْتِبَارِیَّةٌ وَاَمَّا مِنْ حَیْثُ تَحَقُّقِهٖ فَالْکُلُّ هُوَ الْحَقُّ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی وَمِثَالُهُ الْحَبَابُ وَالْمَوْجُ وَکُوْزُ الثَّلْجِ فَاِنَّ کُلَّهُنَّ مِنْ حَیْثُ تَحَقُّقِهٖ عَیْنُ الْمَاءِ وَمِنْ حَیْثُ التَّعَیُّنِ غَیْرُ الْمَاءِ وَکَذَا السَّرَابُ مِنْ حَیْثُ تَحَقُّقِهٖ عَیْنُ الْهَوَاءِ وَمِنْ حَیْثُ التَّعَیُّنِ غَیْرُ الْهَوَاءِ وَالسَّرَابُ هَوَاءٌ ظَهَرَ بِصُوْرَةِ الْمَاءِ فِی الْحَقِیْقَةِ

ترجمہ۔ اور یہ بات کہ تمام موجودات وجود کی حیثیت سے حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے عین ہیں۔ اور تعین کی حیثیت سے حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے غیر ہیں۔ اور غیریت اعتباری ہے۔

اور لیکن تحقیق کی حیثیت سے کل حق سبحانہٗ تعالےٰ ہے۔ اور اُس کی مثال حباب اور موج اور کوزۂ برف ہے۔ کیونکہ یہ سب تحقیق کی حیثیت سے پانی کے عین ہیں۔ اور تعین کی حیثیت سے پانی کے غیر ہیں۔ اور ایسا ہی سراب اپنے تحقق کی حیثیت سے ہوا کا عین ہے۔ اور تعیّن کی حیثیت سے ہوا

کا غیر ہے۔ اور سراب حقیقت میں ہے۔ جو پانی کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے +

شرح - حاصل یہ ہے کہ ایک چیز کے دو اعتبار ہیں - ایک اعتبار وجود اور دوسرا اعتبار تعین - اعتبار اول سے ہر ایک چیز حق کی عین ہے اور دوسرے اعتبار سے ہر ایک چیز حق کی غیر ہے۔ یہ اعتبار محض وہمی نہیں ہے بلکہ حقیقت واقعی رکھتا ہے۔ یہ مسئلہ مسلمہ ہے۔ حَقَائِقُ الْاَشْیَاءِ ثَابِتَۃٌ (کہ تمام چیزوں کی حقیقتیں ثابت ہیں) چنانچہ مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں - بیت ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

حیثیات اور اعتبارات کے مسائل جاننے کے واسطے علم و حکمت اور خاص کر علم الٰہیات کے جاننے کی از حد ضرورت ہے - علاوہ اس کے قرآن مجید اور علم حدیث کے معانی سمجھنے کی کافی مہارت ہونی چاہیے - اس پر لب کشائی کرنی ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے ع

این زمین را آسمان دیگر است

وَالدَّلَائِلُ الدَّالَّۃُ عَلٰی وَحْدَۃِ الْوُجُوْدِ کَثِیْرَۃٌ - وَاَمَّا مِنَ الْقُرْاٰنِ قَوْلُہٗ عَزَّ وَجَلَّ ، وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ - اِنَّ الَّذِیْنَ

يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ
هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ، وَالظَّاهِرُ، وَالْبَاطِنُ
وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ، وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا
تُبْصِرُوْنَ - وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ
قَرِيْبٌ - وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا، اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ
الْاٰيَاتِ الْكَرِيْمَةِ

ترجمہ - اور دلائل جو وحدت الوجود پر دلالت کرتے ہیں - بہت سے ہیں - اور قرآن مجید میں حق تعالے کا فرمان ہے -

اور اللہ ہی کا مشرق و مغرب ہے - جدھر کو دیکھو ادھر ہی کو وجہ اللہ ہے - اور میں بندے کی طرف شاہرگ سے بھی زیادہ نزدیک ہوں - اور جہاں تم ہو وہاں ساتھ ہے - اور میں بندے کی طرف سے زیادہ نزدیک ہوں - مگر تم نہیں دیکھ سکتے ؛

اے رسول (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! جو لوگ تمہاری بیعت کرتے - وہ ضرور اللہ سے بیعت کرتے ہیں - اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہے ؛

وہ اول اور آخر، اور ظاہر، اور باطن ہے - اور وہ ہر ایک چیز کو خوب جانتا ہے ؛

اور تمہاری جانوں میں نشانیاں ہیں - کیا تم نہیں دیکھتے ہو ؛

اے رسول (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! جب میرے بندے تم سے میری بابت

سوال کریں۔ تو میں قریب ہوں ٭

اور اے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم!) تم نے نہیں پھینکا۔ جب تم نے پھینکا۔ مگر اللہ نے پھینکا ٭ اور اللہ ہر چیز کو احاطہ کرنے والا ہے ٭

ان کے علاوہ اور بھی آیات ہیں ٭

شرح۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ (اور اللہ ہی کا مشرق ہے) یعنی عالم نور اور ظہور جو حقیقت میں نصاریٰ کا جنت اور ان کا قبلہ ہے۔ اور وہ حق کا باطن ہے۔ وَالْمَغْرِبُ (اور مغرب ہے) یعنی عالم ظلمت اور اختفاء جو حقیقت میں یہود کا جنت اور وہ حق کا ظاہر ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا (جدھر بھی تم پھرو) یعنی تم ظاہر اور باطن کی جس جہت کی طرف توجہ کرو۔ فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (ادھر ہی اللہ کا رخ ہے) یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات جو تمام صفات کے ساتھ تجلی کرنے والی ہے ٭

یا اللہ ہی کے لئے تمہارے دلوں پر اشراق ہے کہ ان میں ظہور کیا ہے۔ اور تمہارے شہود اور فنا کی حالت میں اپنے جمال کے ساتھ دلوں پر تجلی کرتا ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے تمہارے دلوں میں غروب ہے۔ جو صورتوں اور ذاتوں کے ساتھ ستر اور حجاب میں ہے اور تمہارے فنا کے بعد تمہاری بقا کی حالت میں اپنی صفت جلال کے ساتھ مخفی ہے۔ تو اُس وقت تم جس جہت کی طرف توجہ کرو اُسی طرف اس کا وجہ ہے۔ سوائے اس ایک کے اور کوئی چیز نہیں ہے۔ (تفسیر صفحہ ۵۵) ٭

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۝ (اور ہم بندے کی طرف شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) یہ قرب معنوی کی مثال صورت حسی کے ساتھ ہے۔ جو مشاہدے میں آتی ہے۔ اور ذات حق زیادہ قریب ہے۔ باوجودیکہ اس میں اور اس جزو میں جو اس سے متصل ہے۔ کسی طرح کی مسافت نہیں ہے۔ کیونکہ جزو کا اتصال کسی چیز کے ساتھ اس کے تفرقے اور دھوکے کی شہادت دیتا ہے۔ جو اتحاد حقیقی کے خلاف ہے۔ اور حق تعالےٰ کا قرب اور معیت اپنے بندے کے ساتھ اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ حق کی ہُویت اور حقیقت۔ جو بندے کی ہویت اور تحقیق میں داخل ہے۔ اُس کی غیر نہیں ہے۔ بلکہ بندے کا وجود خاص متعین وہ بعینہٖ حقیقت حق

ہے۔ جو وجود بحیثیت وجود ہے۔ اور اگر وہ نہ ہوتا۔ تو بندہ عدم صرف اور لاشئے محض ہوتا +

پس شاہرگ قرب صوری کی نہایت ہے یعنی جزئیت کے اتصال کی۔ جس سے بڑھ کر اجسام میں اتصال نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بات ہے کہ وہ شاہرگ شخصی زندگی کا سبب ہے۔ اور یہ بقائے شخص کے لئے اتصال جزئیت سے کامل تر ہے +

پھر حق تعالٰے نے لفظ اَقرَب یعنی زیادہ قریب کہکر۔ قرب بمعنی اتصال اور مقارنت کی نفی کردی ہے +

جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ وہ ہر ایک شئے کے ساتھ ہے لیکن مقارنت جسمانی کے طور پر نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ شئے اُسی کے ساتھ شئے ہے۔ اور اس کے بغیر شئے نہیں ہے۔ کہ اس کے مقارن ہو جائے۔ (تفسیر صفحہ ۲۵۶) +

اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام بقا میں حق تعالٰے کے ساتھ ہیں۔ تو پھینکنے کا فعل آپ کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔ چنانچہ اِذْ رَمَیْتَ فرمایا اور مَا رَمَیْتَ کہکر آپ سے فعل کی نفی اور حق تعالیٰ کے لئے وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی کہکر فعل کو ثابت کیا گیا ہے۔ تاکہ عین الجمع میں تفصیل کے معنی دے۔ پس مشت سنگریزہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالٰے کے ذریعے پھینکنے والے ہیں۔ اپنے نفس کے ذریعہ سے پھینکنے والے نہیں ہیں (تفسیر جلد اول صفحہ ۲۵۴) +

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ (کیا تم نہیں دیکھتے ہو؟ کہ زمین میں یقین والوں کے لئے اور تمہارے نفسوں میں نشان موجود ہیں) اور زمین میں اور ظاہر بدن میں اسماء اور صفات الٰہیہ کے ظواہر سے نشان ہیں۔ یقین والوں کے لئے جو اللہ کی صفات کو اُن کے مظاہر میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور تمہارے نفسوں میں تجلیات صفات کے انوار ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو +

وَاَمَّا مِنْ اَقْوَالِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ

كَلِمَةٍ قَالَتْهُ الْعَرَبُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍؓ - اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ

ترجمہ - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال یعنی احادیث شریف یہ ہیں - ایک بہت سچا کلمہ جس کو عرب آپس میں بولتے ہیں - لبیدؓ کا قول ہے کہ کیا ہر ایک چیز اللہ کے سوا باطل نہیں ہے؟ یعنی ضرور باطل ہے +

شرح - حضرت لبید رضی اللہ تعالےٰ عنہ مشہور صحابی ہیں - آپ کی کنیت ابا عقیل ہے - زمانہ جاہلیت کے شاعروں اور شہسواروں میں سے ہیں - آپ نے اسلام کا زمانہ بھی پایا ہے - آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بنی کلاب کی سفارت کے ساتھ حاضر ہوئے تھے - سب سفیر اسلام لائے ان کے ساتھ آپ بھی مسلمان ہوئے - اور بنی کلاب کے شہروں میں واپس آ گئے - پھر حضرت لبیدؓ مع اپنی اولاد کے شہر کوفہ میں اقامت گزیں ہوئے - آپؓ کی وفات حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے شروع میں شہر کوفہ میں ہوئی - اور صحرا بنی جعفر بن کلاب میں دفن کئے گئے - اور آپ نے ایک سو ستاون سال عمر پائی +

آپ نے اسلام کے بعد صرف ایک بیت کہے ہیں - حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ اپنے شعر سناؤ؟ آپ نے سورۃ البقر سنائی - اور عرض کیا کہ میں نے قرآن مجید سیکھنے کے بعد اشعار کو ترک کر دیا ہے - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت لبیدؓ کا وظیفہ بجائے دو ہزار درہم کے ڈھائی ہزار درہم کر دیا تھا +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لبید کے کلام میں سے جس مصرع کو پسند فرمایا ہے اس کا پورا بیت اور نیز حضرت لبیدؓ کے قصیدہ کا آخری شعر نقل کیا جاتا ہے ؎

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ
وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلٌ

ترجمہ - کیا ہر ایک چیز اللہ کے سوا باطل ہے - اور کیا ہر ایک نعمت ضرور فانی ہونے والی نہیں ہے +

وَكُلُّ امْرِئٍ يَوْمًا سَيَعْلَمُ سَعْيَهُ
إِذَا كُشِفَتْ عِنْدَ الْإِلٰهِ الْمَحَاصِلُ

ترجمہ۔ جب ہر شخص کے اعمال اللہ تعالےٰ کے پاس کھولے جائینگے۔ تو وہ اُس دن اپنی کوشش کو جان لے گا۔ (منقول از کتاب الشعراء الشعراء لابن قتیبہؒ)

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَقَامَ الصَّلٰوةَ فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ فَإِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ

ترجمہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان جب کوئی شخص تم میں سے نماز پڑھتا ہے۔ تو وہ ضرور اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ کیونکہ اُس کا رب اُس کے اور قبلہ کے درمیان ہے۔

شرح۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ اُس کے سامنے موجود ہوتا ہے اور اُس کی مناجات کو سنتا ہے۔

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّذِي يَبْطِشُ بِهٖ وَلِسَانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهٖ وَرِجْلَهُ الَّذِي يَمْشِي بِهٖ۔ فَبِي يَسْمَعُ وَبِي يُبْصِرُ

وَبِیْ یَمْشِیْ اِلٰی غَیْرِ ذٰالِکَ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ میرا بندہ ہمیشہ نفلوں کے ذریعہ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ پس جب میں اُس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اُس کا کان ہو جاتا ہوں کہ وہ اُس کے ساتھ سُنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں کہ وہ اُس کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ وہ اُس کے ساتھ پکڑتا ہے۔ اور اُس کی زبان ہو جاتا ہوں کہ وہ اس کے ساتھ بولتا ہے۔ اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ وہ اُس کے ساتھ چلتا ہے۔ پس وہ میرے ساتھ سُنتا۔ دیکھتا اور چلتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ سب کچھ کرتا ہے +

شرح۔ صفاتِ بشری جو محدود تھیں مضمحل ہو جاتی ہیں۔ اور ان کی جگہ صفاتِ حق جو غیر محدود ہیں۔ قائم ہو جاتی ہیں۔ لیکن رہتا بندے کا بندہ ہی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اَلْعَبْدُ عَبْدٌ وَاِنْ تَرَقّٰی وَالرَّبُّ رَبٌّ وَاِنْ تَنَزَّلَ بندہ بندہ ہی ہے خواہ کتنی ہی ترقی کرے۔ اور رب رب ہی ہے خواہ کتنا نزول کرے +

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں بندے کی ترقی کو عروج کہتے ہیں۔ اور حق کے نزول کو ظہور کہتے ہیں +

وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ مَرِضْتُ وَلَمْ تَعِدْنِیْ اِلٰی اٰخِرِہٖ

ترجمہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ حق تعالےٰ (قیامت کے دن) ارشاد فرمائے گا کہ میں بیمار تھا۔ تم نے میری عیادت نہ کی۔ آخر حدیث تک +

شرح۔ باقی حدیث شریف قدسی کے الفاظ کا یہ ترجمہ ہے کہ میں بھوکا

تھا۔ تم نے مجھ کو روٹی نہ دی۔ اور میں پیاسا تھا۔ تم نے مجھ کو پانی نہ دیا۔ وہ بندہ درگاہِ حق میں عرض کریگا۔ کہ یا رب! میں نے تجھ کو دنیا میں بیمار، بھوکا اور پیاسا نہ دیکھا تھا۔ حکم ہوگا کہ فلاں بیمار جس کی عیادت نہ کی تھی۔ میں ہی تھا۔ اور فلاں بھوکا سائل جس کو تم نے روٹی نہ دی تھی۔ میں ہی تھا۔ اور فلاں پیاسا جس کو تم نے پانی نہ پلایا۔ میں ہی تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ فِي حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّكُمْ وَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ الْاَوَّلُ، وَالْاٰخِرُ، وَالظَّاهِرُ، وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ۔

ترجمہ:۔ اور امام ترمذی رح نے ایک لمبی حدیث کے آخر پر روایت کیا ہے۔ قسم ہے اُس کی ذات کی جس کے دستِ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر تم سب سے نچلی زمین پر رسی ڈالو۔ تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ پر گرے گی۔ پھر آنحضرت علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی۔ وہ اوّل ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے۔ اور وہ ہر ایک چیز کو خوب اچھی طرح سے جاننے والا ہے۔ ان کے سوا اور بھی صحیح حدیثیں ہیں۔

شرح۔ یہاں سے یہ بات صاف طور پر واضح ہوتی ہے کہ جس چیز پر ہاتھ ڈالو۔ اللہ تعالیٰ پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ اور جس چیز پر نظر ڈالو۔ اللہ تعالیٰ پر نظر پڑتی ہے۔ ہاتھ یعنی وجود، وجود پر پڑتا ہے۔ اور نگاہ یعنی نور، نور پر پڑتا ہے۔ وجود وجودِ حق ہے۔ اور نور نورِ حق ہے۔ عارف کی نگاہ سب سے

پہلے نورِ وجود پر پڑتی ہے۔ اور عام لوگوں کو اُن کی عدم استعداد کے باعث نورِ وجود کا علم نہیں ہے۔ اِن کی نگاہ صرف تعینات تک محدود رہتی ہے ؞

وَقَالَ عَلِیُّ نِ الْمُرْتَضٰے رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَلْوَحْدَۃُ اَسْقَاطُ الْاِضَافَاتْ

ترجمہ۔ اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ وحدت نسبتوں کا دُور کرنا ہے ؞

شرح۔ اضافات اس طرح ساقط ہوتی ہیں۔ مثلاً زید اور بکر دو شخصوں کے نام ہیں۔ ان کو دو شخص متعینہ کہا جائے گا۔ پنجابی کہنے کی صورت میں وہ دونوں متحد ہو گئے۔ اور ہزار ہا افراد صنف پنجابی میں شامل ہو گئے۔ اور شخصیت سب کی اُٹھ گئی۔ انسان کہنے کی صورت میں اُن کے ساتھ سندھی اور بنگالی وغیرہ بھی شامل ہو گئے۔ صنفیت اُٹھ کر نوعیت قائم ہو گئی۔ حیوان کہنے کی صورت میں نوعیت اٹھ گئی۔ اور جنسی شریک مثلاً گھوڑا۔ گدھا۔ سانپ وغیرہ اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جسم نامی کہنے کی صورت میں حیوانیت ساقط ہو گئی۔ اور اُن کے ساتھ درخت گھاس وغیرہ شامل ہو گئے۔ جسم مطلق کہنے کی صورت میں زید اور بکر کے ساتھ پتھر وغیرہ بھی شامل ہو گئے۔ اور پہلی نسبت ساقط ہو گئی۔ جوہر کہنے کی صورت میں زید اور بکر کے ساتھ عقول مجردہ اور فرشتے وغیرہ بھی شامل ہو جائیں گے۔ اور جسم مطلقیت کی نسبت ساقط ہو جائیگی۔ ممکن کہنے کی صورت میں ان کے ساتھ جملہ اعراض شامل ہو جائیں گی۔ اور جوہریت کی نسبت زائل ہو جائے گی۔ موجود مطلق کے کہنے کی صورت میں جوہریت و عرضیت ساقط ہو کر ان کے ساتھ واجب بھی شامل ہو جائے گا۔ اور وجود مطلق عین حقیقت وجود ہے ؞

غرض تعینات۔ تشخصات۔ تمیزات۔ خواص۔ فصول۔ نوعی اور جنسی کو اس طرح ساقط کر کے جنس الاجناس کو قائم کر لیا جاتا ہے۔ اِسی کا نام سقاط

اضافت ہے۔

وَاَمَّا اَقْوَالُ اَئِمَّةِ الْعَارِفِيْنَ بِاللّٰهِ مِنَ الدَّلَائِلِ الدَّالَّةِ عَلٰى وَحْدَةِ الْوُجُوْدِ فَاَكْثَرُ كَثِيْرًا بِحَيْثُ لَا يَأْتِيْ فِي الْعَدَدِ وَالْحَصْرِ وَلِذَا لَمْ اَذْكُرْهَا وَاِنْ شِئْتَ فَعَلَيْكَ بِمُطَالَعَةِ كُتُبِهِمْ تَجِدْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى - اَيُّهَا الطَّالِبُ اِنْ اَرَدْتَ الْوُصُوْلَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَالْتَزِمْ مُتَابَعَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوَّلًا - قَوْلًا وَفِعْلًا - ظَاهِرًا وَبَاطِنًا - ثُمَّ افْعَلْ مُرَاقَبَةَ وَحْدَةِ الْوُجُوْدِ ثَانِيًا الَّتِيْ هِيَ عَيْنُ مَعْنَى الْكَلِمَةِ الطَّيِّبَةِ مِنْ غَيْرِ اِشْتِرَاطِ الْوُضُوْءِ - وَاِنْ وُجِدَ فَهُوَ اَوْلٰى وَتَخْصِيْصِ وَقْتٍ وَمِنْ غَيْرِ مُلَاحَظَةِ النَّفْسِ دُخُوْلًا وَخُرُوْجًا - وَلَا مِنْ مُلَاحَظَةِ حُرُوْفِ الْكَلِمَةِ الطَّيِّبَةِ - بَلْ لَا يُلَاحِظُ اِلَّا الْمَعْنٰى فَقَطْ فِيْ كُلِّ حَالٍ قَائِمًا اَوْ قَاعِدًا اَوْ مَاشِيًا اَوْ مُضْطَجِعًا اَوْ مُتَحَرِّكًا اَوْ سَاكِنًا اَوْ شَارِبًا اَوْ اٰكِلًا

ترجمہ - اور اماماں طریقت جو اللہ تعالے کے عارف ہیں - اُن کے فرمان جو وحدت الوجود پر دلالت کرتے ہیں - نہایت ہی زیادہ اس درجہ تک ہیں کہ گنتی اور شمار میں نہیں آسکتے ہیں - اِس واسطے میں نے ان کا ذکر نہیں کیا ہے - اور اگر تم ان فرمانوں کو دیکھنا چاہتے ہو - تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرو - انشاء اللہ تعالے تم کامیاب ہوگے ÷

طالب! اگر تم واصل حق ہونے کا ارادہ رکھتے ہو تو سب سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی قول اور فعل میں، ظاہر اور باطن میں تابعداری کرو - پھر اُس کے بعد وحدت الوجود کا مراقبہ کرو - جو بالکل کلمہ طیبہ کے معنی ہیں - اس میں وضو کی شرط نہیں ہے - اگر وضو ہو تو بہتر ہے - اور کسی وقت کی خصوصیت نہیں ہے - اور سانس کے اندر اور باہر جانے کا کوئی لحاظ نہیں ہے - اور اس میں کلمہ طیبہ کے حروف کا ملاحظہ نہیں ہے - بلکہ ہر ایک حالت میں کھڑے اور بیٹھے - چلتے اور لیٹتے - حرکت کرتے اور سکون کرتے - کھاتے اور پیتے صرف کلمہ طیبہ کے معنی کا لحاظ رکھنا چاہئے ÷

شرح - مراقبہ بمعنی چشم داشت و نگہبانی و حراست ہے - مصنف علیہ الرحمۃ نے وصول الے اللہ کی شرط - آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی اتباع - قول اور فعل - ظاہر اور باطن میں قرار دیا ہے - لہٰذا جو شخص آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تابعدار نہیں ہے - وہ واصل الے اللہ نہیں ہو سکتا ہے - قرآن مجید میں سب سے زیادہ نماز کی تاکید آئی ہے ÷

لہٰذا اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ ایک آیت کی تفسیر حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی تفسیر سے ترجمہ کرکے نقل کی جائے ÷

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ

(اے رسول! (صلے اللہ علیہ وسلم) کتاب میں سے جو کچھ تمہاری طرف وحی کیا جاتا ہے - اس کی تلاوت کرو، اور نماز کو قائم کرو، یقیناً نماز سب طرح کی بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے - اور اللہ کی یاد تو نہایت ہی بڑی چیز ہے - اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ

اس کو خُوب جانتا ہے ؛

یعنی اے رسول ! جو کچھ تمہارے اندر کتاب عقل قرآنی سے مجمل ہے۔ اس کو کتاب علم فرقانی کی وحی اور نزول کے ذریعے سے مفصل بیان کرو ؛

اور نماز مطلق کو تلاوت اور علوم کی تفاصیل کی ترتیب پر قائم کرو! اس کے معنی یہ ہیں کہ کمال علمی اور عمل مطلق کو جمع کرو۔ کیونکہ تمہارے لئے ہر ایک علم کے مطابق ایک ایک نماز ہے۔ چنانچہ علوم کی تفاصیل یہ ہیں :-

(۱) علوم نافع۔ جو آداب اور اعمال اور اصلاح معاش کے متعلق ہیں۔ یہ قوائے کے علوم غیب ملکوتی اراضی سے ظاہر ہوتے ہیں ؛

(۲) علوم شریفیہ۔ جو اخلاق اور فضائل اور اصلاح معاد کے متعلق ہیں۔ یہ نفس کے علوم ہیں۔ جو غیب صدر اور عقل علمی سے ظاہر ہوتے ہیں ؛

(۳) علوم کلیہ یقینیہ۔ جو صفات کے متعلق ہوتے ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک عقلی نظری۔ دوسری کشفی سرّی۔ اور ان دو قسموں کے علوم غیب قلب اور سر سے ظاہر ہوتے ہیں ؛

(۴) علوم حقیقیہ۔ جو تجلّیات اور مشاہدات کے متعلق ہیں۔ اور اُن کا ظہور غیب رُوح سے ہے ؛

(۵) علوم ذوقیہ لدُنّیہ۔ جو عشقیات اور مواصلات کے متعلق ہیں ان کا ظہور غیب خفا سے ہے ؛

(۶) علوم حقّیہ۔ جو غیب الغیوب سے ظاہر ہوتے ہیں ؛

اسی طرح ان میں سے ہر ایک علم کے متعلق ایک ایک نماز ہے ؛

ایک نماز بدنی۔ یہ اوضاع اور ادائے ارکان کے ساتھ قائم ہوتی ہے ؛

دُوسری نماز نفس۔ جو عجز و نیاز اور خوف و امید کے درمیان تابعداری اور اطمینان کے ساتھ قائم ہوتی ہے ؛

تیسری نماز قلب جو حضور اور مراقبہ کے ساتھ قائم ہوتی ہے ؛

چوتھی نماز سر۔ جو مناجات (سرگوشی) اور مکالمہ کے ساتھ قائم ہوتی ہے ؛

پانچویں نماز روح - جو مشاہدہ اور معائنہ کے ساتھ قائم ہوتی ہے ؛
چھٹی نماز خفا - جو ملائمت اور ملاطفت کے ساتھ قائم ہوتی ہے ؛
ساتویں مقام میں کوئی نماز نہیں ہے - کیونکہ وہ محبت صرف فنا کا مقام ہے جو فنا کہ عین وحدت میں ہوتا ہے ؛

اور جیسا کہ نماز ظاہری کی نہایت - اور اس کی انقطاع - ظہور موت کے ساتھ ہے - جو ظاہر یقین اور اس کی صورت ہے - جیسا کہ حق تعالٰے کے قول کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے - وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِين - (اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے یقین آجائے) ایسا ہی نماز حقیقت کی انتہا فنائے مطلق کے ساتھ ہے - جو کہ حق الیقین ہے ؛

اور مقام بقا میں جو فنا کے بعد ہے - اُس میں یہ چھ نمازیں نئے سرے سے قائم ہوتی ہیں - اور ساتھ ہی ساتویں نماز قائم ہوتی ہے - جس کا نام صلوٰۃ العِشق ہے - جو محبت اور تفرید کے ساتھ قائم ہوتی ہے ؛

(۱) نماز بدنی - شرعی گناہوں اور بدیوں سے روکتی ہے ؛
(۲) نماز نفس - رذائل اور اخلاق ردی اور تاریک صورتوں سے روکتی ہے ؛
(۳) نماز قلب - فضولیات اور غفلت سے روکتی ہے ؛
(۴) نماز سِر - غیبت اور غیر کی طرف متوجہ ہونے سے روکتی ہے - جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے - لَوْ عَلِمَ الْمُصَلِّي مَنْ يُنَاجِي مَا الْتَفَتَ (اگر نمازی یہ بات جان لے کہ وہ کس کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے - تو غیر کی طرف کبھی توجہ نہ کرے) ؛
(۵) نماز رُوح - قلب میں ظہور صفات کے ساتھ جو طغیان ہوتا ہے - اُس کو روکتی ہے - جیسا کہ نماز قلب - نفس میں ظہور صفات کے ساتھ جو طغیان ہوتا ہے اس کو روکتی ہے ؛
(۶) نماز خفا - رُوح اور خودی کے ظہور روکتی ہے ؛
(۷) نماز حق یعنی نماز ذات - رنگ میں بقیہ کے ظہور کو - اور توحید کی مخالفت کو

روکتی ہے ⁂

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (اور اللہ کی ذات تو نہایت ہی بڑی چیز ہے) جو ذکر ذات بمقام فنائے محض میں ہے۔ اور نماز حق بمقام بقا کی تمکین میں۔ تمام ذکروں اور نمازوں سے بڑھ کر ہے ⁂

اور حق تعالے جو کچھ تم تمام مقامات اور احوال اور نمازوں میں کرتے ہو، اچھی طرح جانتا ہے ⁂

وَطَرِيْقُ الْمُرَاقَبَةِ اَنْ تَنْفِيَ اَنَانِيَّتَكَ اَوَّلًا وَ الْاَنَانِيَّةُ عِبَارَةٌ عَنْ اَنْ يَّكُوْنَ حَقِيْقَتُكَ وَ بَاطِنُكَ غَيْرَ الْحَقِّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى وَلَا يُنْفٰى اِلَّا هٰذِهِ الْاَنَانِيَّةُ وَهُوَ عَيْنُ مَعْنَى اِلَّا اللّٰهِ

ترجمہ۔ اور مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ تم پہلے پہل اپنے انا ہونے کی نفی کرو۔ اور انا ہونے کا مطلب۔ تمہارا اپنی حقیقت اور اپنے باطن کو حق سبحانہ و تعالے کا غیر جاننا ہے۔ اور صرف اس انا ہونے کو نفی کیا جاتا ہے۔ اور یہی بالکل اِلَّا اللّٰہ کے معنی ہیں ⁂

شرح۔ وحدت الوجود کی تشریح۔ اور غیر حق کا وجود خارج میں نہ ہونا اس کا مفصل اور مدلل بیان اس شرح میں کئی بار آچکا ہے ⁂

فَاِنْ قُلْتَ اِذَا كَانَ الْوُجُوْدُ وَاحِدًا غَيْرُهٗ لَيْسَ بِمَوْجُوْدٍ، فَاَيُّ شَيْءٍ يُنْفٰى وَاَيُّ شَيْءٍ يُثْبَتُ۔ قُلْتُ وَهْمُ الْغَيْرِيَّةِ وَالْاِثْنَيْنِيَّةِ نَشَاءَ لِلْخَلْقِ۔ وَهٰذَا الْوَهْمُ بَاطِلٌ۔ فَلِكَ

اَنْ تَنْفِیَ هٰذَا الْوَهْمَ اَوَّلًا۔ ثُمَّ تَثْبُتَ الْحَقَّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی فِیْ بَاطِنِكَ ثَانِیًا

ترجمہ۔ پھر اگر تم یہ سوال کرو کہ جب وجود واحد ہے۔ اور اس کا غیر موجود نہیں ہے تو کس چیز کو نفی کیا جائے۔ اور کس چیز کو ثابت کیا جائے۔ میں بتاتا ہوں کہ غیریت اور دوئی کا وہم خلقت کے لئے پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ وہم باطل ہے۔ لہٰذا پہلے تم اس وہم کی نفی کرو۔ پھر حق سُبحانہٗ وتعالےٰ کو اپنے باطن میں ثابت کرو۔

شرح۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز فص حکمۃ احدیہ فی کلمۃ ہودیہ میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ حق تعالےٰ کیا قریب ہوگا کہ بندے کے اعضا اور قوتیں حق تعالےٰ کی ذات ہیں۔ اور بندہ انہی اعضا اور قوتوں کا نام ہے۔ بنا بریں وہمی مخلوق میں حق مشہود ہے۔ لہٰذا ایمانداروں اور اہل کشف و وجود کے نزدیک خلقت معقول اور حق محسوس و مشہود ہے۔ اور ان دو گروہوں کے علاوہ دوسروں کے نزدیک حق معقول اور خلقت مشہود ہے۔

نیز حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز فص حکمۃ سبوحیہ فی کلمۃ نوحیہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کل حق تعالےٰ کی زبانیں ہیں۔ جو حق تعالےٰ کی ثنا کر رہی ہیں۔ اسی واسطے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی سب طرح کی حمد اللہ تعالےٰ کے لئے ہے، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ یعنی سب طرح کی ثنا کے انجام اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ خود ثنا کرنے والا اور خود ثنا کیا گیا ہے۔

مصنف تحفہ مرسلہ شریف کی عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف وہم غیریت کا جو دل میں سما رہا ہے۔ اس کے مٹا دینے سے مقام وصول الی اللہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ورنہ ہر شخص اگر چاہے تو یہ خیال بجا سکتا ہے کہ میں حق کا غیر نہیں ہوں۔ اور صرف یہ خیال جما لینا چنداں مشکل بھی نہیں ہے۔ اور بہت سے لوگ زبان سے بھی اسی عین اور غیر کے جھگڑے میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن ان کو توحید کے

مراتب حاصل نہیں ہیں۔ لہٰذا گذارش ہے کہ یہ خیال صرف قال تک محدود نہ رہے۔ بلکہ قول و فعل۔ ظاہر و باطن میں حال ہو جائے۔ اور توحید کے مراتب بطور علم الیقین عین الیقین اور حق الیقین حاصل ہو جائیں؁

اَیُّهَا الطَّالِبُ اِذَا غَلَبَ الْحَالُ عَلَیْكَ بِفَضْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَا تَقْدِرُ عَلٰی نَفْیِ اَنَانِیَّتِكَ الْوَهْمِیَّۃِ بَلْ لَمْ یَبْقَ فِیْكَ اِلَّا اِثْبَاتُ الْحَقِّ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی۔ وَفَّقَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ هٰذَا الْمَقَامَ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ

ترجمہ۔ طالب! جب تم پر اللہ تعالےٰ کے فضل سے حال کا غلبہ ہو جائے گا تو پھر تم کو اپنے وہمی انا کی نفی کرنے کی ضرورت نہ رہے گی بلکہ تمہارے اندر سوائے اثبات حق سبحانہ و تعالےٰ کے اور کچھ نہ رہے گا۔ اللہ تعالےٰ تم کو اور ہم کو نبی علیہ السلام کے طفیل سے اس مقام کی توفیق عنایت فرمائے؁

شرح۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز آیت ذیل کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ (اور اپنے رب کے نام کو یاد کرو) جو کہ تم ہی ہو۔ یعنی اپنی ذات کو پہچانو۔ اور اس کو یاد کرو۔ بھلاؤ نہیں۔ ورنہ تم کو اللہ بھلا دیگا۔ اپنی ذات کی حقیقت کو پہچان کر اس کے کمال کی تحصیل کے لئے کوشش کرو۔ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا (اور ماسوا اللہ سے کامل طور پر منقطع ہو کر اسی کے ہو رہو) یعنی سب سے توڑ۔ خدا سے جوڑ؁

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (مشرق اور مغرب کا رب ہے) جس کے نور نے تم پر ظہور کیا ہے۔ اور تمہاری ایجاد کر کے تمہارے وجود کی اُفق سے طلوع کیا ہے۔ اور تمہارے وجود میں چھپا ہے۔ اور تمہارے اندر اُس کے نور نے غروب کیا ہے اور تمہارے اندر حجاب میں ہو گیا ہے۔ یعنی آفتاب حق کے لئے تم خود مشرق اور

مغرب ہو۔ لَآ اِلٰہَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا ھُوْ یعنی کوئی چیز وجود میں اُس کے غیر کی پرستش نہیں کرتی ہے۔ وہ اوّل ہے اور آخر ہے۔ اور ظاہر ہے اور باطن ہے ؎

ھُوَالْاَوَّلُ وہ اول ہے۔ جس سے وجود اضافی اپنے اظہار کے اعتبار سے شروع ہوتا ہے۔ وَالْاٰخِرُ اور آخر ہے۔ جس کی طرف اپنے امتحان اور انتہائے احتیاج کے اعتبار سے ختم ہوتا ہے۔ پس ہر ایک چیز اللہ کے ساتھ موجود ہے۔ اور اسی میں فنا ہے۔ لہٰذا وہ ہر ایک چیز کا ایک حالت میں دو اعتباروں سے اول اور آخر ہے۔ وَالظَّاھِرُ اور ظاہر ہے۔ یعنی اپنی صفات اور افعال کے ساتھ اکوان کے مظاہر میں ظاہر ہے۔ وَالْبَاطِنُ اور باطن ہے۔ یعنی اپنی ذات اور اپنی ماہیات کے ساتھ حجاب میں ہے۔ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور وہ ہر ایک چیز کو خوب اچھی طرح سے جاننے والا ہے۔ کیونکہ اس کی معلومہ صورتیں اس کی ماہیت کی عین ہیں۔ اس لئے کہ تمام چیزوں کی صُورتیں لوح محفوظ میں ہیں۔ اور وہ لوح کو ان صورتوں سمیت عین ماہیت لوح کے ساتھ جس میں یہ صُورتیں منقش ہیں۔ اچھی طرح سے جانتا ہے۔ اور حق تعالےٰ کا علم لوح کے ساتھ اپنی ذات کا عین علم ہے ؎

فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا (پس اسی کو سب کچھ سونپ دو) یعنی تمام افعال کو حق تعالےٰ سے دیکھ کر اپنے فعل اور اپنی تدبیر سے الگ ہو جاؤ۔ پس تمہارے کام حق تعالےٰ کے سپرد ہو جائیں گے۔ جو تمہارے کام کی تدبیر کرتا ہے۔ اور جو کچھ چاہتا ہے تمہارے ساتھ کرتا ہے۔ (تفسیر جلد دوم صفحہ ۳۵۲) ؎

بیت ؎

در بزم ما شکستہ دلی مے خرند و بس
بازار خود فروشی ازاں راہ دیگر است

اللہ بس باقی ہوس

عَاقِبَتُ بِخَیْرٌ بَاد، بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ وَاٰلِہِ الْاَمْجَاد

مُناجاتِ خاتمہ

از طرف شارح و مترجم

الٰہی جب تلک مومن کے دل میں تیری وسعت ہو
ہر اک انساں کی شہ رگ سے بڑھ کر تجھ کو قربت ہو

ثنا میں جب تلک تیری سخن دانوں کو حیرت ہو
تیرے احکام پر راضی دلِ اہلِ ریاضت ہو

توکل میں مزا جب تک کہ ہووے اہلِ عرفاں کو
موحد کی نظر میں ہیچ یہ موہوم کثرت ہو

رہے تا شاکروں کو شکر شیریں مثلِ شکر کے
گروہِ صابراں کو صبر ہی میں تا حلاوت ہو

غریقِ اثم کو جب تک کہ توبہ کا سہارا ہو
گنہگاروں کا ماویٰ تا ثراد بار رحمت ہو

حجابِ معرفت تا نفس و شیطان خلق و دنیا ہو
ریا و عجب تا ہر اک خلل سازِ عبادت ہو

الٰہی یہ رسالہ تب تلک تیری عنایت سے
رہے مقبولِ اہلِ حق کو اس سے خوب رغبت ہو

خداوندا تیرے فضل و کرم احسان و بخشش سے
توقع ہے کہ سامانِ قبول اس کو کرامت ہو

مرادیں دو جہاں کی سالکوں کو اس سے حاصل ہوں
مجھے بھی اے خدا دولت نصیب انکی بدولت ہو

نہ ہو محشر میں کوئی آسرا جس دم سوا تیرے
عنایت اس گھڑی نبی تہامی کی شفاعت ہو

طفیل اُس رسولؐ پاک کے میدانِ محشر میں
الٰہی مرحمت عاجز کو وہ رویت کی نعمت ہو

محبت میں الٰہی تیری اور تیرے پیمبرؐ کے
رہوں میں زندگی بھر تک اسی میں میری رحلت ہو

در دولت پہ ہے اب تو عزیزِ خستہ جاں حاضر
دعا جو کچھ کرے وابستہ فتراکِ اجابت ہو

ختم شُد

۱۳ جولائی سنہ ۱۹۶۳ء

عربی سے اردو ترجمہ کتاب

فتح الربانی والفیض الرحمانی تحفہ سبحانی

یعنی

مجموعہ خطبات و وعظ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جس کو حضرت قبلہ کے خلیفہ اعظم حضرت شیخ عفیف الدین ابن مبارک قادری قدس سرہ نے تالیف کیا تھا اس کتاب پر انوار میں حضرت غوث پاکؒ کے باسٹھ وعظ ہیں۔ جو باسٹھ قبوں کے نام نامزد کئے گئے ہیں۔ ہر ایک وعظ نہایت مؤثر اور بابرکت ہے جس میں ہر ایک قسم کے نصائح درج ہیں۔ کیا بلحاظ سلاست اور کیا بلحاظ جامع ہونے کے نہایت پر لطف ہیں، شریعت طریقت اور حقیقت و معرفت کے دلچسپ کرشمے دکھلاتے ہیں۔ توحید الٰہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ راستی اور سلامت روی کے سبق دیتے ہیں۔ غرضیکہ ہر ایک لفظ نورٌ علیٰ نور ہے۔ ان باسٹھ خطبوں اور وعظ کے علاوہ آخیر میں حضرت اقدس نے بعض استفسارات کے نہایت دلچسپ اور پر از نصیحت جواب عطا فرمائے ہیں۔ جن کی نسبت بعض اکابر نے سوالات کئے ہیں۔ سوالات اس قدر دلفریب اور نصیحت بخش ہیں کہ جس سے ہر ایک طالب مولیٰ عمدہ سبق حاصل کر سکتا ہے۔ اس کتاب کی ضخامت ۴۵۴ صفحہ ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ کی عمدگی قابل دید ہے۔ چونکہ یہ گنجینۂ اسرار عربی زبان میں ہے۔ لہٰذا ہم نے افادہ عام کی خاطر بصرف زر کثیر اردو ترجمہ کرا دیا ہے۔ تاکہ ہر ایک ذی علم اصحاب اور بالخصوص عاشقان دربار قادریہ مطالعہ کر کے ارشادات سے مفید ہوں، اس میں مواعظ حسنہ اس انداز سے بیان فرمائے گئے ہیں کہ ہر ایک معمولی استعداد والا بھی واعظ کامل بن سکتا ہے۔ قیمت سات روپے مجلد آٹھ روپے آٹھ آنے

المشتہر

اللہ والے کی قومی دکان رجسٹرڈ بازار کشمیری لاہور

نوٹ ترمیم شدہ

تذکرۂ غوثیہ یعنی شجرۂ معرفت

مع ضمیمہ جدیدہ باضافہ ترجمہ اردو کلام عربی فارسی فرہنگ مشکل الفاظ

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را

واقف اسرار شریعت، شناور بحر طریقت مولانا و مرشدنا حضرت پیر غوث علی شاہ صاحب قلندر پانی پتی کے اسم گرامی، و نام نامی سے ہندوپاکستان کا کونسا ایسا فرد ہے۔ جو واقف نہ ہوگا۔ یہ کتاب مستطاب آپ کے عشق ماسوائے اللہ کے تذکرہ سے بھرپور۔ مختلف صوفیاء و علماء کے اقوال و اعمال کا مجموعہ ہے۔ جو آپ کی زبان فیض ترجمان سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتے رہے۔ یہ کتاب ایسے بہترین اقوال کا مجموعہ ہے جس کا ایک ایک لفظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اس کتاب کے ایک دفعہ مطالعہ سے کبھی طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ مصنف کتاب حضرت مولانا مولوی گل حسن صاحب قادری نے جنہیں حضرت قلندر صاحب مرحوم مغفور پانی پتی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی اکثر صحبت نصیب رہی ہے۔ اسے ایسے انداز میں تحریر کیا ہے کہ کتاب کو ایک دفعہ شروع کر کے جب ختم نہ ہو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اس کتاب میں ہر قسم کے مسائل شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب طباعت و کتابت کے لحاظ سے دیدہ زیب ہے۔ کاغذ عمدہ ولایتی ٹائٹیل رنگین۔ حجم ۴۷۶ صفحات ان گوناگوں خوبیوں کے باوجود قیمت صرف سات روپے۔ مجلد... آٹھ روپے آٹھ آنے علاوہ محصولڈاک

دوسرا ایڈیشن چھپ کر تیار ہوگیا ہے

ملنے کا پتہ

اللہ والے کی قومی دکان رجسٹرڈ کشمیری بازار لاہور

بغیر مہر مال مسروقہ تصور ہوگا

اس کتاب کے تمام حق حقوق بموجب ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۴ء بنام ملک چنن الدین محفوظ ہیں

سلسلہ تصوف نمبر (۵۵)

اردو ترجمۂ رسالہ

گلدستۂ باغ ارم

از تصنیف لطیف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سرتاج مشتاقان غوثیہ و فخر عاشقان
دربار نادریہ حضرت سید خیر الدین المعروف بہ شاہ ابو المعالی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
مصنف کتب
تحفۃ القادریہ، مونس جاں، رسالہ زعفران وغیرہ

مترجمہ
جناب ملک فضل الدین صاحب مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

جسے
اللہ والے کی قومی دکان رجسٹرڈ
ملک چنن الدین تاجر کتب قومی منزل نقشبندیہ بازار کشمیری لاہور نے
طالبان مولیٰ و عاشقان رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے
دین محمدی پریس لاہور میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت :-

تصنیفات حضرت سید خیر الدین المعروف حضرت شاہ ابو المعالی قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحفہ قادریہ یعنی سوانحعمری غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

معہ مختصر حالات زندگی شاہ ابو المعالی علیہ الرحمۃ

اس بابرکت رسالہ میں حضرت شاہ ابو المعالی رحؒ نے جو عاشق جناب سید عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ جناب غوث پاکؒ کے مناقب اور کرامات کو نہایت معتبر روایات سے عجیب دلکش اور پُر اثر طریق سے قلمبند فرمایا ہے۔ اور تحریر عبارت میں جناب علیہ الرحمۃ نے اپنے سچے عشق اور بے تابی کا نہایت پردرد الفاظ میں ثبوت دیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے عاشقانِ سرکار غوثیہ رحؒ پر فوری اثر نمودار ہوتا ہے۔ اس کتاب کا طالبانِ مولےٰ کی خاطر عام فہم اردو ترجمہ کرایا گیا ہے۔ قابل دید کتاب ہے۔ خوش قلم واضح قلم عمدہ کاغذ پر طبع کرائی گئی ہے۔ قیمت۔ عہ/

اردو ترجمہ رسالہ زعفران زار

اس رسالہ میں حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ نے چار چمن بیان فرمائے ہیں۔ اور ہر چمن کی خوشبو الگ الگ ہے۔ چمن اوّل میں حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو خوش طبعی اصحابہ کرامؓ سے فرمائی، اُس کا بیان ہے۔ چمن دوم میں جو کچھ صحابہ کبارؓ نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خوش وقت گذارا، اس کا ذکر ہے۔ چمن سوم میں اصحاب رضی اللہ عنہ نے آپس میں جو کچھ خوش طبعی فرمائی۔ ذکر کیا گیا ہے۔ چمن چہارم میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گھر کی خوش طبعی کا ذکر ہے۔ گو ظاہر میں خوش طبعی سے موسوم کیا گیا ہے۔ مگر بات بات میں اسرار الٰہی اور نور ہدایت درخشاں ہے ؛ قیمت . . . ۱۴ر

اردو ترجمہ کتاب مجمع الاسرار

اس کتاب میں حضرت پیر بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ قادریہ کے ذکر اذکار اور اوراد کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ قابل دید کتاب ہے ؛ قیمت ۸ عہ

اردو ترجمہ کتاب

گلدستہ باغ ارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلدستہ کہ بربستہ ام از گلشن راز
یارب بکرم زیور گل رویان ساز

اے پروردگار جو گلدستہ میں نے گلشن راز سے بنایا ہے۔ اپنی عنایت سے گلرخوں کا زیور بنا۔

دارم طلب از لطف تو اے بندہ نواز
یعنی کہ رسانی بحقیقت زمجاز

اے بندہ نواز تیرے لطف سے میں یہی چاہتا ہوں۔ کہ مجھے مجاز سے حقیقت میں پہنچا دے۔

دلکشا حمد کے لطایف اور جاں افزا درودوں کے بعد ؎

حیران جمال لایزالی — سرگشتہ عشق بوالمعالی

عشق کا متوالا اور لایزالی جمال کا حیران ابوالمعالی یوں عرض پرداز ہے۔ کہ چونکہ کبھی کبھی اتفاقیہ قبض کے دور کرنے کے واسطے بسط انگیز باتیں پر نشاط یاروں کی مجلس میں ہوا کرتی تھیں بعض دوستوں نے التماس کی۔ کہ اگر ایسی چند باتیں لکھی جائیں تو بہتر ہوگا۔ اس واسطے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لطائف کے گلزار کی ٹہنی اور اولیاء اور حکماء کے ظرائف کے گلشن سے چند پھول لے کر ایک عجیب ترتیب کے

ساتھ دھاگے میں باندھ کر یہ گلدستہ بنایا۔ اُمید ہے کہ عاشقان پاک باز کے لئے سرمایہ عشرت اور نازنینان پرناز کے کانوں کی آرائستگی کا باعث ہوگا۔ قطعہ

چو ایں گلدستۂ باغ ارم را
بدست آری و خوش خنداں بیوئی
برائے کاتب ایں جمع تالیف
زروئے لطف تکبیرے بگوئی

جب تو اس بہشتی باغ کے گلدستے کو ہاتھ میں لائے اور خوشی خوشی سونگھے ٭ تو اس تالیف کے کاتب اور جمع کرنے والے کے لئے مہربانی کر کے دعائے خیر کہنا ٭

یہ گلدستہ چار طرازوں پر منقسم ہے :-

طراز اوّل۔ در بیان اخبار خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٭

طراز دوم۔ در لطائف اولیاء ٭

طراز سوم۔ حکماء کی باتوں میں کہ جنہوں نے بے زبانوں کی زبان سے مثالیں بیان کی ہیں ٭

طراز چہارم۔ در نصائح ٭

طراز اوّل۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخبار میں۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں "جس نے گلاب کے پھول کو سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا پس اُس نے مجھ پر ظلم کیا"۔ بزرگانِ دین میں سے ایک صاحب اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے میں کہ یہ پھول آپ کے پسینہ مبارک سے پیدا ہوا ہے۔ کچھ شک رکھتا تھا۔ اُس نے ایک روز آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ دُور سے آرہے ہیں۔ اور پسینہ آیا ہوا ہے۔ آنکھ اُٹھا کر آپ نے اُس کی طرف دیکھا۔ اور اپنے پسینہ مبارک کو جو صبح کی شبنم کی طرح پھول کے پتے پر پڑا ہوا تھا زمین پر گرا دیا۔ جب وہ خواب دیکھ چکا تو دیکھا کہ جس جگہ زمین پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کے قطرے گرے تھے۔ وہاں گلاب کے پھول پڑے ہیں۔

خلق گلاب بے ز گل ریختہ | خلقت تو گلاب سے عرق نکالتی ہے اور
تو ز گلاب بے گل انگیختہ | تو گلاب سے پھول پیدا کرتا ہے +

اور ان پھولوں کو ہمارے زمانہ کے بہت سے آدمیوں نے دیکھا ہے۔ میر جلال الدین حسین بخاری قدس اللہ سرہٗ ہمارے شیخ صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ اس پھول پر درود پڑھنے کی تاکید کی وجہ یہ ہے کہ آنجنابؐ کے وجود مبارک کا حصہ ہے۔ لیکن بطور مستحب سارے پھولوں پر پڑھنا چاہیئے۔ اس واسطے کہ یہ تمام اُس محبوب خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیارے تھے۔ مگر رویل اور کیوڑے کے پھول پر نہیں۔ اس واسطے کہ ان دونوں پھولوں کو بُت پرست بُت پرستی کی رسوم میں غالباً کام میں لاتے ہیں۔ اور ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں۔ اور دوسرا سبب یہ ہے۔ کہ ان کو بوتے وقت ان کے بیج کو مکروہ چیزوں میں پرورش کرتے ہیں +

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ "پہلے پہل جو زمین میرے قدموں کے نیچے آئی وہ سرزمین ہند تھی" +

سوال - چونکہ آپ کی زاد بوم مکہ ہے۔ اس لئے زمین عرب آپ کے قدموں کے نیچے آنی چاہیئے تھی نہ کہ ہند +

جواب - آپ کی ولادت کے وقت جبرائیلؑ کو حکم الٰہی ہؤا۔ کہ ہندوستان کی زمین کو لپیٹ اور خربوزہ کی طرز کا بنا کر میرے حبیبؐ کے قدموں کے نیچے رکھدے کہ اس میں کچھ حکمت ہے۔ اس ملک میں جو اس قسم کا عیش و عشرت اور رنگا رنگ کے میوے اور قسم قسم کے آدمی اور حکمت کے خزانے پائے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک قدم کی تاثیر ہے۔ ع

ہر کجا پائے نہادی گل نسرین آمد

جہاں پر تو نے قدم رکھا وہاں گلاب اور چنبیلی پیدا ہوئی +

پیغمبر خدا فرماتے ہیں " ملک ہند میں ایک شہر ہے جسے اودھ کہتے ہیں وہاں کی دو ملبندیوں میں دو نبیوں یعنی شیث اور ایوب کی قبریں ہیں ؛

اور ملفوظات جلالی میں لکھا ہوا ہے۔ کہ آنحضرت نے سات کلمے فارسی کے زبان مبارک سے فرمائے۔ اوّل ایک دفعہ کوئی یار انگوروں کا ایک تھال لایا لیکن اصحاب بہت تھے۔ آنحضرت نے فرمایا " العنب دودہ " یعنی دو دو انگور دے دو دوسرا ایک مرتبہ آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ قوم لوط کو کس چیز سے مسمار کیا گیا۔ آپ نے فرمایا " بہ سنگ وگل " یعنی پتھر اور مٹی سے۔ تیسرا ایک مرتبہ آنحضرت نے معاویہ کے جبہ میں جوں دیکھی تو فرمایا " ہذا سپس " یعنی یہ جوں ہے۔ چوتھا جنگ اُحد کے وقت آپ آدمیوں میں لیٹے ہوئے تھے۔ کہ صحابہ چند اونٹ لے کر آئے۔ تاکہ آپ سوار ہوں۔ آپ نے فرمایا " ہذا اشتر " یہ اونٹ ہے۔ پانچویں ایک دفعہ حضرت بی بی عایشہ کے دست مبارک میں تازہ سیب تھا۔ آپ سرور کائنات کے روبرو مزاح کے طور پر کہہ رہی تھیں۔ کہ یہ کسے دوں آپ نے فرمایا " مرا بدہ " مجھے دو۔ چھٹا آنحضرت ایک اندھیری رات کو خاتون جنت کے گھر تشریف لیجا رہے تھے۔ جب دروازے کے پاس پہنچے تو خاتون جنت نے خیال کیا۔ کہ شاید کوئی بیگانہ گھر میں آ رہا ہے۔ آپ نے چلانا شروع کیا۔ کہ کون ہے۔ آنحضرت مسکرائے۔ اور فرمایا " منم محمد " میں ہوں محمد۔ ساتویں مشرکوں نے پوچھا کہ خدا ایک ہے یا دو۔ آنحضرت نے فرمایا " وے یکے است " وہ ایک ہے ؛

طراز دوم۔ اولیا کے لطائف ہیں۔ پہلے چند لطیفے مولنا عبدالرحمن جامی مبارک اصل کے خاندان کے عرفان کے پیالے کو بھرے۔ بیان کئے جائیں گے۔ اور اس کے بعد دوسرے فاضلوں کے۔ ایک دفعہ جب آپ کو بیت اللہ جانے کا دغدغہ لگا ہوا تھا۔ خراسان کے امیروں نے بھی اس ارادہ کی بابت درخواست کی اور

کہا۔ کہ ہر روز آپ کی توجہ سے بہت سے درویشوں کی مہمیں آسان ہوتی ہیں۔ اور جو مہم آپ کی ہمت سے بادشاہوں سے پوری ہوتی ہے ایک پاپیادہ حج کا ثواب ہوتا ہے۔ آپؒ نے بطور دل لگی کہا۔ ہم نے بہت سے پاپیادہ حج کئے ہیں۔ اور بہت تھکے ماندے ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ایک حج سوار ہو کر کریں ؎

ایک روز ابوالفضولی باردی جو اکثر زہد کا دم مارتا تھا آپ کی مجلس شریف میں آیا۔ جب کھانا لایا گیا تو اتفاقاً نمکدان نہ لایا گیا۔ اُس نے ایک خادم کو کہا کہ نمکدان لاؤ۔ تاکہ نمک سے تبرکاً شروع کریں۔ آپ نے بطور دل لگی فرمایا۔ روٹی نمکین ہے۔ کھانے میں مشغول ہو جاؤ۔ اسی اثنا میں ایک شخص کو دیکھا۔ کہ ایک ہاتھ سے روٹی توڑتا ہے۔ اُس کو کسی دوسرے نے کہا۔ کہ روٹی ایک ہاتھ سے نہیں توڑنی چاہئے۔ کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کھانا کھاتے وقت لوگوں کے ہاتھ اور منہ کی طرف دیکھنا اس سے بھی زیادہ مکروہ ہے۔ اس وقت وہ چپ ہو گیا۔ کچھ وقت کے بعد پھر باتیں کرنے لگا۔ اور کہا۔ کہ کھانا کھاتے وقت بات کرنی سنت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بہت گفتگو کرنا مکروہ ہے ؎

ایک دفعہ حجاز کے سفر میں جب بغداد پہنچے۔ تو پیر جمال عراقی معہ اپنے بہت سے مریدوں کے آپ کی زیارت کے لئے آیا۔ وہ بہت بزرگ تھا۔ اور وہ اور اُس کے مرید تمام اُونٹوں کے بالوں کی پوشش رکھتے تھے۔ جب پیر جمال کی آنکھ آپ کے جمال پر پڑی۔ تو بڑی خوشی میں آ کر کہا۔ کہ ہم نے جمال الٰہی دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم نے بھی جمال الٰہی دیکھا۔ یعنی خدا کے اونٹوں کو۔ ؎

دیدیم جمالِ او و در عین کمال است این	ہم نے اس کا جمال دیکھا وہ عین کمال میں ہے
جان تازہ شد از دیدنِ ای بے بچہ جمال است این	یا رب یہ کیسا جمال ہے کہ جس کے دیکھنے سے جان تازہ ہو گئی ہے ؎

ایک روز ایک شہزادہ تیموری نسل کا جو نہایت خوبصورت تھا۔ آپ کی مجلس میں آکر مصری کا ٹکڑا دانتوں سے توڑ کر ہتھیلی پر رکھ کر کہنے لگا کہ آپ کو کونسا ٹکڑا دوں۔ آپ نے فرمایا وہ جسے پہلے ہی پانی لگا ہوا ہے ؎

شکستہ بد من پارہ ہائے قند و نبات
فگن بجانب ما آنکہ بیشتر باشد

مصری کے ٹکڑے جو دانتوں سے توڑے گئے ہیں۔ اُن سے وہ ٹکڑا ہماری طرف پھینک جو سب سے آگے ہے +

ایک بڑھئی کا لڑکا جس کے حسن کی اخیر ہو چلی تھی۔ اور خط آنا شروع ہو گیا تھا کبھی کبھی لکڑی کا کام کیا کرتا۔ ایک روز آپ کے پاس آکر اپنے ہنر کی لاف زنی کرنے لگا۔ کہ فلاں کے لئے مَیں نے ایسا دروازہ بنایا اور فلاں کے لئے ایسا پنجرہ۔ آپ نے فرمایا۔ میرے واسطے بھی ایک دفعہ صفائی دے لو حضرت مولٰنا ابتدائے جوانی میں ایک جوان سے الفت کیا کرتے تھے۔ اور عشق اور عاشقی کے جنون میں آپ نے ریش مبارک کا صفا کرا دیا تھا۔ اور یہ قطعہ کہا تھا۔ قطعہ

اے کہ داری بر سرِ خوبانِ عالم سروری
سر نبود و سرِ سودائے تو در سر داشتم

اے معشوق تو جو جہان کے معشوقوں کا سردار ہے۔ سُن جب میرا سر نہ تھا۔ تب بھی تیرا خیال میرے سر میں تھا +

گر تراشیدم سر و ریش ستردم مو بموے
سرزنش کم کن کزآں مقصود دیگر داشتم

اگرچہ میں سر اور داڑھی صاف چٹ کرائی ہے لیکن تو مجھے ملامت کم کر کیونکہ اس سے میرا مطلب اور ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے:-

ماندہ بود از ہستی من در غمت موئے وبس
عاقبت آنہم بیا کی از میاں برداشتم

تیرے غم میں میری ہستی سے صرف ایک بال رہ گیا تھا۔ تو وہ بھی آخر کار مَیں نے صاف اُڑا دیا ہے +

میرزا رفیع بیگ کے زمانے میں آپ نے چند عرصہ کے لئے سمرقند میں بود و باش اختیار کی۔ اور انہی دنوں ایک خوبصورت جوان شاعر پیشہ اور ظریف اور شوخ چشم رہتا تھا جس نے اپنا تخلص خاکی کیا ہؤا تھا۔ اور اسی نام سے مشہور تھا۔ ایک روز آپ خراسان کے چند شاعروں اور ظریفوں کے ہمراہ خاکی کے پاس سے گذرے اور وہ اپنے چند شاگردوں کے ساتھ بیٹھا ہؤا تھا۔ انہیں دیکھ کر اُس نے کہا۔ کہ خراسان کے گدھے کہاں جارہے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ کوئی نرم خاک طلب کرتے ہیں۔ تاکہ اُس پر لوٹیں ٭

ایک مہمل گو شاعر آپ کے روبرو کہہ رہا تھا۔ کہ جب میں خانہ کعبہ پہنچا۔ تو اپنے شعروں کے دیوان کو یُمن اور برکت کے واسطے حجر اسود پر ملا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر آبِ زمزم میں ملتا تو بہتر ہوتا ٭

ایک مہمل گو شاعر آپ کے پاس بیٹھا ہؤا تھا۔ اُس نے کہا۔ گذشتہ رات میں نے خضر علیہ السّلام کو دیکھا۔ آپ نے اپنے مبارک آب دہن کو میرے منہ میں ڈالا۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے غلط دیکھا۔ بلکہ خضر علیہ السّلام تیرے چہرے اور سر پر تھوکنا چاہتے تھے۔ سو تو نے منہ کھول دیا اور وہ تھوک اس میں گر پڑی ٭

ایک شاعر نے آپ کے پاس ایک غزل پڑھی اور عرض کی۔ کہ کسی طرح یہ مشہور ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ بادشاہ کے دروازے پر لٹکا دے۔ تاکہ ہر ایک آنے جانے والا اسے دیکھے اور پڑھے۔ شاعر نے کہا۔ لیکن یہ کس طرح معلوم ہوگا۔ کہ مَیں نے کہی ہے۔ آپ نے فرمایا تو اپنے تئیں شعروں کے پاس ہی لٹکا دے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ شعر کیا ہے اور شاعر کون ہے ٭

جب میرزا میراں شاہ امیر تیمور کا بیٹا تبریز کا حکمراں ہو کر گیا۔ تو مولٰنا محمد مغربی کا مرید ہو گیا۔ اور جب چند روز کے بعد خواجہ کمال کی صحبت میں پہنچا۔

تو آپ کی لطافت صحبت کو دیکھ کر مغربی کی مریدی چھوڑ کر خواجہ صاحبؒ کا مرید ہوگیا۔ ایک روز نذر گویوں نے سنہری کمربند خواجہ صاحب کے پاس بھیجا۔ خواجہ صاحب نے وہ کمربند بیچ ڈالا۔ اور طعام پکایا۔ اور تبریزی سب اعلےٰ ادنےٰ دسترخوان پر حاضر ہوئے۔ لیکن مولٰنا مغربی اور اُن کے مرید نہ آئے۔ اس مجلس میں مرزا نے ایک بزرگ سے پوچھا۔ کہ مولانا کیوں نہیں تشریف لائے۔ اُس نے کہا۔ غالباً آپ کو درد ہے۔ اور مرزا نے خواجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ کہ مولانا کو کیا درد ہے۔ خواجہ کمال نے فرمایا۔ ظاہرا درد کمر ہوگا +

ایک روز حکیم انوری بلخ کے بازار میں سے جا رہا تھا۔ چند شخصوں کو ایک جگہ اکٹھے ہوئے دیکھ کر اُن کے پاس آیا۔ دیکھا۔ کہ اُن میں ایک شخص کھڑا ہو کر قصاید انوری کو اپنے نام سے پڑھتا ہے۔ لوگوں نے اس کی تعریف کی۔ انوری نے اس سے پوچھا۔ اے بندۂ خدا! یہ شعر کس کے پڑھتا ہے۔ اُس نے کہا انوری کے۔ انوری نے کہا کیا تو انوری کو پہچانتا ہے۔ اُس نے کہا یہ تو کیا کہتا ہے۔ انوری تو میں ہوں۔ یہ سُن کر انوری نے ہنس دیا۔ اور کہا۔ کہ شعر کا چور تو میں نے سُنا تھا لیکن شاعر کا چور اسی کو دیکھا +

مظفر ہروی بڑا زبردست قصیدہ گو تھا۔ اُس نے ایک بڑا اعلےٰ درجے کا قصیدہ ملک معزالدین حسین کی مدح میں کہا تھا۔ اور اسے پڑھ رہا تھا۔ جب پڑھتے پڑھتے اس شعر پر پہنچا۔ ؎

زیر قدر قدر یاد نہ قبۂ خضرا و خور

تو دہ چند از رماد است و درخشاں اخگرے

اس کے قدر کے مقابلہ میں آسمان اور سورج اس طرح ہیں۔ جیسے کہ چند راکھ کے ڈھیر اور چمکتی ہوئی چنگاری +

بادشاہ نے اس پر اعتراض کیا۔ کہ خاقانی نے بھی یہی مطلب اپنے قصیدے میں بیان کیا ہے۔ ؎

چیست مہر و سپہر با قدرش اخگرے درمیانِ خاکستر	سورج اور آسمان اُس کے قدر کے بالمقابل ایسے ہیں۔ جیسے راکھ میں ایک چنگاری +

مولانا غصے ہوئے اور کہا۔ کہ خاقانی نے یہ مجھ سے لیا ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ یہ کس قسم کا مقابرہ ہے۔ خاقانی تو آپ سے پہلے گذر چکا۔ اور آپ اس کے بعد پیدا ہوئے۔ وہ کس طرح لے سکتا ہے۔ مولانا نے کہا۔ اے بادشاہ! وہ معنے جو ازل میں مبداء فیاض سے میری روح کی طرف متوجّہ ہوئے خاقانی نے انہیں راستہ ہی میں چرا لیا۔ اور اپنے نام پر کر لیا۔ بادشاہ ہنس پڑا۔ اور اس قصیدے کا معقول صلہ مولانا کو دیا +

مولانا قطب الدین علامہ کسی راستے جا رہے تھے۔ کہ ایک شخص چھت پر سے گرا۔ اور مولانا کی گردن پر آرہا۔ جس سے گردن کے مہرے کو چوٹ آئی۔ اور اسی وجہ سے آپ چند روز چارپائی پر لیٹے رہے۔ اس اثنا میں چند اشخاص آپ کی بیمار پرسی کے لئے آئے۔ اور پوچھا۔ کہ آپ کی کیا حالت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس سے بری اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ چھت پر سے کوئی گرے اور گردن ہماری ٹوٹے +

مولانا کسی یہودی ہمسایہ کی بیمار پرسی کے لئے گئے۔ اور اسے پوچھا۔ کہ تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا مجھے تپ ہے۔ اور گردن درد کرتی ہے۔ لیکن آج کچھ آدھی ہلکی ہو گئی ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ کچھ غم نہ کر۔ کل تک

ساری ٹوٹ جائے گی ٭

صدر الشریعۃ اپنے زمانے کا بڑا بھاری فقیہ تھا۔ اور نہایت لطیف طبع شخص تھا۔ اتفاقیہ اس سے مٹھی بھر بھنگ استعمال ہو گئی۔ ایک شخص نے اس سے پوچھا۔ کہ بھنگ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا "یجب الکف منہ" یعنی اُس سے مٹھی بھر واجب ہے۔ اور کف کے معنے عربی لغت میں منع کے ہیں۔ اور فارسی میں کف کے معنے مٹھی بھر کے ٭

ایک مرد نے اپنے ہمسایہ کی لونڈی سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہو گئی۔ ہمسائے کو جب یہ خبر ہوئی۔ تو زانی کو کہا کہ اگر تو نے بُرا فعل کیا تھا۔ تو اس حمل کو دُور کر دیتا۔ اس نے کہا حمل ساقط کرنا مکروہ ہے۔ اس نے کہا تو نے یہ نہیں سُنا کہ زنا کرنا حرام ہے ٭

ایک شیرازی معہ کیسہ زر نماز میں مشغول تھا اور ایک چور گھات میں لگا ہوا تھا۔ جب نمازی نے سلام کہا۔ تو چور نے کہا۔ تیری نماز معہ کیسہ جائز نہیں۔ اسے پھر ادا کر۔ شیرازی نے کہا۔ اگرچہ میری نماز نہیں ہوئی۔ لیکن کیسہ تو میرے پاس ہے ٭

ایک بدوی معاویہ کے سامنے سے دو کتے ایک سیاہ اور دوسرا سفید لے کر گذرا۔ جن کے گلے میں زنجیریں تھیں۔ معاویہ نے کہا۔ اے بدو۔ ان دونوں میں سے ایک مجھے بخش۔ اُس نے کہا۔ جسے تو چاہے۔ میں تجھے دے دوں گا۔ معاویہ نے کہا میں سفید چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا یہ مجھے بہت پیارا ہے۔ معاویہ نے کہا۔ اچھا سیاہ ہی دے دو۔ اُس نے کہا یہ شکار زیادہ کرتا ہے ٭

ایک عرب کسی دسترخوان پر بیٹھا ہؤا پانچوں انگلیوں کے ساتھ کھا رہا تھا۔ اِسے پوچھا گیا۔ کہ تین انگلیوں سے کیوں نہیں کھاتا۔ اس نے کہا۔ اگر تین سے کھاؤں گا۔ تو باقی دو ناراض ہو جائیں گی ✣

ایک دفعہ کسی شخص کے گھر چور آیا۔ بہت کچھ ڈھونڈا۔ لیکن کچھ نہ پایا۔ آخر اُس کی نگاہ ایک کونے میں چونے کے ڈھیر پر پڑی۔ اُس نے خیال کیا کہ شاید آٹا ہے۔ اِس خیال سے اس نے اپنی پگڑی صحن میں بچھائی۔ اور آپ اندر آٹا لینے کے لئے گیا۔ گھر کا مالک دیکھ رہا تھا۔ اُس نے پگڑی گم کر لی۔ جب چور کو معلوم ہؤا کہ چونا ہے تو واپس آیا۔ کہ کپڑے سمیٹ لوں۔ یہاں پگڑی ندارد تھی۔ جب گھر سے باہر نکلنا چاہا۔ تو گھر کے مالک نے فریاد کی۔ کہ پکڑو پکڑو۔ چور ہے۔ چور نے لوٹ کر کہا۔ انصاف کر کہ چور کون ہے ✣

ایک سپاہی کا گھوڑا چوری گیا۔ کسی نے اُسے کہا۔ کہ گناہ تیرا تھا۔ کہ تُو نے طویلے میں کُھلا چھوڑ رکھا تھا۔ اُس نے کہا سب میری ہی خطا ہے۔ چور کا کوئی قصور نہیں ✣

ایک سپاہی کی یہ عادت تھی۔ کہ جب حمام میں جاتا نکلتے وقت یہ کہتا کہ میری فلاں چیز گم ہو گئی ہے۔ یا وہ چیز دے یا اس کا تاوان۔ اور شور و غل مچاتا۔ آخر حمام والوں کی مزدوری دیئے بغیر نکل آتا۔ سارے حمام والے اس سے واقف ہو گئے۔ کوئی اسے نزدیک نہ آنے دیتا۔ آخر مجبور ہو کر ایک حمام والے سے یہ شرط کی کہ مَیں چوری کی تہمت نہیں لگاؤں گا۔ اور حجامت اور غسل کی مزدوری پوری دوں گا۔ اس بات پر چند گواہ بھی ہو گئے۔ آخر جب اِسے لنگوٹا کسا کر اندر بھیجا۔ تو حمام والے نے اس

لنگوٹے والے کو کہا۔ کہ اس کے تمام کپڑے لے کر چھپا دے۔ اور اس کی پیٹی اور تلوار باہر رہنے دی۔ سپاہی جب حمام سے باہر نکلا۔ تو دیکھا کہ تمام کپڑے غائب ہیں۔ مجبورًا چپکا ہو رہا۔ کیونکہ گواہ موجود تھے۔ لنگوٹے والے نے لنگوٹا لے لیا۔ اب وہ مادرزاد ننگا کھڑا رہ گیا۔ وہی تلوار کی پیٹی اُس نے پہن لی۔ اور حمامی کو کہا۔ میں تو کچھ نہیں کہتا۔ لیکن تو ہی انصاف کر۔ کہ کیا میں اِسی حالت میں حمام میں آیا تھا۔ حمام والا اور تمام حاضرین ہنس پڑے۔ اور اس کے کپڑے اسے دے دیئے۔ اور حمام والے نے مقرر کر دیا۔ کہ ہفتے میں وُہ ایک دفعہ مفت آکر حجامت بنوا جایا کرے۔

دلقک کو خدا نے فرزند عنایت کیا۔ سُلطان محمُود نے اس سے پوچھا۔ کہ تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے یا لڑکی۔ اُس نے کہا فقیروں کی طرح لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ بادشاہ نے کہا اے مردود اگر غریبوں کے ہاں لڑکا یا لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ تو امیروں کے ہاں کیا پیدا ہوتا ہے۔ اُس نے کہا۔ بزرگوں کے ہاں بدکار۔ نالائق۔ ظالم اور خانہ برباد پیدا ہوتے ہیں۔

ایک حکیم سے لوگوں نے پُوچھا۔ کہ تو نکاح کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ اُس نے کہا۔ ایک مہینے کی خوشی۔ زمانے کا غم۔ گھر کا بوجھ اور کمر کا ٹوٹنا۔ یعنی شادی میں ایک مہینے کی خوشی ہوتی ہے اور ہمیشہ کا غم لاحق ہوتا ہے۔ اور گھر کا بوجھ پہاڑ کی طرح ہوتا ہے۔ اور اس کے غموں سے کمر ٹوٹ جاتی ہے۔

کدخدائی کہ مایۂ ہوس است ‏ ‏ ‏ ‏ کدخدائی جو کہ ہوس کا سرمایہ ہے

کدر ہا کن ترا خدائی بس است — تو کدہ (گھر) کو چھوڑ دے تو خدائی ہی کافی ہے ؛

ایک حکیم سے لوگوں نے کدخدائی کی بابت پوچھا۔ اُس نے کچھ سوچ بچار کے بعد کہا۔ کہ جب تک ہم مجرد تھے۔ اُس وقت تک بیاہے ہوئے گونگے تھے۔ یعنی ہم کو نصیحت نہیں کرتے تھے۔ اب جبکہ ہم شادی شدہ ہو گئے۔ تو مجرد گونگے ہو گئے۔ یعنی وہ ہماری نہیں سُنتے۔ اور شادی سے باز نہیں آتے ؛

طرازِ سوم ۔ اُن باتوں کے بیان میں جو حکیموں نے بے زبانوں کی زبان سے بیان کیں ؛

ایک باز نے ایک مرغ سے پوچھا۔ تو چھوٹے بڑے آدمیوں کے گھروں میں رہتا ہے۔ اور ان کی بدولت نیست و ہست ہوتا ہے۔ لیکن اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ جب وہ تجھے بلاتے ہیں۔ تو تو شور و غل مچاتا ہے۔ اور گھر بگھر بھاگتا پھرتا ہے۔ اور میں باوجود جنگلی پرندہ ہونے کے اِن کی تھوڑی سی مہربانی سے ان کا مطیع ہو جاتا ہوں۔ اور اُن کے ہاتھ پر آرام کرتا ہوں۔ اور شکار لا کر خود بخود اُن کے پاس چلا آتا ہوں۔ مرغ نے کہا۔ اے باز! یہ صرف اِس واسطے ہے۔ کہ تو نے کبھی کسی باز کو لوگوں کے ہاتھوں تو نے پر نہیں دیکھا۔ اور میں نے اپنے بہت سے ہم جنسوں کو اُن کے ہاتھوں سیخوں پر دیکھا ہے ؛

ایک گدھے نے کسی اونٹ کو کہا۔ کہ یہ کیسی رضا اور تسلیم ہے۔ کہ ایک چھوٹا سا بچہ بھی تجھے پکڑ کر چاروں طرف پھرا سکتا ہے۔ اونٹ نے کہا۔ اے گدھے تو اِس بات سے معذور ہے۔ اِس واسطے کہ تجھے مُردوں سے پالا

پڑتا ہے اور مجھے زندوں سے ؞

ایک بچھو نے سفر کا ارادہ کیا۔ اتفاقیہ وہ دریا کے کنارے پہنچا۔ جب بہت عاجز ہوا۔ تو ایک کچھوے کو اس پر رحم آیا۔ اسے اپنی پیٹھ پر سوار کر کے پانی میں روانہ ہوا۔ اس نے دیکھا۔ کہ بچھو اس کی پیٹھ پر ڈنگ مار رہا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ اے خبیث یہ کیا معاملہ ہے۔ باوجودیکہ تیرا ڈنگ یہاں کام نہیں کرتا۔ پھر بھی تو اپنے کام میں مشغول ہے۔ بچھو نے کہا۔ گو یہ معاملہ ایسا ہی ہے۔ لیکن میں اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ کچھوے نے یکبارگی غوطہ لگایا۔ اور بچھوے کو دریا کی رو بہا کر لے گئی ؞

ایک لومڑی کو لوگوں نے کہا۔ کہ تو سو دینار لے اور شہر کے کتوں کو پیغام پہنچا دے۔ اس نے کہا۔ مزدوری تو بے شک زیادہ ہے۔ لیکن اس معاملے میں جان کا خطرہ ہے ؞

ایک لومڑی کے بچے نے ماں کو کہا۔ کہ مجھے مکر و حیلہ سکھا۔ کہ جب کتوں کی کشمکش میں پھنس جاؤں۔ تو اپنے تئیں کس طرح بچاؤں۔ اس نے کہا۔ مکر و حیلہ تو بہت ہیں۔ لیکن بہتر یہی ہے۔ کہ تو گھر میں بیٹھا رہے۔ تاکہ نہ وہ تجھے دیکھیں اور نہ تو ان کو ؞

طرازِ چہارم۔ نصیحتوں میں ؞

اگر کوئی ہمیشہ بہشت بریں میں رہنا چاہے۔ تو اسے سب کا دوست ہونا چاہئے۔ اور کسی کی طرف سے کینہ دل میں نہیں رکھنا چاہئے۔ قطعہ

پیش طلبی ز ہیچکس پیش مباش	اگر تو بڑھنا چاہتا ہے تو تو کسی سے
چوں مرہم موم باش و چوں نیش مباش	بیش دستی نہ کر۔ موم کی مرہم کی طرح ہو نہ کہ ڈنگ کی طرح ؞

خواہی کہ ز ہیچ کس بتو بد نرسد
بدگوئے و بدآموز و بداندیش مباش

اگر تو چاہتا ہے کہ کسی سے تجھے بُرائی نہ پہنچے۔ تو بدگو۔ بدآموز اور بداندیش نہ ہو +

تمام انبیا علیہم السلام نے یہی کیا ہے۔ اور اسی خصلت کو عملی صورت میں لائے ہیں۔ اسی واسطے اہل جہان ان کے لطف سے مغلوب ہوئے ہیں۔ جب تو دوستوں کو یاد کرے گا۔ تو تیرا اندر پھولوں اور نیاز بو سے پُر ہو جائے گا۔ اور جب دشمنوں کا ذکر کرے گا تو تیرا اندرونی باغ سانپوں اور کانٹوں سے پُر ہو جائیگا۔ قطعہ

جہد کن تا شاخ و بیخ دشمنی
از درونِ باغ جانت برکنی

تو اس بات کی کوشش کر کہ دشمنی کی جڑ اور شاخ۔ اپنی جان کے باغ سے دُور ہو وے +

لیک باشی محوِ دلبر آں چناں
یاد ناید دوستان و دشمناں

بلکہ تو دلبر میں ایسا محو ہو جا۔ کہ تجھے نہ دوست ہی یاد آئیں نہ دشمن +

آپ سے کسی نے نصیحت طلب کی۔ آپ نے فرمایا۔ تو ایسی بات نہ کر جس کے باعث دُنیا میں لوگ تجھے طعنہ دیں۔ اور تجھے عار آئے۔ اور قیامت کے تو اس کے باعث گرفتار کیا جائے۔ اور اگر ایسا نہیں۔ تو جاؤ جو اپنی مرضی ہے کرو۔ مثنوی۔

چیست آں کز وے نہ بینی اے نگار
در دو عالم رنج و درد و عار و نار

اے معشوق وہ کونسی چیز ہے جس سے تو دونوں جہان میں رنج۔ درد۔ اور عار اور آگ نہ دیکھے +

پیرویٔ شرع سلطان من است	وہ خبر میرے سلطان کی شرع کی پیروی
آنکہ نامش راحت جان من است	ہے جس کا نام میری جان کے لئے باعث راحت ہے ✦
کرده در وصفش عبارت کوتہی	اسی کی صفت میں عبارت نے کوتاہی
صلّ یا ربّی علیہ و آلہٖ	کی۔ اے میرے پروردگار اُس پر اور اُس کی آل پر درود ہو اور سلام ✦

اللہ تعالےٰ کا شکر اور احسان ہے۔ کہ یہ رسالہ گلدستہ تمام ہُوا۔ اُمید ہے۔ کہ بوستان جمال کے گل رُخ گلدستے کی طرح اسے قبول کر کے سر پر رکھیں گے اور آشفتہ حال بلبل شوق سے اس پر خوش الحانی غزل خوانی کریں گے ✦

قطعہ:۔

این نامہ کہ آمد سبب عیش مدام	یہ رسالہ جو ہمیشہ کے عیش کا سبب ہے
از حضرت معشوق دہد تازہ پیام	معشوق کی بارگاہ سے تازہ پیام دیتا ہے ✦
المنّۃ للہ کہ شد از لطف لطیف	خدا کا شکر ہے۔ کہ یہ لطیف کے لطف
در نہصد تسعین بہ شب عید تمام	سے۔ عید کی رات ۹۹۰ھ ہجری کو ختم ہُوا ✦

تمّت

ذکر دربیان

سال سی ویکم وسی و دوم از قیومیت حضرت عروۃ الوثقیٰ امام معصوم زمانی قیوم ثانی رضی اللہ عنہ ارتداد تاج محمود کہ موسوم بتاج مردود شد و قتل کردن آنحضرت اورا و دیگر قضایا کہ دریں سال واقع شدہ اند:۔

اس سال شہر سامانہ جو سرہند کے مضافات میں ہے سلطنت کے ایک رئیس تاج محمود نام سے دین اسلام کی اہانت سرزد ہوئی جس سے خلقت پر واجب ہو گیا۔ کہ اُسے قتل کیا جائے۔ جب یہ خبر حضرت عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ نے سُنی۔ تو آنحضرت بہ سبب حمیت اسلامی سخت ناراض ہوئے۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ کے یار اُسے پکڑ لائے۔ اور اُس کا نام تاج مردود رکھا۔ اور اُس کے قتل کے بارے میں ایک حکم شرعی مرتب کیا۔ جس میں تمام علماء فقہا، صدر اور قاضی کی مہریں ثبت تھیں۔ صرف اِس پر سرہند کے مفتی ابوالخیر نے مُہر نہ لگائی۔ کیونکہ تاج مردود نے اُسے بہت سا روپیہ چڑھا دیا تھا۔ کہ جس طرح ہو سکے۔ یہ جرم مجھ پر ثابت نہ ہونے دینا۔ اُس نے بہتیری منطق چھانٹی۔ لیکن ایک پیش نہ گئی۔ کیونکہ اُس کی والدہ اور چچی دونو کا شاہی محل میں رسوخ زیادہ تھا۔ بلکہ اُس کی والدہ نے تو دارا شکوہ کو دودھ بھی پلایا تھا۔ اس واسطے دارا شکوہ نے سرہند کے حاکم کی طرف لکھا۔ کہ جس طرح ہو سکے تاج محمود کو قتل سے بچانا۔ میں تم پر نہایت مہربان ہونگا۔ جب یہ خبر حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ نے سُنی۔ تو بادشاہ کی طرف لکھا کہ تاج محمود تاج مردود ہے اُس کا قتل کرنا ہم پر اور

تم پر لازم اور واجب ہے۔ بادشاہ نے آنحضرت کے مخصوص مُرید عضد والدولہ "خان دوران" کو سرہند بھیجا تاکہ علماء سے فتوٰے لیکر تاج محمود کو قتل کر دے۔ جب خان دوران آنحضرت کی خدمت میں شرف آستان بوسی سے مشرف ہوا۔ تو حضرت مجدد الف ثانی کے روضہ منورہ میں اجلاس کیا۔ جس میں سرہند کے تمام علماء و فقہاء کو بلایا۔ سوائے مفتی ابوالخیر کے سب نے تاج محمود کے قتل کا فتوٰے دیا۔ خان دوران نے اُس کی مہر کو لیکر اس فتوٰے پر ثبت کر لیا۔ اور فتوٰے بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ ابوالخیر نے سرہند کے حاکم کو کہا کہ خان دوراں نے مجھ سے مہر زبردستی لی ہے۔ اور اس محضر پر لگاوی ہے۔ سرہند کے حاکم نے یہ معاملہ بادشاہ کی طرف لکھدیا۔ لیکن اس عریضہ کے پہنچنے سے پہلے وہ محضر بادشاہ کو پہنچ چکا تھا۔ اور اس نے تاج مردود کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ آنجناب اُسے قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حاکم سرہند نے اُسے دارا شکوہ کے پاس بھیجدیا۔ جب آنحضرت کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو بہ نفس نفیس شاہجہان آباد گئے۔ جب بادشاہ کو آنجناب کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو ارکان سلطنت کو آپ کے استقبال کے واسطے بھیجا۔ اور خود بھی چھ میل تک استقبال کیا اور بڑی تعظیم وتکریم سے شہر میں لایا۔ آنحضرت نے پہلی ہی ملاقات میں بادشاہ کو فرمایا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ کہ دارا شکوہ کی عملداری میں دین محمدی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں ضرور سستی ہوگی۔ اب وُہی بات ہوئی۔ از روئے شریعت تاج محمود کا قتل واجب ہے۔ اسے حاضر کر کے شرعی کارروائی کرنی چاہیئے۔ اتنے میں دارا شکوہ کے اشارے سے ابوالخیر بادشاہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کہ اس پر شرعی جرم ثابت نہیں ہوتا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ وہ بالضرور واجب القتل ہے۔ اور جو اس کی حمایت کرے گا وہ بھی واجب القتل ہے۔ سعد اللہ خاں

وزیر اعظم بھی اس وقت موجود تھا۔ اور تاج مردود کے معاملہ سے واقف تھا۔ آنحضرت ؓ نے فرمایا۔ کہ اس معاملہ کی خبر سعد اللہ خاں کو بھی ہے۔ اس سے پوچھنا چاہیئے۔ سعد اللہ خاں دارا شکوہ کے اشارے سے خاموش رہا۔ بلکہ آہستہ سے شاہزادے کو کہا۔ میں نہیں جانتا کہ قیوم وقت کیوں جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ بات ایک شخص نے آنحضرت کے گوش گذار کردی۔ آپ سخت ناراض ہوئے۔ حتےٰ کہ مارے غصہ کے لال پیلے ہو گئے۔ اور سعد اللہ خاں کو فرمایا۔ کہ تو حق کو پوشیدہ کرتا ہے اور قطب وقت کو جھٹلاتا ہے۔ بہت جلدی تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔ اور ساتھ ہی بادشاہ کو فرمایا۔ کہ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو۔ تو تاج مردود کو حاضر کر کے قتل کرو۔ ورنہ ایسی مصیبت میں گرفتار ہوگے۔ کہ اس سے رہائی ناممکن ہوگی۔ بادشاہ بہت پریشان ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ جو آنجناب فرماتے ہیں حق ہے۔ میں ؓ سے حاضر خدمت کرتا ہوں جو خاطر عاطر میں آئے۔ کیجئے گا۔ اور مجھ عاجز سے ناراض نہ ہوجئے گا۔ بادشاہ نے تاج مردود کی تلاش میں ادھر اُدھر آدمی دوڑائے۔ اور آنحضرت اپنی خوابگاہ میں تشریف لائے۔ جب سعد اللہ خاں وزیر بادشاہ سے رخصت ہوا۔ تو اسی وقت اس کے پیٹ میں ایسا درد شروع ہوا۔ کہ وہ بیقرار ہوکر سواری سے گر گر پڑتا تھا۔ لوگ بار بار اسے سوار کرتے لیکن وہ ہر بار گر پڑتا۔ آخر جب گھر پہنچا۔ اور قریب المرگ ہوا۔ تو اپنے بیٹے فتح اللہ خاں کو آنحضرت کی خدمت میں بھیج کر معافی مانگی۔ کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ میری خطا معاف فرمائی جائے۔ جب اس کا بیٹا آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور باپ کا پیغام عرض کیا۔ تو آنحضرت رضؓ نے فرمایا۔ کہ اب موقعہ ہاتھ سے نکل گیا۔ آج وہ زندہ نہیں رہیگا۔ چونکہ اس نے توبہ کرلی ہے اور معافی مانگی ہے۔ اس واسطے

ہم دعا کرتے ہیں۔ تاکہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو۔ اگر معافی نہ مانگتا۔ تو جان اور ایمان دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ ایک روایت یہ ہے۔ کہ آنحضرت م نے اُس کے حق دعائے شفا کرنی چاہی۔ تو زبان مبارک سے نکلا اے اللہ اُسے بخش۔ جب فتح اللہ خاں گھر آیا تو دیکھا کہ باپ مرا پڑا ہے۔ سعد اللہ خاں کے مرنے پر بادشاہ بہت گھبرایا اور دارا شکوہ کو لعنت ملامت کی۔ کہ تیرا حشر بھی سعد اللہ خاں کا سا ہوگا۔ نہیں تو تاج مردود کو تلاش کر کے لاؤ۔ دارا شکوہ نے ڈر کر تاج مردود کو حاضر کر دیا۔ آنحضرت نے شرع کے مطابق اُسے قتل کیا۔ اور جو لوگ اُس کے حامی تھے۔ اُنہیں بھی سزا دی۔ ابوالخیر بھی انہیں میں سے تھا۔ بادشاہ نے اس کے قتل کا بھی حکم دیا۔ ابوالخیر نے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی۔ آنحضرت نے قتل سے بچایا۔ ابوالخیر شروع شروع میں سرہند میں صابن بیچا کرتا تھا۔ اور خانقاہ میں میں آکر پڑھا کرتا تھا۔ جب تحصیل علم سے فارغ ہوا تو آنحضرت نے سفارش کر کے بادشاہ سے اُسے سرہند کا مُفتی بنوایا۔ لیکن وہ بد طینتی کے باعث ہمیشہ اسی فکر میں رہتا۔ کہ کسی طرح حضرت عروۃ الوثقےٰ اور حضرت خازن الرحمت پر کسی طرح الزام لگا دے۔ لیکن خود خانقاہ کے بچوں سے قائل ہو جاتا ؃

میرے مصنف ؒ جد امجد کوکب دریہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت رضؓ فرماتے تھے۔ کہ ابوالخیر اُمت محمدی کے بڑے علماء سے ہے۔ جب وہ مرگیا۔ تو اس کا جنازہ آنحضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا۔ کہ ابوالخیر سخت عذاب میں مبتلا ہے اُس کے عذاب کی کمی کے لئے بہتیری توجہ کرتا ہوں۔ لیکن اثر بہت کم ہوتا ہے۔ القصہ آنحضرت تاج محمود کے قتل کے بعد سرہند تشریف

لائے ؛

اسی سال حضرت مروّج الشریعت کے دُوسرے فرزند خواجہ محمدؐ پارسا پیدا ہوئے اور اسی سال سرہند کا ایک رئیس فوت ہوگیا۔ بعض امور کی مخالفت کی وجہ سے آنجناب؁ اس کی عزاداری پر نہ گئے۔ حتیٰ کہ اُس کے لڑکے نے بھی آکر عاجزی کی۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ جب اُس کا بیٹا ناامید ہوکر واپس چلا گیا۔ تو جناب اِلٰہی سے الہام ہوُا۔ کہ اگر تم اُس کے جنازے میں شامل ہو تو ہم اُسے بخش دینگے۔ آنحضرت اُس کی قبر پر تشریف لے گئے۔ جاتے ہی آنجناب؁ کو الہام ہوُا کہ ہم نے اُسے بخش دیا ہے۔ اُس کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر دولت خانہ میں تشریف لائے ؛

اسی سال حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ کے مکتوب کی دوسری جلد حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے نام سے حاجی عاشور علیہ الرحمۃ نے جمع کی ؛

ذکر در بیان

سال سی و سوم از قیومیت حضرت ایشاں عروۃ الوثقےٰ امام معصوم زمانی قیوم ثانی رضی اللہ عنہ۔ تسلّب دارا شکوہ در مملکت ہند و ضعیف شدن دین اسلام و سوء مزاج شدن آنحضرت از سلطانی دارا شکوہ و عزم نمودن آنجناب بحرمین شریفین ؛

اس سال ہند میں بدعت کا بہت غلبہ ہوُا۔ اور دینِ اسلام کو بہت ضعف ہوُا۔ اس واسطے کہ دارا شکوہ ولیعہد اور بادشاہ

کا وصی عصر تھا۔ وہ بدعتیوں کی صحبت میں رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بدعتیوں اور ملحدوں کا ملک ہند میں دَوْر دَورہ تھا۔ لیکن اس بات کے سبب دارا شکوہ اورنگ زیب سے ڈرتا تھا۔ کہ کہیں شورش نہ کرے۔ کیونکہ ایک تو اُس کی بہادری اور دلیری کی دھاک سارے ہند میں تھی۔ دارا شکوہ کیا سارے بھائی اُس سے کانپتے تھے۔ دوسرے یہ کہ چونکہ دارا شکوہ اہل بدعت کا ہم صحبت تھا جو آنحضرت کے طریقہ کے سراسر برخلاف ہے۔ اس لئے بھی ڈرتا تھا۔ کہ چونکہ اورنگ زیب آنحضرت کا مُرید ہے کہیں طیش میں آکر فساد برپا نہ کرے۔ اس لئے ایک روز باپ کو کہا کہ میرے کام کو راجگانِ ہند کی مدد سے مضبوط بنا۔ بادشاہ نے ہند کے راجاؤں کے سردار کو بلاکر دارا شکوہ کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دیا۔ کہ اِس کی ہر طرح سے مدد کرنا۔ اُس نے بڑی خوشی سے قبول کیا دارا شکوہ نے اُس کے راضی کرنے کے لئے کافروں سے جزیہ لینا بند کر دیا۔ پھر دارا شکوہ کے پاس برہمنوں اور جوگیوں کا جمگھٹا رہنے لگا۔ اور وہ اُن سے ہندی کی تعلیم حاصل کر کے ہندی کتابوں کو فارسی میں ترجمہ کرنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ کہ کافروں کے طریق پر چلنے سے بھی انسان اللہ تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ دین اسلام میں اولیاء اور اصفیاء ہیں۔ ان میں بھی ہیں اور یہ سراسر جھوٹ تھا۔ اس واسطے ہندوستان میں کافروں کا غلبہ ہو گیا۔ جو ہر طرح سے مسلمانوں کو دُکھ دینے لگے۔ اہل اسلام کی جرأت نہ تھی۔ کہ کافروں کے آگے دم ماریں۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت سخت نازک تھی۔ کوئی اُن کی فریاد نہیں سُنتا تھا۔ دارا شکوہ نے بادشاہ کو نظر بند کر رکھا تھا۔ اور اپنے آدمی بطور پہرہ بٹھا دئے تھے کہ کسی کو بادشاہ سے مُلاقات کرنے نہ دی جائے۔ اور کوئی بات خلاف مرضی دارا شکوہ بادشاہ تک نہ پہنچائی جائے۔ ہر ایک حکم اپنی مرضی کے موافق

لکھتا۔ اور بادشاہ کی طرف سے لوگوں میں نافذ کرتا۔ حالانکہ بادشاہ کو ان حکموں کی بالکل خبر بھی نہ ہوتی۔ ہر روز ان ملحدوں اور بدعتیوں اور آنحضرت رضی اللہ عنہ کے خلفاء میں جنگ ہوتی۔ کیونکہ اُن کے طریق عمل سے سخت ناراض ہوتے تھے۔ اور انہیں منع کرتے تھے۔ اور جب وہ باز نہ آتے۔ تو اُن سے جنگ کرتے۔ اور بفضلِ خدا کامیاب ہوتے۔ داراشکوہ انہیں خون آلودہ حالت میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر کرتا کہ دیکھو حضرت عروۃ الوثقٰی رضی اللہ عنہم کے مرید احکامِ سلطنت کی پیروی نہیں کرتے بلکہ اس لئے بادشاہی آدمیوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت کے دل میں سلطنت کی خواہش ہے۔ بادشاہ داراشکوہ کی اِن باتوں کی ذرہ پرواہ نہ کرتا۔ ایک روز موقعہ پا کر پھر بادشاہ سے کہا کہ جہان بھر کے بادشاہ اپنی اپنی فوجیں لیکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہیں۔ اور لشکر شاہی کے سارے افسر بھی اُنکے مرید ہیں۔ جس شخص کے پاس اس قدر جمعیت ہو۔ اس سے فتنہ وفساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ علاوہ ازیں میں نے معتبر آدمیوں سے سُنا ہے کہ آنحضرت کا دلی ارادہ ہے کہ کسی طرح سلطنت ہند ہاتھ آئے۔ چنانچہ اس کے آثار بھی ظاہر ہیں۔ کہ آپ کے مُرید ہر روز شاہی آدمیوں سے جنگ کرتے ہیں۔ اور بادشاہی احکام کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ ایسا نہ ہو کہ فسادِ عظیم برپا ہو۔ جس کا علاج بعد از وقت محال ہو۔ اس کا بندوبست ابھی سے کرنا چاہیئے۔ بہتر ہے کہ شیخ صاحب کو بیچ سے اُٹھا ہی دیا جائے۔ تاکہ یہ آئے دن کا فساد مٹ جائے۔ نہیں تو سلطنت ضرور اس خاندان کے ہاتھ سے نکل جائیگی۔ بادشاہ نے سخت جھنجلا کر داراشکوہ کو کہا۔ ارے بدبخت! تو قیوم زمان اور قطب جہان کے بارے میں ایسی نیت کرتا ہے۔ تجھ پر خدا کی سنوار۔ بس معلوم ہو گیا کہ تو سلطنت کے لائق نہیں۔ اور بادشاہی تیرے نصیب میں نہیں۔ کیونکہ تمام جہان کے بادشاہ قطب وقت کے حکم سے سلطنت کرتے ہیں۔ تیرے اِس خیال کی شامت مجھ پر بھی عائد ہوگی۔ اور جو خناس تیرے دِل میں سمایا ہوا ہے۔ کہ آنحضرت کو اُٹھا دیا جائے یہ ناممکن ہے کیونکہ تو خود قائل ہے کہ شاہی لشکر کے تمام چھوٹے بڑے وضیع و شریف آنجناب کے مُرید ہیں۔ جب اُن کا پیشوا مارا جائیگا۔ تو کیا وہ انتقام کے لئے کمربستہ نہ ہونگے۔ اور

ہم سے ناراض نہ ہونگے۔ بلکہ جس طرح ہوسکا۔ ہمیں ضرور قتل کرینگے۔ سلطنت و جان کو کھو کر ہم عذاب و غضب الٰہی میں گرفتار ہونگے۔ اس سے بچو۔ ڈرو۔ اگر تم اپنی جان ایمان کی خیریت چاہتے ہو۔ تو اس خیال بیہودہ سے توبہ کرو۔ پھر دارا شکوہ نے بادشاہ سے اس قسم کے خیال کا اظہار نہ کیا۔ ضعفِ اسلام کو دیکھ کر آنحضرت کا دل بہت کڑھتا تھا چنانچہ آپ کا ارادہ تھا کہ ہندوستان چھوڑ کر کسی ملک میں تشریف لیجائیں۔

حضرت مروج الشریعت رضی اللہ عنہ یاقوت احمر میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ آج فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے میں مراقبہ میں بیٹھا تھا کہ مجھ پر ظاہر ہوا۔ کہ تمام جہان اہلِ جہان جن آدم وغیرہ ساری مخلوقات مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ آخر یہ بھید کھلا کہ کعبہ میری ملاقات کو آیا جس نے مجھے گھیر لیا۔ اس واسطے جو شخص کعبہ کو سجدہ کرتا تھا۔ مجھے ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے سجدہ کر رہا ہے۔

یہ دیکھ کر حضرت رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی زیارت کا اشتیاق بدرجہ غایت ہوا۔ حتےٰ کہ بے قرار ہوگئے۔ اور حج کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اکثر مخلصوں اور دوستوں نے اس ارادے سے باز رکھنا چاہا۔ لیکن بے سُود۔ آپ نے ذرا پرواہ نہ کی۔ ایک روز حضرت مروج الشریعت رضی اللہ عنہ نماز ضحٰے کے بعد آنحضرت کی خدمت میں آئے۔ تو آنحضرت کو بہت خوشی کی حالت میں پایا۔ آنحضرتؓ نے فرمایا کہ آج میں اس سفر کی کیفیت کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے اپنے آپ کو تمہیں اور تمام بھائیوں کو عین طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگ جو رکاوٹیں اور دقتیں اس سفر کی بیان کرتے ہیں میں نے کوئی بھی نہیں دیکھی۔

اسی اثناء میں آنحضرت پر ظاہر ہوا۔ کہ آنجناب کے چلے جانے کے بعد سلطنت ہند میں فتنہ و فساد برپا ہوگا۔ واقعی ایسا ہی ہوا۔ جب آنحضرت ہندوستان سے باہر تشریف لے گئے۔ تو ہندوستان میں جا بجا فتنہ و فساد کی گرم بازاری ہوگئی۔ وبا بھی ایسی نے ڈھب پھوٹ پڑی۔ کہ ہزارہا آدمی روزمرہ مرنے شروع ہوگئے۔ صرف شہر سرہند سے ایک ہزار آدمی ہر روز وبا سے ہلاک ہوتے۔ آپ کی غیر حاضری میں اہل سرہند نے طرح طرح کی صعوبتیں جھیلیں۔ ملک ہند میں قتل عام مچ گیا۔ سلطنت میں پوری پوری کھلبلی مچ گئی۔

حیاتِ جاودانی

یعنی مناقب و حالات حضرت محبوب سبحانی سیّد شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ زبان اردو

یہ کتاب نایاب جو حضرت غوث صمدانی قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر گیلانی کے حالات و کرامات و مناقب میں جامع ہے عربی کتاب قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادرؒ مطبوعہ مصر کا نہایت سلیس اردو ترجمہ ہے جس میں حضرت موصوف کے بچپن سے لیکر اخیر تک کے کل حالات معہ کرامات عالیہ نہایت تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ آپ کے علم و فضل کے حالات آپ کے مدرسہ کی کیفیت آپ کے یاران صحبت کے سوانح اور اُن بزرگوں کے حالات جو آپ کے زمانہ میں اولیائے کرام میں سے تھے۔ نیز آپ کے شاگردوں کے حالات اور ان لوگوں کا ذکر جن کو جناب عالیمقام سے فیض باطنی نصیب ہوا آپ کے فرزندان عالیمقام کے حالات اور شجرہ انساب اس کے علاوہ دیا گیا ہے۔ کتاب قابل دید ہے۔ نہایت صحت و صفائی کے ساتھ خوش خط عمدہ کاغذ۔ قیمت۔ للعہ ر

عربی سے اردو ترجمہ کتاب تحفہ مرسلہ شریف

یہ تحفہ بھی ایک بینظیر کتاب ہے۔ جو تحفۃً حضرت ابو سعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لائق مرید روحانی فرزند حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کو بھیجی تھی اِس میں حضرتؒ نے تصوّف کے نہایت دقیق مسائل بیان فرمائے ہیں۔ اور رموزات نہانی سے حضرت غوث پاکؒ کو واقف فرمایا ہے۔ ذات اور صفات الٰہیہ کے تمام بھیدوں کو مشرح بیان فرما کر ارمغانِ معرفت کے طور پر پیشکش سرکار غوثیہ کیا۔ اس تحفہ میں اہل بصیرت کے لئے بڑی بڑی روح پرور نعمتیں ہیں۔ مضامین آبحیات کے چشمے ہیں۔ تصوف کے مراتب و مدارج اس خوبی سے بیان فرمائے ہیں کہ اُنہی کا حق ہے۔ وجود حق پر نہایت مدلل بحث فرمائی ہے تعین و حدت وحدت الوجود کی تشریح پر پُر زور عبارت لکھی ہے۔ قابل دید تحفہ ہے۔ قیمت . . ۸عہ ر

ملنے کا پتہ:۔ اللہ والے کی قومی دکان ملک چنن الدین تاجر کتب بازار کشمیری لاہور

عربی سے اردو ترجمہ کتاب

تذکرہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

جس میں

حالات او کرامات حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی محی الدین شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

کے بہ تفصیل تمام درج ہیں۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے حضرت موصوف کے حالات جس خوبی اور شرح و بسط سے لکھے ہیں دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں نہایت صحت اور تحقیق سے روایتاً تحریر فرمائے ہیں۔ یہ وہ بابرکت کتاب ہے جو سب سے پہلے حضرت علیہ الرحمۃ کے حالات میں لکھی گئی۔ یہ علماء سے کہا جاتا ہے کہ جس قدر آج تک رسائل یا کتابیں آپ کے حالات میں ہیں سب کا منبع یہی مبارک کتاب ہے جس طرح احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں روایتاً وجود میں آئیں۔ اسی طرح حضرت غوث پاک رح کے حالات میں یہ کتاب بھی روایتہً لکھی گئی ہے۔ چونکہ یہ گنجینہ اسرار عربی زبان میں تھی۔ اس لئے بپاس خاطر عاشقان دربار عالیہ قادریہ بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر خوش خط صحت اور صفائی کے ساتھ طبع کرائی گئی ہے۔ تاکہ دلدادگان سرکار عالیہ غوثیہ اس بابرکت صحیفہ کے مطالعہ سے فیض باطنی سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔ قیمت ۔ ۱۰ر

مکتوبات غوثیہ

اس بابرکت رسالہ میں جناب غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف کا ترجمہ ہے۔ مکتوبات کیا ہیں پند و نصائح کے دفتر ہیں۔ طالب مولےٰ کے لئے ہدایت نامہ ہیں۔ گو چھوٹا سا رسالہ ہے۔ مگر بلحاظ مضامین گوہر بے بہا ہے۔ قیمت ۴ ر

المشتہر

اللہ والے کی قومی دکان رجسٹرڈ ملک چنن الدین تاجر کتب منزل نقشبندیہ بازار کشمیری لاہور

بغیر مہر دکان مال مسروقہ تصور ہوگا۔ سنہ ۱۹۵۵ء

اس کتاب کے تمام حق حقوق بموجب ایکٹ نمبر ۱۳ ۱۴ئہ بنام مصنف محفوظ ہیں

وَاشْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ

الحمد للہ علیٰ احسانہ

کہ مولود شریف مدلل با آیات و احادیث روشنکن چشم عارفان قابل وظیفہ اہل ایمان مسمّٰی

تاریخی نام

عیون بخشش ۱۳۹۰ھ

یعنی

مولودِ محمود

مؤلفہ جناب جامعِ دین متین پیشوائے سالکین زبدۃ العارفین حضرت مولٰنا و بالفضل اولٰنا مولوی
حاجی شاہ محمد رکن الدین صاحب نقشبندی مجددی سلّمہ الہادی الوری
مصنّف کتب رکن الدین، توضیح العقاید، اربعین وغیرہ

جسے اللہ والے کی قومی دکان مالک ملک چنن الدین خلف ملک فضل الدین ککے زئی
مجددی نقشبندی، تاجر کتب، قومی
کوچہ ککے زئیاں منزل نقشبندیہ بازار کشمیری
لاہور نے
مطبوعہ کریمی پریس لاہور باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر
(قیمت فی جلد)

کتب نعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خزینۂ نعت

یعنی ہندوستان کے تمام باکمال شاعروں کی نعتوں کا مجموعہ ہے جس میں عربی۔ فارسی۔ اردو پوربی زبان کی نہایت عمدہ عمدہ نعتیں موجود ہیں۔ اور مولود کے وقت جو سلام پڑھتے ہیں پانچ عدد درج ہیں اور ساتھ نقشہ روضۂ اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ قیمت ۱۲؍

گنجینۂ نعت

یعنی حصہ دوم خزینۂ نعت، اس کتاب میں بھی نہایت عمدہ نعتیں ردیف وار درج ہیں۔ اس کتاب سے عمدہ آج تک کوئی کتاب مولود خوانوں کیلئے اچھی نہیں چھپی۔ مزا یہ کہ جو نعتیں خزینۂ نعت میں درج ہیں وہ اس میں نہیں قیمت - - - - - - - - - ۸؍

سفینۂ نعت

یعنی حصہ سوم خزینۂ نعت اس کتاب میں بھی ہندوستان کے تمام اہل کمال شعرا کی نعتیں جو اکثر مولود شریف میں پڑھی جاتی ہیں ردیف وار مع مخمسات و تضمین و ترجیع بند و مسدس و مناجات۔ وغیرہ کے درج ہیں۔ اور نہایت خوشخط چھپی ہے۔ اس میں تمام نئی نئی پُردرد دلوں کو ہلا دینے والی نعتیں درج ہیں قیمت - - - ۸؍

نعت سلطان عرب المعروف بہ گلزار یثرب حصہ اول

نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار یثرب حصہ دوم

نعت سلطان عرب المعروف بہ دربار یثرب حصہ سوم

یعنی ان تینوں حصوں میں ہندوستان کے تمام باکمال شاعروں کی عجیب اور دلکش اور مقبول عام نعتیں اردو، فارسی، عربی۔ پوربی زبان کی نہایت احتیاط سے جمع کر کے شائع کی اور لطف یہ کہ بےنظیر مسدس ترجیع بند۔ مخمسات اور سلام وغیرہ بھی مختلف زبانوں کے درج کئے گئے ہیں۔ اور مزہ یہ کہ ہر ایک حصہ میں علیحدہ علیحدہ نعتیں۔ کتاب کی لکھائی چھپائی اور کاغذ کی عمدگی قابل دید ہے۔ قیمت

حصہ اول ۸؍ | حصہ دوم ۸؍ | حصہ سوم ۸؍

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

اے خدا قربانِ احسانت شوم
اینچہ احسان است قربانت شوم

اے ہمارے منعم اور اے ہمارے محسن ہم ہیچمدان کج مج زبان کس منہ سے تیرا شکر اور احسان ادا کریں کہ تو نے محض اپنے فضل وکرم سے ہم کو وجود انسانی کرم فرما کر گوہر اسلام عطا کیا۔ اور بہترین امت کے خطاب سے معزز اور مفخر کیا۔

پھر بہتر ناری فرقوں سے بچا کر ناجی فرقہ اہل سنت و الجماعت سے مشرف فرمایا۔

نظم

تیری حمد کس سے ہو و ثنا تیری شان جل جلالہ
تو کریم ہے تو رحیم ہے تو محی و حی و قدیم ہے
تری کنہ ہے وہ رفیع تر کہ ملائکہ ہیں شکستہ پر

ترا حق ادا ہو بشر سے کیا تیری شان جل جلالہ
تجھے پائے عقل مجال کیا تیری شان جل جلالہ
نہیں دخل وہم و گمان کا تیری شان جل جلالہ

اور درود نامحدود اور سلام با احترام تیرے حبیب پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ جن کی ذات مجمع صفات بے شبیہ و بے نظیر ہے۔ اور اُن کے جمیع ازواج و آل اطہار و اصحاب کبار پر۔ ؎

بے سہیم و قسیم و عدیم و مثیل
ان کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود
پارہ ہائے صحف غنچہ ہائے قدس

جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام
اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

پس جس طرح ہم حقیقت حمد جناب باری عز اسمہ سے عاجز ہیں اسی طرح حقیقت نعت رسالت پناہی سے بھی قاصر ہیں۔ جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ

من وجہک المنیر لقد نور القمر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے حبیب خدا کے جان نثار و والے محبوب کبریا کے ذکر کے فدائیو جانو اور آگاہ ہو کہ ہمارے پیشوا احباب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر شریف بھی ذکر الٰہی ہے۔ جیسا کہ شفا شریف میں قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ابن عطا سے آیہ کریمہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں اس طرح نقل کرتے ہیں جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِّنْ ذِكْرِي

؎ اے جمال والے اور اے آدمیوں کے سردار آپ کے چہرہ روشن سے بے شبہ چاند روشن ہے۔ آپ کی تعریف ممکن نہیں۔ جیسا کہ حق ہے خدا کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں۔ قصہ مختصر ۱۲

فَمَنْ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیْ یعنی اے محبوبؐ میں نے تجھے اپنا ذکر کیا۔ جو تیرا ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ تو بموجب اس تفسیر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا ہی ذکر ہؤا۔ اور اللہ کا ذکر عبادت ہے۔ تو حضور کا ذکر بھی عبادت ہؤا۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے۔ ذِکْرُ الْاَنْبِیَاءِ مِنَ الْعِبَادَاتِ یعنی انبیا کا ذکر عبادت ہے۔ تو حضور کا ذکر شریف سب سے زیادہ عبادت ہؤا کیونکہ آپ سیّد الانبیا ہیں (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اور ہم عبادت ہی واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ہ یعنی میں نے جن اور انس کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور چونکہ عبادت کے انواع ہیں۔ منجملہ ان کے درود خوانی اور ذکر ولادت شریف بھی ہے جن کا بیان کرنا یہاں مقصود ہے۔ اس لئے مناسب ہؤا کہ اول درود خوانی کے فضائل بیان کئے جائیں*

بیان فضائل درود شریف

اللہ تبارک و تعالےٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ہ اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبیؐ پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود اور سلام بھیجو۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ کہ صلوٰۃ کے معنی حق کی جانب سے نزول رحمت کے ہیں اور غیر کی جانب سے طلب رحمت کے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ نسائی شریف میں ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ جو کوئی میرے اوپر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تبارک و تعالےٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ اور مٹائے جاتے ہیں اس سے دس گناہ اور بڑھائے جاتے ہیں اس کے

لہ اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس از معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ۱۲

دس درجے قرب کے اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس پر کوئی حاجت مشکل ہو جاوے اس کو چاہیئے کہ بہت درود بھیجے میرے اوپر کہ درود دور کرتا ہے سب رنجوں اور غموں اور سختیوں کو اور زیادہ کرتا ہے روزیوں کو اور روا کرتا ہے حاجتوں کو۔ مشکوٰۃ میں ہے۔ کہ درود پڑھنے والے پر اُس کے ایک درود کے عوض میں خود اللہ تبارک و تعالےٰ اور اس کے فرشتے ستر درود بھیجتے ہیں۔ مدارج شریف میں حضرت شیخ عبد الحق محقق محدث فرماتے ہیں۔ کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ جب تک بندہ درود شریف پڑھتا رہتا ہے! اللہ پاک بھی اُس پر رحمت بھیجتا رہتا ہے +

دیباچہ دلائل الخیرات میں ہے۔ کہ حضور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے اوپر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تبارک و تعالےٰ اُس پر دس بار درود بھیجتا ہے! اور جو دس بار درود بھیجے اس پر اللہ پاک کی طرف سے سو مرتبہ درود نازل ہوتی ہے! اور جب وہ سو بار میرے اوپر درود بھیجے تو اللہ تعالےٰ اس پر ہزار مرتبہ درود یعنی رحمت نازل فرماتا ہے! اور جب وہ ہزار مرتبہ درود بھیجے تو یہ ارشاد ہوتا ہے۔ حَرَّمَ اللّٰہُ جَسَدَہٗ عَلَی النَّارِ یعنی تحقیق اللہ تعالےٰ نے اس کے جسم کو دوزخ پر حرام کر دیا اور ثابت رکھیگا اس کو قول ثابت پر دنیا اور آخرت میں (قول ثابت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے) اور ثابت رکھیگا سوال کے وقت قبر میں اور اس کو جنت میں داخل کریگا! اور اس کی درود جو اُس نے مجھ پر بھیجی ہے قیامت کے دن پلصراط پر پانچسو برس کی راہ تک نور ہو کر آویگی اور بدلے ہر درود کے جو اُس نے مجھ پر پڑھا ہے! ایک بڑا محل جنت میں اللہ تعالےٰ عطا فرمادیگا۔ کم ہو درود یا زیادہ۔ اور فرمایا کہ ہر بندہ کی وہ درود جو اُس نے مجھ پر بھیجی اس کے منہ سے نکلتے ہی فوراً گذرتی ہے تمام جگہ

یہاں تک کہ کوئی میدان کوئی دریا اور کوئی سمت پورب اور پچھم کی باقی نہیں رہتی
کہ وہ یہ کہتی ہوئی نہ گزرتی ہو کہ میں درود ہوں فلاں بن فلاں کی طرف سے جو اُس نے
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھیجی ہیں کہ جو مختار ہیں اللہ پاک کے اور بہتر
ہیں خلق اللہ کے اور تمام اشیا درود بھیجتی ہیں۔ اس درود پڑھنے والے پر اور
پیدا کیا جاتا ہے۔ اس درود سے ایک پرند جس کے ستر ہزار بازو ہوتے ہیں۔ ہر
بازو میں ستر ہزار پر اور ہر پر میں ستر ہزار چہرے اور ہر چہرے میں ستر ہزار
منہ ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان سے ستر ہزار لغات کے ساتھ اللہ برتر
کی تسبیح بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب تسبیحات کا ثواب اس درود
خواں کے نامۂ اعمال میں درج فرماتا ہے۔ اور اسی میں یہ حدیث بھی ہے کہ عرض
کیا گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہ خبر دیجئے اُن کے درود سے جنسے
آپ غائب ہیں۔ اور جو آویں گے آپ کے بعد کیا حال ہے ان دونوں کا آپ کے نزدیک
پس فرمایا کہ میں خود سُن لیتا ہوں درود اپنے اہل محبت کا۔ اور پہچانتا ہوں اُن کو
اور پیش ہوتی ہیں میرے اوپر درود غیر محبت والونکی فرشتوں کے ذریعے سے
مدارج شریف میں ہے۔ کہ جو کوئی کہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ اگر بیٹھا ہے تو کھڑا ہونے سے پہلے اگر کھڑا ہے تو بیٹھنے سے پہلے
بخشدیا جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ جو کوئی پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ
الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تو میری شفاعت اس پر واجب ہو گئی اشعۃ اللمعات
میں اس حدیث کے تحت میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں کہ اگرچہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام مسلمانوں کے
حق میں ثابت ہے مگر اس صیغہ کے ساتھ درود پڑھنے والے پر واجب اور
منحتم ہے خاص شفاعت اور خاص درجہ جیسا کہ زائرین قبر شریف کے حق میں

وارد ہے ٭

سلموا یا قوم بل صلوا علی الصدر الامین
مصطفیٰ ما جاء الا رحمۃ للعالمین

حکایات متعلقہ درود شریف

معارج النبوت میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو طواف میں دیکھا۔ کہ جب تک درود شریف نہیں پڑھ لیتا تھا قدم نہیں اُٹھاتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا حالت ہے کہ تجھ کو تسبیح و تہلیل کے ساتھ وہ اہتمام نہیں جو درود شریف کے ساتھ ہے حالانکہ ہر مقام کے لئے ایک دعا معین ہے۔ تو سوائے درود شریف کے اور کسی ورد کی طرف مبادرت نہیں کرتا۔ اُس نے میرا نام دریافت کرنے کے بعد کہا کہ اگر کوئی اور ہوتا۔ تو میں اس بھید کو افشا نہیں کرتا۔ جان لے شیخ کہ میں اور میرا باپ اپنے شہر سے حج کے لئے نکلے۔ راستہ میں میرا باپ بیمار ہو گیا ہر چند معالجہ میں اس کے کوشش کی مگر مفید نہیں ہوئی آخر اس نے انتقال کیا۔ بعد انتقال کے میں نے اپنے باپ کا چہرہ دیکھا۔ تو سیاہ ہو گیا تھا۔ آنکھیں نیلی اور سر اُس کا مثل سور کے ہو گیا تھا۔ میں اس حال پر بہت ہی مکدر ہوا۔ اور میں نے جان لیا کہ میرا باپ منافق تھا۔ اُس کے چہرے کو ڈھانک دیا۔ اسی حالت غم و اندوہ میں آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مرد ایسے حسین کہ میں نے ان سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا۔ اور اُن سے زیادہ خوشبو کسی کے اندر نہیں سونگی اور ان سے بہتر کپڑے کسی کے پاس نہیں دیکھے۔ نہایت وقار اور تمکین کے ساتھ تشریف فرما ہوئے اور سرہانے بیٹھ کر میرے باپ کے چہرے سے پردہ اُٹھایا۔ اور دست مبارک اس کے چہرہ پر پھیرا۔ تو وہ چہرہ جو سیاہ سور کا تھا۔

یا انسانی نورانی ہوگیا۔ جیسے ہی وہ صاحبِ دولت سرہانے سے اُٹھے میں نے دامن مبارک پکڑ کر دریافت کیا۔ کہ اے اللہ کے مقبول بندے آپ کون ہیں۔ کہ میرے اور میرے باپ پر یہ حق ثابت فرمایا۔ اور اس حالت غربت میں اس بلا سے نجات عطا کی۔ فرمایا تو نہیں پہچانتا میں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن عبدمناف صاحب قرآن ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جان تو کہ یہ تیرا باپ اعلیٰ درجہ کا نافرمان اور گنہگار اور پرلے درجہ کا گستاخ تھا۔ لیکن میرے اوپر درود کی بھی کثرت رکھتا تھا۔ جب فرشتے عذاب کرنے کے لئے اس کے پاس آئے۔ تو اُن فرشتوں نے جو درُود پر مؤکل ہیں۔ اس کے حال سے مجھ کو مطلع کیا۔ اس لئے میں آیا۔ اور اس بلا سے اس کو نجات دلوائی۔ پھر میں بیدار ہُوا تو میں نے اس کے منہ کو سفید اور اس کی آنکھوں کو سیاہ اور اس کے چہرہ کو مثل آدمیوں کے پایا۔ اب جب تک زندہ رہونگا۔ صلوٰۃ محمدؐی اپنی زبان پر رکھونگا۔ اور آپ سے امید شفاعت کی رکھونگا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ تو سچ کہتا ہے! اور اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ اس واقعہ کو امت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچا دیں اور کتابوں میں اس حکایت کو لکھ دیں۔ تاکہ لوگ درود شریف کی برکت سے دنیا و آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کریں۔

اسی طرح ایک حکایت اور لکھی ہے۔ کہ ایک بزرگ کے ذمہ پانچسو روپیہ قرض تھا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زاہد کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ نیشاپور میں ایک شخص ہے۔ اس کا نام ابوالحسن کسائی ہے وہ ہر سال دس ہزار روپیہ کی خیرات اللہ واسطے کیا کرتا ہے۔ اس کو سلام پہنچاؤ۔ اور کہو کہ رسُول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ میرا قرضہ پانچسو روپیہ کا آپ اپنے پاس سے ادا کریں اگر وہ اس واقعہ کے صدق پر نشان تجھ سے طلب کرے

تو کہا کہ رات کو جو آپ سو مرتبہ درود شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بھیجا
کرتے ہیں وہ کل رات کو آپ بھول گئے۔ اور پیش نہیں کیں وہ آنکھ کھلتے ہی حضرت
ابوالحسن کسائی کے پاس پہنچا اور اپنا حال عرض کیا حضرت ابوالحسن نے اُس کے معروضہ
پر کچھ التفات نہیں کیا۔ جب اس نے یہ بیان کیا کہ مجھکو جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم نے اس نشانی کے ساتھ بھیجا ہے تو ابوالحسن تخت پر سے اتر پڑے
اور سجدہ شکر الٰہی بجا لائے۔ اور کہا کہ اے درویش یہ ایک بھید تھا کہ میرے اور میرے
پروردگار کے درمیان کوئی افریدہ اس سے مطلع نہ تھا لیجئے یہ ڈھائی ہزار روپیہ آپکی
نظر ہیں۔ ایک ہزار تو اس بشارت کی خوشی ہیں اور ایک ہزار آپ کے قدم رنجہ فرمانے
کے ہیں اور پانچ سو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کے لئے ہیں۔ اور آئندہ
جب کوئی حاجت پیش آوے بلا تکلف تشریف لے آیا کیجئے ÷

اور بہت سی حکایات اور واقعات ہیں جن سے کتب قوم پُر ہیں غرض فضائل
اور فوائد نتائج اور ثمرات درود خوانی کے حد حصر اور بیان سے خارج ہیں چند فوائد
دینی اور دنیوی مختصر طور سے بیان کئے جاتے ہیں ÷

فوائد دنیوی

درود و سلام پڑھنے والے پر اللہ پاک کا دس مرتبہ درود و سلام نازل کرنا۔ اور
حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کی جانب سے بھی جواب سلام عطا ہونا ۵

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آں لب	کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو
بس بود جاہ و احترام مرا ؟	یک علیک از تو صد سلام مرا

درود خوان کے مال اور اولاد میں برکت کا ہونا چنانچہ مدارج النبوۃ میں لکھا
ہے کہ درود خوان کی اولاد میں چار پشت تک برکات رہتے ہیں۔ اُس کو دشمنوں

حضرت ملنا۔ تنگی تنگدستی۔ بیماری۔ کرب بلا سے نجات حاصل ہونا۔ بخیلی سے نام دُور ہو جانا۔ حضور کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا۔ حضور کی محبت کا دل میں پیدا ہونا۔ تین دن تک گناہ کا درج اعمال نامہ نہ ہونا۔ جانکنی کی سختی سے آسانی ہونا وغیرہ وغیرہ ٭

فوائد دینی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کا واجب ہونا۔ حضور سے مصافحہ کا ہونا۔ حضور کی زیارت سے مُشرف ہونا۔ باب جنت پر حضور سے دوش بدوش ہونا۔ حضور سے قرب و اتصال ہونا۔ قیامت کو حضور کا اس کے جمیع امور کا متولی ہونا۔ دوزخ کا اُس پر حرام ہونا۔ پلصراط پر سے بآسانی گذر جانا۔ پلصراط پر درود شریف کا نور ہو کر آنا درود شریف کا دس غلام آزاد کرنے اور بیس جہاد کرنے اور صدقہ دینے کے برابر ثواب حاصل ہونا۔ حضور کا اس کے ایمان اور اعمال صالحہ پر گواہی دینا۔ فرشتوں کا اُس سے محبت کرنا۔ اور اُس کو استغفار کا ثواب دینا۔ عرش کا سایہ ملنا۔ پیاس سے امن میں رہنا۔ اعمال نامہ کا وزن گراں ہونا۔ جنت میں کثرت سے حوروں کے ساتھ نکاح ہونا وغیرہ وغیرہ ٭ (مدارج)

صلوٰۃ

ذات والا پہ بار بار درود ٭	بار بار اور بیشمار درود ٭
رُوئے انور پہ نور بار سلام	زلف اطہر پہ مشکبار درود
اُن کے ہر جلوہ پر ہزار بار سلام	ان کی ہر لمعہ پر ہزار بار درود
اُن کی طلعت پہ جلوہ ریز سلام	ان کی نکہت پہ عطر بار درود
سر سے پا تک کروڑ بار سلام	اور سراپا پہ بیشمار درود

دل کے ہمراہ ہوں سلام خدا — جان کے ساتھ ہوں نثار درود
بیٹھتے اُٹھتے جاگتے سوتے — ہو الٰہی مرا شعار درود
شہر یار رسل کی نذر کروں — سب درودوں کی تاجدار درود
گور بیکس کو شمع سے کیا کام — ہو چراغ سر مزار درود
قبر میں خوب کام آتی ہے — بیکسوں کی ہے یار غار درود
انھیں کس کے درود کی پروا — بھیجے جب ان کا کردگار درود
ہے کرم ہی کرم کہ سنتے ہیں — آپ خوش ہو کے بار بار درود
جان نکلے تو اس طرح نکلے — تجھپر اے غمزدوں کے یار درود
دل میں جلوے بسے ہوئے تیرے — لب سے جاری ہو بار بار درود

سلموا یا قوم بل صلوا علی الصدر الامین — مصطفٰی ما جاء الا رحمۃ للعالمین

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد و عترتہ بعدد کل معلوم لک

بیان فضائل ذکر ولادت شریف

ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہ ذکر محبوب و مرغوب اور مطلوب ہے کہ جس کو اللہ تبارک و تعالےٰ طرح طرح سے جا بجا قرآن مجید میں بیان فرما رہا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ط یعنی البتہ تحقیق آپہنچا تمہارے پاس بڑی عظمت و شان والا رسول تمہارے میں سے (یعنی بشر) شاق ہے اُس پر یہ کہ ایذا میں پڑو تم حریص ہے تمہارے ایمان و اسلام پر مومنوں کے ساتھ شفقت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے ❖

دوسری جگہ فرماتا ہے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ یعنی وہ اللہ ایسا ہے جس نے جاہلوں کے اندر انہیں میں سے ایک رسول جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھکر سناتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے۔ اور کتاب اور حکمت کی اُن کو تعلیم دیتا ہے۔ اور بیشک اس سے پہلے وہ صریح گمراہی کے اندر تھے +

تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۝ یعنی وہ اللہ ایسا ہے جس نے بھیجا رسول ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کرے دین اسلام کو کل دینوں پر +

چوتھی جگہ فرماتا ہے۔ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ یعنی اے نبی ہم نے تحقیق تجھ کو بھیجا ہے گواہ اور خوشخبری سُنانے والا اور بُلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چراغ روشن۔ اسی طرح اس کا حبیب معظم اور محبوب مکرم بھی اپنے ذکر ولادت کو طرح طرح خود بیان فرما رہا ہے۔ اور اس ذکر خیر کے کرنے والوں کے حق میں دعا کی جا رہی ہے۔ اور شفاعت اور نجات کا وعدہ فرمایا جا رہا ہے چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابُوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ یعنی میں پیدا کیا گیا ہوں بہترین طبقات فرزند آدمؑ سے قرن بعد قرن یہانتک کہ ہوا میں اُس قرن سے کہ ہوں میں اُس سے +

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِيْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ یعنی تحقیق میں

اللہ کے نزدیک لکھا ہوا تھا ختم کرنے والا نبیوں کا اس حال میں کہ تحقیق آدم پڑے ہوئے تھے زمین پر اپنی مٹی گندھی ہوئی میں اور خبر دیتا ہوں تم کو اپنے اوّل امر کی کہ وُہ دُعا ہے ابراہیمؑ کی اور خوشخبری ہے عیسیٰؑ کی اور عجائبات دیکھنا میری والدہ کا جب جنا مجھ کو اور تحقیق نکلا اس کے لئے ایک نور کہ چمک گئے اُس سے محل شام کے ۔

ترمذی شریف میں مطلب بن ابی وداعہ سے روایت ہے جَاءَ الْعَبَّاسُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَکَاَنَّہٗ سَمِعَ شَیْئًا فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ السَّلَامُ فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِہِمْ ثُمَّ جَعَلَہُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِہِمْ فِرْقَۃً ثُمَّ جَعَلَہُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِہِمْ قَبِیْلَۃً ثُمَّ جَعَلَہُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِہِمْ بَیْتًا وَخَیْرِہِمْ نَفْسًا وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسی طرح غصہ میں بھرے حاضر ہوئے گویا کچھ طعن حضور کی شان میں سُنی ہے سو حضرتؐ ممبر پر چڑھے اور فرمایا کہ میں کون ہوں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ علیک السلام ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں تحقیق اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا۔ اور بہترین خلق سے مجھ کو بنایا۔ پھر وہ گروہ کئے سو مجھ کو بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے اور مجھ کو افضل قبیلہ میں پیدا فرمایا۔ پھر گھرانے جدا کئے سو مجھ کو اللہ تعالیٰ نے باعتبار گھرانے کے اور باعتبار شرافت ذاتی کے افضل کیا۔ حاکم اور طبرانی نے خریم بن اوسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ میں ہجرت کر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ غزوہ تبوک سے تشریف فرما ہوئے تو میں نے سُنا کہ حضرت عباس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر رہے تھے کہ یا رسول اللہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کی مدح میں نظم

کہوں آپنے فرمایا کہو اللہ تمہارے منہ کو ہر آفت سے بچاوے سو انہوں نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ[۱] پڑھا جس کے اشعار یہ ہیں ؎

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِيْ	مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ
آپ دنیا کی پیدائش سے پہلے ہی پاک تھے جنت کے درختوں کے سایہ میں	اور پشت آدم میں جبکہ آدم وحوا اپنے ستر چھپانے کیلئے پتے لپیٹتے تھے
ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ	أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقُ
پھر آپ زمین پر اترے (صلب آدم میں آدم کیساتھ) اس وقت نہ آپ بشر تھے	اور نہ گوشت کے ٹکڑے اور نہ خون جما ہوا
بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ	أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ
بلکہ نطفہ تھے (سام بن نوح کے اندر) کہ سوار ہوئے کشتی میں	دراں حالیکہ نسر بت اور اسکے والوں کے لبوں تک غرقی پہنچ گئی
مُنْتَقِلٌ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ	إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقُ
آپ باپوں کی پشت سے ماؤں کی رحم کے اندر منتقل ہوتے رہے	جب گذرا ایک عالم دوسرا شروع ہوا
وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيْلِ مُكْتَتِمًا	فِيْ صُلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ
آپ وارد ہوئے آتش خلیل میں پوشیدہ	صلب خلیل کے اندر پھر وہ کس طرح جلتے
حَتَّى احْتَوَى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ	خِنْدِفٍ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ
یہاں تک کہ حاوی ہو گیا۔ آپ کا شرف	خندف بلند نسب سے کہ نیچے اس کے طبقات تھے
وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ	وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْأُفُقُ
اور آپ جب پیدا ہوئے چمک گئی زمین۔	اور روشن ہو گئے آپ کے نور سے اطراف عالم
فَنَحْنُ فِيْ ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّوْرِ	سُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ
ہم اب اسی روشنی اور نور کے اندر	راستے ہدایت کے طے کرتے جاتے ہیں

[۱] اس حدیث شریف سے رد ہو گیا یہ کہنا کہ بالاستقلال حضور کی ولادت شریف کا ذکر نہ کیا جائے اگر وعظ میں ضمناً ذکر آجائے تو مضائقہ نہیں۔ دیکھو اس حدیث شریف کے اول وآخر کچھ بھی وعظ و نصیحت سے نہیں ہے۔ صرف ولادت ہی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالےٰ منکرین کو ہدایت فرماوے آمین ثم آمین ۱۲

تنویر میں[1] ہے عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ اَنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُ ذَاتَ یَومٍ فِی بَیتِہٖ وَقَائِعَ وِلَادَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِقَومٍ فَیَستَبشِرُونَ وَیَحمَدُونَ اللّٰہَ وَ یُصَلُّونَ عَلَیہِ فَاِذَا جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ حَلَّت لَکُم شَفَاعَتِی یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کر رہے تھے اپنے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات ولادت باسعادت اپنی قوم میں پس خوش ہوتے تھے وہ اپنی قوم اپنی اور اللہ تعالےٰ کی حمد کرتے تھے۔ اور درود شریف پڑھتے تھے۔ کہ ناگاہ تشریف لائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی +

اور نیز مروی ہے ابوالدرداء سے مَرَّ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلَی بَیتِ عَامِرِ الاَنصَارِیِّ وَکَانَ یُعَلِّمُ وَقَائِعَ وِلَادَتِہٖ عَلَیہِ السَّلَامُ لِاَبنَائِہٖ وَعَشِیرَتِہٖ وَیَقُولُ ھٰذَا الیَومُ فَقَالَ عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰہَ فَتَحَ لَکَ اَبوَابَ الرَّحمَۃِ وَمَلٰئِکَتُہٗ کُلُّھُم یَستَغفِرُونَ لَکَ مَن فَعَلَ فِعلَکَ نَجٰی نَجَاتَکَ یعنی ابودرداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ عامر انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہ اپنے گھر میں اپنی قوم اور اولاد کو واقعات ولادت حضور کے تعلیم کر رہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ آج کا دن ہے آج کا دن ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے واسطے کھولے ہیں رحمت کے دروازے۔ اور تیرے واسطے ملائکہ استغفار کرتے ہیں۔ اور جو تیرا کام کریگا وہ بھی نجات پاویگا۔ الحمد للہ علے ذالک اور بہت سی احادیث صحیحہ اسی مضمون کی کتب احادیث میں موجود ہیں کہ جن سے حضور کا ذکر ولادت شریف پڑھنا پڑھوانا۔ سننا سنوانا سب ہی کچھ ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ سے مسلمان اس ذکر شریف کی مجلسیں منعقد کرتے رہے ہیں اور اس کو ذریعہ

هٰذَا الیَومُ

[1] یہ تنویر شیخ ابوالخطاب اندلسی کی ہے جو حضرت دحیہ کلبی صحابی کی اولاد میں سے ہیں۔ ذکرہ الزرقانی ۱۲

حصول سعادت و برکات دارین سمجھتے رہے ہیں خصوصاً ماہ مبارک ربیع الاول میں تصدق و اطعام و تکثیر خیرات و اظہار فرحت و سرور میں سعی بلیغ عمل میں لاتے رہے ہیں جیسا کہ شیخ محقق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ماثبت بالسنہ کے اندر لکھا ہے وَلَا زَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ يَحْتَفِلُوْنَ بِشَهْرِ مَوْلِدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَيَعْمَلُوْنَ الْوَلَائِمَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ فِيْ لَيَالِيْهِ بِاَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ وَيُظْهِرُوْنَ السُّرُوْرَ وَيَزِيْدُوْنَ فِي الْمَبَرَّاتِ وَيَعْتَنُوْنَ بِقِرَاءَةِ مَوْلِدِهِ الْكَرِيْمِ وَيَظْهَرُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَرَكَاتِهٖ كُلُّ فَضْلٍ عَمِيْمٍ یعنی ہمیشہ اہل اسلام محفلیں کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیدائش کے مہینہ میں اور کھانے پکاتے اور اس کی راتوں میں طرح طرح کے صدقے دیتے ہیں۔ اور خوشیاں مناتے ہیں۔ اور اچھے اچھے کاروبار میں زیادتی پکڑتے ہیں۔ اور مولود شریف پڑھنے میں اہتمام کرتے ہیں۔ اور ان پر مولود شریف کی برکات سے پورا پورا افضل ظاہر ہوتا ہے اور مواہب لدنیہ میں امام قسطلانی کی عبارت بھی اسی معنی میں ہے شیخ القراء امام ابوالخیر بن جرزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مِنْ خَوَاصِّهٖ اَنَّهٗ اَمَانٌ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِ وَبُشْرٰى عَاجِلٌ بِنَيْلِ الْبُغْيَةِ وَالْمَرَامِ یعنی اس مجلس شریف کے خواص سے ہے۔ کہ اس سال تمام بلاؤں سے امن و امان ہے۔ اور حاجت روائی اور مقصود براری کے ساتھ بڑی بشارت ہے۔ اور یہی امام یہ بھی فرماتے ہیں لَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ اِلَّا اِرْغَامُ الشَّيْطَانِ وَسُرُوْرُ اَهْلِ الْاِيْمَانِ یعنی مولود شریف کرنے میں شیطان کی تذلیل اور مومن کی خوشی کے سوا اور کچھ نہیں ہے مولانا جلال الدین سیوطی رح حسن المقصد فی عمل المولد میں فرماتے ہیں يُسْتَحَبُّ لَنَا اِظْهَارُ الشُّكْرِ لِمَوْلِدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْاِجْتِمَاعِ وَالْاِطْعَامِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ مِنْ وُجُوْهِ الْقُرُبَاتِ وَالْمَسَرَّاتِ یعنی مستحب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت کا شکر مجمع کر کے اور کھانا کھلا کر اور اس کے مثل دیگر اعمال قرب و اظہار سرور و فرحت سے بجا لاویں اور فرماتے ہیں۔ يُثَابُ عَلَيْهَا

صاحبہا لما فیہ من تعظیم قدر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واظہار الفرح والاستبشار لمولدہ الشریف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی مولود کرنے والا ثواب پاتا ہے اس لئے کہ اس میں تعظیم قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور ولادت شریف پر اظہار فرحت ومسرت ہے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ فیوض الحرمین میں اپنا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ میں اس مجلس میں کہ جو خاص مولد اقدس میں بروز ولادت شریف مکہ معظمہ میں منعقد تھی حاضر تھا۔ لوگ درود شریف پڑھتے تھے۔ اور ان واقعات کا ذکر کرتے تھے جو قبل از ولادت شریف ظہور میں آئے تھے ناگاہ میں نے دیکھا کہ دفعتاً کچھ انوار بلند ہوئے نہیں کہتا ہیں کہ میں نے ان کو بدن کی آنکھ سے دیکھا یا روح کی نظر سے خدا کو معلوم ہے کہ کیا کیفیت تھی اس کی اور اس کے درمیان پھر میں نے ان انوار میں تامل کیا تو وہ انوار ان فرشتوں کی طرف سے پائے جو ایسی مجالس اور مشاہد پر موکل ہیں اور انوار ملائکہ انوار رحمت سے ملے ہوئے میں نے دیکھے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ میں محفل میلاد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھکر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تحقیق اللہ کے فرشتے ہیں۔ کہ راستوں میں اللہ کے ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتے پھرا کرتے ہیں جب کسی قوم کو ذکر اللہ کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیکر پکارتے ہیں کہ آؤ اپنی حاجت کی طرف کہ جس کی تلاش میں تھے پھر گھیر لیتے ہیں اپنے بازوؤں سے اہل مجلس کو آسمان دنیا تک پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب حاضر ہوتے ہیں وہ فرشتے بارگاہ عزت میں تو پروردگار عالم ان فرشتوں سے دریافت کرتا ہے حالانکہ

وہ دانا تر ہے۔ اُن سے اُن کے حال پر کہ کیا بیان کرتے ہیں میرے بندے۔ فرشتے بیان کرتے ہیں۔ کہ تیری پاکی اور بزرگی اور عظمت بیان کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں نہیں دیکھا خدا کی قسم پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اگر وہ مجھے دیکھتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر تجھ کو دیکھتے تو اور زیادہ تیری عبادت کرتے۔ اور بہت پاکی اور بزرگی بیان کرتے۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کیا انہوں نے جنّت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں خدا کی قسم نہیں دیکھا یعنی جنت پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر وہ جنت کو دیکھیں تو اُن کا حال کیونکر ہو تو فرشتے عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر دیکھیں تو اُن کی طلب اور رغبت اور حرص اور زیادہ ہو پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں دوزخ سے پھر جس طرح اللہ تعالیٰ نے جنت کے متعلق سوال کیا تھا۔ اسی طرح دوزخ کے متعلق سوال ہوتا ہے۔ اور فرشتے اُسی طرح اس کا جواب عرض کرتے ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اے فرشتو! میں نے تم کو گواہ کیا۔ میں نے ان سب اہل مجلس کو بخشدیا۔ پھر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے۔ کہ فلاں شخص ان میں سے نہیں ہے۔ وہ تو کسی حاجت کے سبب آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قوم کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ ذاکرین میں سے نہیں دوسرے کام کے لیئے آیا مگر اس کو بھی میں نے بخشا۔

اس حدیث شریف سے کئی باتیں ظاہر ہوئیں ایک یہ کہ ایسی مجلس میں فرشتوں کا اژدحام ہوتا ہے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موافق اس حدیث شریف کے اپنا کشف مجلس میلاد شریف میں بیان کیا۔

دوسرے یہ کہ فرشتے ایسی مجالس کے متلاشی رہتے ہیں۔ اور معلوم ہونے پر ایک

دوسرے کو اس میں شرکت کیلئے بلاتے ہیں *

تیسرے یہ کہ کل اہل مجلس کو اللہ تعالےٰ بخش دیتا ہے پس اے مسلمانوں! تم پر بھی لازم ہے کہ اس جامع اذکار میلاد شریف کی مجلسیں خوب منعقد اور آراستہ کیا کرو اور جس طرح فرشتے فرشتوں کو طلب کرتے ہیں تم بھی اپنے عزیز دوستوں کو دعوت شرکت دیا کرو تاکہ داعی اور مدعو سب اللہ تعالیٰ کی بشارت مغفرت میں داخل ہو جائیں حدیث شریف میں وارد ہے مَنْ دَعَا اِلٰی ھُدًی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا یعنی جو شخص ہدایت کی طرف کسی کو بلاوے تو اس کو اس قدر اجر ملیگا جس قدر کہ ان تمام لوگوں کو ملا ہے جنہوں نے اس کی اتباع کی اور ان لوگوں کے اجروں سے کچھ کم نہ ہوگا *

غزل

ذکر محبوب شہ کون و مکاں ہونے تو دو	آج محفل کو مری رشک جناں ہونے تو دو
وصف محبوب خدائے دو جہاں ہونے تو دو	ہاں زمین شعر کو آسماں ہونے تو دو
دفتر عصیاں مرے دھلتے نظر آجائیں گے	آج کے دن ذکر شاہ انس و جاں ہونے تو دو
کس علو پر ہے تمنا کس ترقی پر امید	شافع محشر شفاعت کو عیاں ہونے تو دو
خلد کو آئینگے مجھ کو دمبدم جام طہور	ساقی کوثر کو مجھ پہ مہرباں ہونے تو دو
میری بیتابی تڑپ جائینگی حوریں دیکھ کر	خلد میں یاد مدینہ سے طپاں ہونے تو دو
فخر سمجھینگے مری خدمت کو شاہ باوقار	اس فروعالی کا مجھ کو پاسباں ہونے تو دو
اے سخنور سب فسانے عشق کے مٹ جائینگے	شہرۂ آفاق میری داستاں ہونے تو دو

سَلِّمُوْا یَا قَوْمُ بَلْ صَلُّوْا عَلَی الصَّدْرِ الْاَمِیْن

مُصْطَفٰی مَا جَاءَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن

بیان آداب مجلس ذکر ولادت شریف

ادب تاجے است از لطف الٰہی	بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد	بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

مسلمانوں جب آپ صاحبان کو معلوم ہوچکا۔کہ اس مجلس شریف میں ملائکہ بھی شامل ہوتے ہیں اور یہ بھی دریافت ہوچکا کہ بعد اختتام مجلس تمہاری کی اطلاع تمہارے مولا تمہارے پروردگار جل جلالہ کو ہوتی ہے۔تمہارے بیم و امید کا حال بھی بحضور ربّ العزت فرشتے بیان کرتے ہیں تو اب نہایت ہی ادب اور عظمت اور محبت کے ساتھ ہمہ تن گوش ہوش بنکر اس ذکر پاک کو سنو۔

شفا شریف میں حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ مَتٰى ذَكَرَهٗ اَوْ ذُكِرَ عِنْدَهٗ اَنْ يَّخْضَعَ وَيَخْشَعَ وَيَتَوَقَّرَ وَيَسْكُنَ مِنْ حَرَكَتِهٖ وَيَاْخُذَ فِيْ هَيْبَتِهٖ وَاِجْلَالِهٖ بِمَا كَانَ يَاْخُذُ بِهٖ نَفْسَهٗ لَوْ كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَيَتَاَدَّبَ بِمَا اَدَّبَنَا اللّٰهُ بِهٖ یعنی ہر مومن پر واجب ہے۔کہ جب وہ حضور کا ذکر کرے یا اس کے آگے حضور کا ذکر کیا جاوے تو اپنے ظاہر و باطن میں خشوع وخضوع کرے اور اپنی حالت کو وقار و سکون پر رکھے اور اس طرح حضور کی ہیبۃ و اجلال کو دل میں جگہ دے گویا کہ حضور کے روبرو ہے۔اور ان آداب کا لحاظ رکھے جو اللہ تعالےٰ نے ہم کو حضور کیلئے تعلیم فرمائے ہیں یعنی جب آپ کا ذکر سنے خواہ وہ آپکا کلام شریف ہو یا آپکے طریقے یا آپ کی سنت اور سیرت پاک کا بیان ہو تو ان سب کی ایسی حرمت اور تعظیم و توقیر کرے جیسے حضور کی ذات مقدسہ کی حالت حیات میں صحابہ کرام کیا کرتے تھے۔

حدیث میں وارد ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور کی

صحبت شریف میں سر جھکا کر ایسے بیٹھا کرتے تھے۔ گویا کہ اُن کے سروں پر پرندے ہیں نصاب الاحتساب میں لکھا ہے کہ جب کوئی مجلس وعظ میں بیٹھے اور اُس کے سننے کی طرف دھیان نہ کرے دوسری کتاب دیکھنے یا قلم سے کوئی چیز لکھنے یا واعظ (مولود خواں) کی طرف سے مُنہ پھیر کر بیہودہ باتوں میں مشغول ہووے یا سو جاوے یا سننے میں سُستی کرے تو اس کو ضبط ہے نہ امانت بے وضو بھی نہ ہونا چاہیئے جنابت کی حالت میں تو ہر گز شریک نہ ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انفاس العارفین میں تحریر فرماتے ہیں ایک روز بروقت زیارت کرانے موئے مُبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کہ جوان کے ہاں تھے ایک جنبی کے موجود ہونے کی وجہ سے قفل صندوقچہ نہیں کھلا۔ رجوع بجناب احدیت کی گئی۔ تو الہام ہوا کہ ان زائرین میں ایک جنبی ہے یہ اس کی نحوست کا سبب ہے تم سب کو غسل کا حکم دو ان میں وہ شخص بھی غسل کریگا چنانچہ ایسا ہی ہوا تب وہ قفل کھلا۔ اور زیارت موئے شریف سے سب لوگ مشرف ہوئے۔ سو اے مسلمانوں! تمہارے دلوں پر بھی ایسی ہی بے ادبیوں سے قفل پڑ جاتے ہیں۔ بس ان باتوں کا بہت خیال رکھو۔

یہ کچھ آداب تو سننے والوں کے لئے بیان ہوئے اب چند باتیں سُنانے والوں یعنی پڑھنے والوں کے لئے بھی تحریر ہوتی ہیں پڑھنے والا اگر عالم باعمل ہو تب تو بہت ہی بہتر ہے۔ تاکہ دیگر مسائل متعلقہ ضروری اور بھی آجائیں ورنہ ہر شخص اپنے ذوق وشوق کو ذکر نبوی سے پُورا کرے مگر پڑھنے والے شایقین کو اس کا خیال رہے کہ فسق وفجور میں مبتلا نہ رہیں خصوصاً ڈاڑھی نہ منڈوائیں بے نمازنہ ہوں روایات موضوع کاذبہ نہ پڑھیں کہ ایسی روایات کا پڑھنا اور سُننا حرام ہے۔ خوشبو ملیں۔ اکثر بانی محفل کی طرف سے اہل مجلس کے لئے ایسا اہتمام ہوتا ہے۔ سو اس کو اس طرح کریں۔ کہ ایک شخص دروازے

پر کھڑا کر دیا جائے وہ آنے والوں کے عطر ملتا جائے۔ تاکہ جو شخص ہو معطر ہو کر داخل مجلس ہو حضور کو خوشبو نہایت ہی پسند تھی قسطلانی زرقانی وغیرہ محدثین فرماتے ہیں وَیُسْتَحَبُّ الْغُسْلُ وَالطِّیْبُ بِقِرَاءَۃِ الْحَدِیْثِہٖ وَرِوَایَتِہٖ وَاِسْتِمَاعِہٖ وَ یَقْرَءُ عَلٰی مَکَانٍ مُّرْتَفِعٍ یعنی غسل کرنا اور خوشبو لگانا حدیث کے پڑھنے اور سننے کے وقت مستحب ہے۔ اور پڑھنے والا اونچی جگہ تخت یا چوکی یا ممبر وغیرہ پر بیٹھے یہ تعظیمی جگہ ممبر وغیرہ کی حقیقۃً حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ ہے۔ اس پر تعظیماً فاسق کو بٹھانا اور اس سے مولود شریف پڑھوانا حرام ہے طحطاوی شرح مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے فِیْ تَقْدِیْمِ الْفَاسِقِ تَعْظِیْمُہٗ وَقَدْ وَجَبَ عَلَیْہِمْ اِھَانَتُہٗ شَرْعًا یعنی فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ قوم پر فاسق کی شرعاً اعانت واجب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی حالت حدیث شریف پڑھنے کے علامہ زرقانی اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ وَلَایَزَالُ یُبْتَخِرُ بِالْعُوْدِ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ حَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِجْلَالًا لَہٗ فَاِنَّہٗ کَانَ یُحِبُّ الرَّائِحَۃَ الطَّیِّبَۃَ بِجَعَلَ مَجْلِسَ حَدِیْثِہٖ کَمَجْلِسِہٖ حَیًّا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یعنی برابر سلگتی رہتی تھی عود جب تک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فارغ ہوتے تاکہ آپ کی عظمت اور بزرگی ظاہر ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کو پسند فرمایا کرتے تھے پس آپ کی مجلس حدیث بھی ویسی ہی خوشبودار کیا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی کی مجلس خوشبودار ہوتی تھی راگ کے طریق پر جیسے گویّے گاتے ہیں اور تالی بجاتے ہیں ہرگز نہ پڑھے بعض علماء نے مثل صاحب مدخل وغیرہ کے جو مولود کو منع کیا ہے وہ ایسے ہی بدعات کے انضمام کی وجہ سے کیا ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ماثبت بالسنہ کے اندر لکھا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسے ہی مولود کو منع فرمایا ہے۔ در خوش آوازی

کے ساتھ مولود پڑھنے کو جائز رکھا ہے چنانچہ مکتوبات کی جلد ثالث میں یہ مضمون اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ اندراج یافتہ بود درباب مولود خوانی۔ در نفس قرآن خواندن بصورت حسن و قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغییر حروف قرآن است مر التزام رعایت مقام نغمہ و تردید صوت باں طریق الحان با تصفیق مناسب آنکہ در شعر نیز غیر مباح است

حضرت مولینا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزیہ میں اپنا حال اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ کہ فقیر کے ہاں سال بھر میں دو مجلسیں منعقد ہوتی ہیں ایک مجلس ذکر شہادت کی عشرہ محرم میں دوسری بارہویں ربیع الاول کو محفل میلاد شریف پھر بعد ختم قرآن مجید پنج آیۃ پڑھکر ماحضر پر فاتحہ کر دیجاتی ہے اگر کوئی خوش آوازی سے مرثیہ یا سلام پڑھتا ہے تو فقیر اور حاضرین مجلس پر کیفیت گریہ و بکا لاحق ہوتی ہے۔ اگر یہ باتیں میرے نزدیک ناجائز ہوتیں تو میں ہرگز اقدام نہیں کرتا۔ الغرض جو باتیں کہ آپکی محبت اور عظمت اور بزرگی بڑھانے والی ہیں جیسے اونچی جگہ بیٹھکر مولود شریف پڑھنا مکان کو فرش وغیرہ سے زینت دینا۔ بخورات سلگانا۔ اہل مجلس کو معطر کرنا بعد ختم کے شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دلانا پنج آیت پڑھوانا سب اہل مجلس کا کم از کم تین تین بار درود شریف اور اسی قدر الحمد شریف و قل ہو اللہ کا ثواب حضور کی روح اطہر کو بخشنا یہ سب باتیں بلاشبہ جائز اور درست ہیں۔ جیسا کہ تصریحات ائمہ دین اور علمائے شرع متین سے ثابت ہوا۔ اور جو باتیں کہ منافی ادب و شریعت ہیں وہ سب نادرست اور ناروا ہیں ؎

غزل

آج بزم شہ ذی شان ہے سبحان اللہ
ہر طرح کا سر و سامان ہے سبحان اللہ

شانِ عالی تری وہ شان ہے سُبحان اللہ	عقل بھی اس جگہ حیران ہے سُبحان اللہ
آپکی مدح و ثنا کس سے رقم ہو شاہا	مدح میں آپ کے قرآن ہے سُبحان اللہ
قوتِ جاں ہے ترا ذکر شہنشاہِ امم	راحتِ دل ترا فرمان ہے سُبحان اللہ

دربیان فضیلت حلیۂ مبارک

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ فرمایا رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے میری اُمت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبّت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد پیدا ہونگے دوست رکھیگا ایک اُنہوں سے اور آرزو کریگا کہ کاش مجھ کو دیکھتا اپنے عیال و مال سے۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رضی اللہ عنہ اس حدیث کی تشریح یوں کرتے ہیں یعنی اہل و عیال و مال و منال خود را ہمہ فدا می ساخت و نظر بر جمال جہاں آرائے من می انداخت در خواب یا در بیداری یعنی تمام ہی اہل و عیال و مال و منال اپنے کو فدا کرتا اور نظر میرے جمال جہاں آرا پر ڈالتا خواب کے اندر یا بیداری کے اندر خواب کے اندر نظر ڈالنا اور زیارت جمال باکمال سے مشرف ہوتا تو ایک امر بے اختیاری ہے یہ دولت تو محض فضل الٰہی پر موقوف ہے۔ ہاں بحالت بیداری اختیار کے ساتھ ہر مکلّف کو خیال کی آنکھ سے جمال جہاں آرائے پر نظر ڈالنا ممکن ہے۔ جیسا کہ ترمذی نے شمائل میں روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ھند ابن ابی ہالہ سے سوال کیا اور وہ بہت وصف کیا کرتے تھے حلیہ شریف رسُول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا وَاَنَا اَشْتَھِیْ اَنْ یَّصِفَ لِیْ شَیْئًا اَتَعَلَّقُ بِہٖ اِلَی اٰخِرِہٖ میں چاہتا تھا کہ مجھ کو کچھ وصف سُنا دیں صورت مبارکہ کا تاکہ تعلق پکڑوں میں اُس کے ساتھ شارح اس کے تحت میں لکھتا ہے اَحْفَظُ بِہٖ یعنی محافظت

کروں میں اُس کی یہی وجہ ہے کہ ہمارے علمائے نامدار نماز اور غیر نماز میں ہر وقت حضور ہی کے فیض بار کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دے رہے ہیں اور اسی اختیاری زیارت سے مشرف ہونے کو فرما رہے ہیں چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں وَاحْضُرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَشَخْصَهُ الْكَرِیْمَ وَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ یعنی اے نمازی التحیات پڑھنے کے وقت اپنے دل میں حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو حاضر کر اور حضور کی صورت کریمہ کا تصوّر باندھ کر عرض کر سلام آپ پر اے نبی اور رحمت اللہ کی اور برکات اُس کی۔ شیخ محقق علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات میں التحیات کی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت و آخر آں کہ وجود نورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر و قوی تر است پھر آگے یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ نمازی اس دید سے غافل نہ ہووے تاکہ اُس پر اسرار ظاہر ہوں اور انوار قرب سے متنور ہو۔ تو اس وقت بھی ہر ایک سامع حضور کے جمال جہاں آرا پر نظر ڈالنے اور اپنے اوپر دروازے معرفت اور اسرار کے کشادہ کرنے سے کیوں محرومی پسند کریگا۔ لہٰذا مناسب ہے کہ حلیہ شریف کا بیان کیا جاوے تاکہ اِس حُلیہ کے موافق ہر ایک سامع کے دل کی آنکھ جمال جہاں آرائے محبوب خدا کی محو نظارہ ہو جائے ؎

آنکھوں کو میسّر رہے دیدارِ محمد
کانوں کو ملے لذّت گفتارِ محمد

اے عاشقان رُوئے محمدی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جانو اور آگاہ ہو کہ ہمارے آقا ہمارے مولا جناب حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم رُوحنا فداہ ایک آئینہ ہیں جمال الٰہی کے اور مظہر ہیں انوار لامتناہی کے جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ یعنی جس نے مجھے دیکھا۔ اُس نے حق دیکھا ○

خود حضرتِ حق شاہد شاہِ مدنی ہے ٭ دعویٰ ہے بجا کہتا جو یہ مَنْ رَاٰنِیْ ہے
یہ مظہرِ حق مظہرِ خلاقِ غنی ہے ٭ دامانِ منزل سے جو زیب بدنی ہے
سو جان سے فدا حضرتِ اویس قرنی ہے ٭ اویسِ قرنی وُہ جو سہیل یمنی ہے
کہتا تھا تصور ہیں کہ کیا عشوہ زنی ہے ٭ عالم کو کیا صید یہ ناوک فگنی ہے
دل کو مرے تسخیر کیا اس عربی نے ٭ مکی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

دُوسرا ارشاد ہے اَنَا اَمْلَحُ وَاَخِیْ یُوْسُفُ اَصْبَحُ یعنی مَیں سب ملیحوں سے بڑھکر ملیح ہُوں اور میرے بھائی یُوسفؑ سب سے زیادہ صبیح ہیں۔ ملاحت ایک صفت ہے، جو دیکھنے میں خوش آوے۔ دل میں جگہ کرے ذوق حاصل ہو۔ بیان میں نہ آسکے کبھی اُس سے سیری نہ ہوے ○

بھرے زخم دل کے ملاحت نبیؐ کی ٭ کرے چارہ سازی صباحت نبیؐ کی
چمک کر یہ کہتی ہے طلعت نبیؐ کی ٭ کہ دیدارِ حق ہے زیارت نبیؐ کی
عجب پیاری پیاری ہے صُورت نبیؐ کی ٭ ہمیں کیا خدا کو ہے اُلفت نبیؐ کی
کسی کو کسی سے ہُوئی ہے نہ ہو گی ٭ خدا کو ہے جیسی محبت نبیؐ کی

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں نے کسی شئے کو رسُول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بہتر نہیں دیکھا۔ آپکا روئے مبارک ایسا روشن اور تاباں تھا۔ گویا آفتاب رُوئے مُبارک کے اندر سیر کرتا تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضُور پُرنور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سرخ مخطط حلّہ زیب تن کئے ہوئے جلوہ فرما تھے۔ رات چاندنی تھی۔ میں کبھی چہرہ مُبارک کو دیکھتا تھا۔ اور کبھی چاند کو قسم خدا کی میرے نزدیک حضور چاند سے بہتر تھے۔ یہ میرے نزدیک کا کلمہ آپنے اظہار تلذذ کے لئے فرمایا ورنہ فی الواقع آپ سب کے نزدیک احسن و اجمل تھے ٭

حلیہ شریف

سرِ مبارک معتدل تھا نہ بہت بڑا نہ بہت چھوٹا تمام سر پر بال تھے موئے مبارک نرم اور بہت سیاہ تھے۔ کانوں تک چھٹکے رہتے تھے یا مانگ نکالا کرتے تھے۔ روئے مبارک یعنی چہرہ شریف نہ بہت گول تھا نہ لمبا روشن تھا مثل چودھویں رات کے چاند کے اطراف و جوانب میں ضو اور نور کی وجہ سے ہالہ پڑتا تھا۔ رخسار مبارک ہموار نہایت نرم مائل بدرازی تاباں و درخشاں تھے۔ پیشانی شریف کشادہ تھی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چین پیشانی مبارک پر پڑتی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا چاند کا ٹکڑہ ہے۔ ابرو مبارک باریک و دراز اور دونوں ابرو خفیف بالوں کے ساتھ ملی ہوئیں اور دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی۔ کہ غضب کے وقت حرکت کرتی تھی۔ آنکھیں مبارک بڑی تھیں جن میں سرخ باریک رگیں تھیں سفیدی میں اُن رگوں کی سُرخی پھر اُس میں سیاہ پتلی ایک عجیب و دلکش شئے تھی۔ قدرتی سرگیں تھیں۔ اور اکثر حضور نیچی نگاہ رکھتے تھے۔ پلکیں شریف دراز تھیں اکثر نظر مبارک گوشۂ چشم کے ساتھ ہوتی تھی جس کو کنکھیوں سے دیکھنا کہتے ہیں۔ اس دید کے وقت عشاق کے حسب حال یہ شعر تھا ؎

دزدیدہ فگندی بہ من از ناز نگاہے
قربان نگاہے تو شوم باز نگاہے

بینی شریف است قدرے لانبی جس سے ایک نور چمکتا تھا بیچ میں سے کسی قدر اٹھی ہوئی جو حسن میں داخل ہے۔ دہن شریف فراخ تھا۔ فراخ دہنی مردوں کے حق میں حسن میں داخل ہے دندان مبارک کشادہ آب و تاب تھے جب حضور کلام فرماتے۔ تو دندان مبارک سے نور ظاہر ہوتا تھا۔ ریش مبارک طول میں بقدار

چار انگشت تھی۔ بال بہت گھن کے تھے۔ طول اور عرض میں سے حضور کترواتے رہتے تھے ہمیشہ ڈاڑھی شریف نیچے کو چھٹکی ہوئی رکھتے تھے مونچھوں کو ہمیشہ ترشواتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جو کوئی مونچھوں کو کترواوے نہیں وہ ہم میں سے نہیں اکثر علماء کے نزدیک تمام سر اور ریش مبارک میں سے سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے۔ خضاب کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ مختار یہ ہے کہ کبھی رنگ کیا۔ اور اکثر نہیں گردن شریف نہایت سفید تھی ایسی معلوم ہوتی تھی۔ گویا چاندی خالص سے ہے سینہ شریف کشادہ تھا۔ شکم شریف واسع اور نرم تھا۔ گویا کاغذ نہ بر تہ کئے ہوئے رکھے ہیں شکم مبارک اور سینہ مبارک برابر تھا۔ نہ شکم سینہ سے اونچا نہ سینہ شکم سے اونچا۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی اس کے علاوہ شکم اور سینہ پر اور بال نہ تھے بغل شریف مثل تمام بدن کے سفید تھی۔ اس سے نور چمکتا تھا بغل تمام آدمیوں کی متغیر اللون ہوتی ہے سوائے حضور کے کتف شریف کتفین شریفین کے درمیان مسافت بعیدہ تھی۔ جس کو کشادگی سے تعبیر کیا گیا ہے کہ جو عریض الصدر کو لازم ہے۔ درمیان دونوں کندھوں کے مہر نبوت تھی یہ ایک گوشت کا ٹکڑا ابھرا تھا مثل بیضہ کبوتر کے جس کے اوپر بال تھے۔ اور گرداگرد اس کے مسون کے مانند خال تھے۔ اس میں لکھا تھا اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، تَوَجَّہْ حَیْثُ کُنْتَ فَاِنَّکَ مَنْصُوْرٌ پشت مبارک سفید و ہموار گویا پگلی ہوئی چاندی سے ہے دست مبارک طویل تھے۔ جن میں بازو شریف سطبر ساعد شریف دراز کف دست یعنی ہتھیلیاں پُر گوشت اور فراخ اور نرم حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیبا اور حریر کو حضور کی کف دست سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ انگلیاں غلیظ بلا قصر مائل بدرازی اور بیچ کی انگلی سب سے زیادہ لمبی تھی پنڈلیاں شریف ہموار اور صاف اور لطیف اور ابیض اور باریک تھیں ضخیم اور پر گوشت نہ تھیں قدم مبارک نہایت خوبصورت تھے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

احسن البشر تھے از روئے قدموں کے کف پا برابر نہ تھے۔ کسی قدر درمیان میں گڑھا تھا۔ لیکن رفتار کے وقت پورا قدم زمین پر بیٹھتا تھا۔ پیچھے سے اونچا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ پاؤں کی انگلیاں بھی نہایت خوبصورت تھیں ان سب میں انگوٹھے کے پاس کی انگلی سب سے دراز تھی قد مبارک میانہ تھا مائل بدرازی کون شریف یعنی رنگ آپ کا سرخ سفید تھا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ حلیہ شریف میں صفت اعضا کے اندر جہاں کہیں کلانی اور فراخی وارد ہے اس سے وہ کلانی اور فراخی نہ سمجھی جاوے جو لازم حسن نہ ہو حضور کے تمام ہی اعضا شریف معتدل اور متوسط تھے۔ کہ جو حسن اور اعمال فضل و کمال کو لازم ہیں پھر اس پر ہر ایک عضو شریف کی ادائے دلکش و نازکی دلربا علیحدہ علیحدہ ہے۔ کہ جو بیان میں نہیں آسکتی ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم | کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

الغرض نقاش ازل اور صانع قدرت نے ایسا نقش حسین و جمیل صفحہ عالم پر نہ کھینچا اور نہ کھینچیگا ؎

ہے حسینان جہاں میں تجھ کو حاصل برتری | ہے قد رعنا ترا سرو ریاض سروری
خال رخ خوبی ہے تو اے شمع بزم دلبری | اے چہرۂ زیبا ہے تو رشک بتان آذری

ہر چند وصفت میکنم لیکن ازاں بالا تری

ہاں زیب دیتی ہے تجھی یہ مسند پیغمبری | ہیں نور چین رخ سے ترے شمس و قمر اور مشتری
کس کو جہاں میں آج ہے تجھ سی مجال ہمسری | تو از پری چابک تری و از برگ گل نازک تری

و از ہر چہ گویم برتری حقا عجائب دلبری

تو ہے رسول محتشم سلطان دین شاہ امم | ہاں تجھ کو کہتے ہیں سبھی مہر عرب ماہ عجم
یہ جھوٹ میں کہتا نہیں اے شاہ خالق کی قسم | آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

رفتار شریف ہوتی تھی یعنی بقوت تمام قدم شریف اُٹھاتے تھے۔ بلا استرخا اور بلا اضطراب کے جس میں سکون اور وقار ہوتا تھا۔ کچھ تھوڑی ہی سُرعت بھی ہوتی تھی۔ اس رفتار کی اللہ پاک قرآن مجید میں تعریف فرماتا ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَے الْاَرْضِ ھَوْنًا لباس شریف میں یہ چیزیں تھیں۔ جبہ[1] قبا[2]۔ کرتہ[3]۔ عمامہ[4]۔ ردا[5]۔ تہبند[6]۔ موزہ[7]۔ نعل[8] ان سب میں کرتہ حضور کو بہت ہی محبوب تھا جس کے گریبان اور سینہ پر تکمہ ہوتا تھا۔ اور آستین اس کی پہونچوں تک ہوتی تھی۔ عمامہ شریف سات گز کا ہوتا تھا۔

ترجیع بند

قد رعنا کی ادا جامۂ زیبا کی پھبن	سرگیں آنکھ غضب ناز بھری وہ چتون
وہ عمامہ کی سجاوٹ وہ جبینِ روشن	اور مکھڑے کی تجلّی وہ بیاضِ گردن
وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن	دلربایانہ وہ رفتار وہ بیساختہ پن
مردہ بھی دیکھے تو کر چاک گریبانِ کفن	اُٹھ چلے قبر سے بیتاب بہاں پر یہ سخن

مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی ؎
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

سلام علی النبی ﷺ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود	فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام
معنئ قدر ہی مقصدِ ماطغیٰ	نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغِ قمر جھلملائے
ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

انکے خط کی سہولت پہ بیحد درود
ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

خط کی گردِ دہن وہ دل آرا پھبن
سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ریش خوش معتدل مرہمِ ریشِ دل
ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

جسکے پانی سے شاداب جان و جناں
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نادر حکومت پہ لاکھوں سلام

دوش بر دوش ہے جن سے شانِ شرف
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود کہ ہے کعبۂ جان و دل
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

روئے آئینۂ علم پشتِ حضور
پشتیِ قصرِ ملت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھے بس غنی کر دیا
موجِ بحرِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کعبۂ دین و ایماں دونوں ستون
ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جسکے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیونکی تراوت پہ لاکھوں سلام

عیدِ مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنونکی بشارت پہ لاکھوں سلام

دل سمجھ سے وراہے مگر یوں کہوں
غنچۂ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام

کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچکر بندھی
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

انبیا تہ کریں زانو اُن کے حضور
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

ساقِ اصلِ قدم شاخِ نخلِ قدم
شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

کھائی اللہ نے خاک گذر کی قسم
اُس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود
بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام

اُن کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود
اُنکی ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

اُنکے مولا کے اُن پر کروڑوں درود
اُنکے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب
تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام

سَلِّمُوْا یَا قَوْمُ بَلْ صَلُّوْا عَلَی الصَّدْرِ الْاَمِیْن
مُصْطَفٰے مَا جَاءَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن

بیان اوصاف حمیدہ و اخلاق عظیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اے عاشقانِ روئے احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بیان تو حسن ظاہری کا ہُوا اب تھوڑا سا بیان حسن باطنی کا بھی سن لو جس کو سیرت اور اخلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔ اسی طرح رات کے اندھیرے میں بھی دیکھتے تھے۔ آپنے ثریا کے اندر گیارہ ستارے دیکھے۔ اور سہیل میں بارہ۔ بہ سبب غایت حضور اور حیا کے اکثر نظر مبارک زمین کی طرف رہتی تھی۔ اور وہ جو بعض

احادیث میں آیا ہے کہ آپ آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بسبب انتظار وحی کے ہوا کرتا تھا۔ اور جس طرح آپ سامنے دیکھا کرتے تھے پیچھے سے بھی ویسی ہی دیکھتے تھے غرض پس و پیش غائب و حاضر تاریکی و روشنائی سب آپ کے نزدیک یکساں تھی چنانچہ خود حضور فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں اس چیز کو کہ تم نہیں دیکھتے ہو اور سنتا ہوں اس چیز کو کہ تم نہیں سنتے ہو۔ میں آسمان کے چر چرانے کی آواز سنتا ہوں اور آسمان کو سزاوار ہے کہ وہ چر چرائے کیونکہ آسمان پر چار انگل جگہ نہیں ہے کہ فرشتے اپنی پیشانی اس پر رکھ کر سجدہ ادا کریں ایک روز حضورؐ نے چاہا کہ ایک عورت کو اپنے نکاح میں لا دیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس عورت کے دیکھنے کیلئے بھیجا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو دیکھا۔ تو آپ کی نظر میں نہایت خوبصورت دکھلائی دی مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ نہ چاہا کہ اس کی خوبی حضورؐ کے روبرو بیان کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا کہ میں نے اس عورت کے اندر صفائی مشاہدہ نہیں کی۔ حضرت نے فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبحان اللہ اے عائشہؓ کیا تو نے اس کے بائیں رخسار پر خال نہیں دیکھا۔ اور اس کے سبب سے تو تعجب میں آئی۔ اور تیرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ کہ واللہ کوئی بھید آپ پر اللہ کے بھید دل سے پوشیدہ نہیں ہے (-) حضورؐ کبھی قہقہ کے ساتھ نہیں ہنسے اکثر تبسم اور گاہ گاہ ضحک فرمایا۔ تبسم لب شیریں کو کہتے ہیں اور ضحک خفیف آواز کے ساتھ جس میں دانت نظر آجاویں۔ اور قہقہ بلند آواز سے ہنسنے کو کہتے ہیں مدارج میں ہے کہ آپ کا بکا یعنی گریہ جنس ضحک سے تھا۔ آنسو آنکھ سے جاری ہو جایا کرتے تھے اس وقت سینہ شریف سے ایک آواز مثل دیگ کے جوش ہونے کی سی آیا کرتی تھی۔ یہ گریہ کبھی تجلّیٔ صفات جلالی کی وجہ سے اور کبھی امت پر شفقت کی وجہ سے

کبھی میت پر رحمت کی وجہ سے ہوتا تھا۔ اکثر قرآن مجید سننے کے وقت میں ہوتا تھا۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو جمائی نہیں آئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ چھینک رحمان کی طرف سے ہے اور جمائی شیطان کی طرف سے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو کبھی احتلام بھی نہیں ہوا۔ کبھی آپ کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھی۔ جسم شریف کا سایہ نہ تھا۔ آپ کی آواز میں نہایت حلاوت تھی وعظ اور نصیحت کے وقت سب آدمیوں کو برابر پہنچا کرتی تھی ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے منا میں خطبہ پڑھا۔ سب ہی دور و نزدیک کے آدمیوں نے سنا۔ ادائگی مخارج حروف کے اندر آپ کے برابر کوئی بھی قادر نہ تھا۔ فصاحت و بلاغت تو آپکی وہ ہے کہ نہ کسی کے فکر کو رسائی اور نہ کسی کے اندیشہ کو۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کبھی ہمارے درمیان سے نہ کہیں باہر تشریف لے گئے۔ اور نہ ملکوں میں پھرے پھر یہ فصاحت و بلاغت آپ کو کہاں سے آئی۔ تو آپ نے فرمایا اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ یعنی میرے رب نے مجھے ادب سکھلایا علم ادب اُس کو کہتے ہیں کہ جو زبان عرب میں فصاحت اور بلاغت سے تعلق رکھے۔ صحیحین میں ہے میں بھیجا گیا ہوں ساتھ جامع کلمات کے یعنی میری ہر ایک بات سے بہت سی باتیں سمجھی جاتی ہیں ؎

اُنکی پیاری فصاحت پہ لاکھوں درود — انکی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
انکی باتوں کی لذّت پہ بیحد درود — اُنکے خطبہ کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

آپ کے جسم میں وہ خوشبو آتی تھی۔ کہ نہ کسی عطر میں تھی اور نہ عنبر اور مشک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی اصحاب میں سے حضور کی ملازمت کا قصد کرتا اور حضور کو دولت خانہ پر نہیں پاتا۔ تو خوشبو کے نشان کے ساتھ پہنچ جاتا کیونکہ جہاں سے حضورؐ گذرتے تھے وہ گلی اور راستہ مہک جایا کرتا تھا۔ حضورؐ کے تمام ہی فضلات پاک اور طیب ہیں چنانچہ کتب فقہ میں درج ہے۔ مدارج میں ہے کہ ایک عورت نے

حضورؐ کا پیشاب شریف پی لیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو کبھی بیمار نہ ہوگی چنانچہ وہ مرض الموت کے سوا کبھی بیمار نہ ہوئی۔ ایک شخص نے آپ کا بول شریف پی لیا تھا چند پشت تک اس کی اولاد میں سے خوشبو آتی رہی ایک صحابی نے حضور کا خون جب کہ آپ نے پچھنے لگوائے تھے پی لیا تھا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ جو کوئی چاہے کہ دنیا میں اہل بہشت سے دیکھے وہ اس آدمی کو دیکھ لے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد ماجد سے دریافت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب باہر تشریف لاتے تھے۔ تو کیا کرتے تھے اور جب گھر میں رہتے تھے تو کیا کرتے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے بیان کیا کہ آپ کے اوقات کے تین حصے تھے۔ ایک حصہ عبادت کا کہ جو بے مداخلت خلق اور نفس کے تھا دوسرا حصہ اہل وعیال کے حقوق میں اور ان کی مخالطت اور مباشرت میں صرف ہوتا تھا تیسرا حصہ واسطے ادائیگی حقوق نفس کے مثل استراحت خواب وغیرہ کے تھا حضورؐ اپنے دست مبارک سے پیوند لگا لیا کرتے تھے اور کپڑے دھو لیا کرتے تھے دوستوں کی تیمارداری اور غمخواری میں مشغول رہتے تھے غضب کے وقت کسی کو آپ کے پاس کھڑے ہونے کی تاب نہیں ہوتی تھی۔ اچھی چیز کی تعریف فرماتے اور بری چیز کی برائی ظاہر فرماتے تھے۔ سوائے کھانے کے اگر مرغوب خاطر شریف نہ ہوتا۔ تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے یا تناول نہ فرماتے بیٹھنے میں کوئی جگہ تعین نہ فرماتے کہ جس سے امتیاز حاصل ہو اشارہ کے وقت میں پوری ہتھیلی سے اشارہ فرمایا کرتے تھے تعجب کے وقت میں داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا کرتے تھے خوبصورت شئے کے دیکھنے کے وقت میں آنکھیں بند کر کے تلذذ حاصل کیا کرتے تھے غرض آپ کے ہر ایک اوصاف عادتی میں وہ ادائے محبوبانہ اور جذبات دلربایانہ تھے کہ کسی معشوق اور محبوب کی اداؤں سے مماثلت و مشارکت ممکن نہیں ہے

ہر ادا میں ہے دلربائی خاص جس کو دل جانے یا خدا جانے

اخلاق عظیمہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے
اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ یعنی اے حبیبؐ پ بہت بڑے خلق پر ہیں۔ جس کو خود ربُّ
العزت بڑا فرمائے اس کے اعلےٰ اعظم۔ اکمل۔ احسن۔ اجمل و اقویٰ ہونے کا کیا ٹھکانا
ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ یعنی میں اخلاق
کی خوبیوں کو پورا کرنے کے واسطے پیدا کیا گیا ہوں پس جو کچھ خزانہ قدرت اور مرتبۂ
امکان میں کمالات سے متصوّر ہے وہ سب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حاصل ہے

تمام انبیا و رسل اقمارِ آفتاب کمال اور مظاہر انوارِ جمالِ محبوب خدا ہیں ؎

سَلِّمُوْا یَا قَوْمُ بَلْ صَلُّوْا عَلَی الصَّدْرِ الْاَمِیْنِ مُصْطَفٰی مَا جَاءَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَ جَمَالِہٖ وَ کَمَالِہٖ

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحابہؓ نے دریافت کیا
کہ حضورؐ کے اخلاق کی بابت کچھ فرمائیے فرمایا آپؐ کا خُلق قرآن تھا۔ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر مکارم اخلاق اور محامد صفات مذکور
ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اُن سب ہی صفات کے ساتھ متصف تھے۔ حضرت
انس رضی اللہ عنہ خادم خاص سرکار بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ
میں نے حضورؐ کی دس برس خدمت کی۔ اس عرصہ میں مجھ سے کبھی اُف نہیں فرمایا نہ کبھی
یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کس واسطے کیا۔ اور نہ یہ کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ اور حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نقصان ہونے پر بھی حضورؐ نے ہرگز کسی خادم اور خادمہ
کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ اور نہ کبھی کسی سے انتقام لیا۔ صحیحین میں حضرت انس رضی
اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ جا
رہا تھا حضورؐ نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ نجران ایک گاؤں کا نام ہے جس کے

کنارے سخت اور موٹے تھے پیچھے سے ایک اعرابی نے اُس چادر کو پکڑ کر ایسا کھینچا کہ حضور کے کندھے مبارک پر نشان پیدا ہو گیا۔ اُس بدوی نے کہا اے محمد حکم دیجئے تاکہ مال خدا سے جو آپ کے پاس ہے کچھ مجھ کو دیں۔ ......

پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کی طرف دیکھا اور ہنسے اور حکم دیا اُس کے لئے بخشش کا صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سائل کے جواب میں لا نہیں فرمایا۔ اسی مضمون حدیث کو کسی شاعر نے شعر کے اندر ادا کیا ہے ؎

نہ رفت کلمہ لا بر زبان او ہرگز ؞ مگر با شہد اَن لا الٰہ الا اللہ

مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص نے بکثرت بکریاں طلب کیں حضور نے اس قدر عطا کیں کہ وہ اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا۔ کہ اے قوم مسلمان ہو جاؤ۔ خدا کی قسم محمد اتنی بخشش کرتے ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے ہیں ؎

جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے	ہم کو معلوم ہے دولت تیری عادت تیری
تو ہی ہے مُلک خدا ملک خدا کا مالک	راج تیرا ہے زمانے میں حکومت تیری
گٹھڑیاں بندھ گئیں پر ہاتھ تیرا بند نہیں	بھر گئے دل نہ بھری دینے سے نیت تیری
دونوں عالم کے سب ارمان نکالے تو نے	نکلی اس شان کرم پر بھی نہ حسرت تیری

آپ کی داد و دہش جب حد سے بڑھ گئی تو خود اللہ تبارک وتعالے نے منع فرمایا فَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا اے پیارے اتنا مت دو کہ ملوم اور محسور ہو کر بیٹھ جاؤ۔ تفسیر حسینی میں اس کا شان نزول لکھا ہے۔ کہ ایک عورت مسلمہ نے ایک یہود عورت سے کہا کہ ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسےٰ علیہ السلام سے زیادہ سخی ہیں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی سخاوت یہ تھی کہ جو چیز آپ کے خرچ سے بچ رہتی تھی اُس میں آپ نے کسی سائل کو رد نہیں کیا۔ اور اگر کچھ نہ ہوتا تو اچھی بات سے

سائل کو خوش کر دیتے تھے۔ القصہ یہودیہ عورت نے آزمائش کے لیے اپنی لڑکی کو حضورؐ میں بھیجا۔ اُس نے حضورؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ماں اس پیراہن شریف کو جس کو حضورؐ زیب تن کئے ہوئے ہیں طلب کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر آئیو جب وہ پھر حاضر ہوئی اور پیراہن شریف طلب کیا۔ تو آپ حجرہ مقدسہ میں تشریف لے گئے اور پیراہن شریف اُتار کر اس لڑکی کے حوالے کیا۔ اور آپ برہنہ حجرہ کے اندر بیٹھ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت نماز شروع کی تمام صحابہؓ تشریف آوری کے منتظر رہے۔ حضورؐ برہنگی کے سبب باہر تشریف نہیں لائے کہ آیۃ مذکورہ الصدر نازل ہوئی ۔:

مشکوٰۃ شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی بڑا عالم تھا۔ حضورؐ پر اس کے کچھ دینار قرض آتے تھے اُس نے قرضہ کا تقاضا کیا۔ فرمایا میرے پاس کچھ نہیں۔ اس نے کہا میں آپ سے جدا نہیں ہونگا۔ جب تک میرا قرضہ نہیں ادا کر دیا جائیگا۔ آپ نے فرمایا میں بھی تیرے پاس بیٹھتا ہوں۔ چنانچہ آپ اس یہودی کے پاس بیٹھ گئے۔ اور پانچ نمازیں آپ نے وہاں ادا کیں ظہر سے فجر تک گویا تمام رات اور آدھے دن اس کے پاس تشریف فرما رہے۔ صحابہؓ اس یہودی کو ڈراتے تھے۔ پھر صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہودی قید کریگا۔ اور آپ کو باہر نکلنے سے منع کریگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو میرے پروردگار نے ظلم سے منع کیا ہے۔ اور یہ ظلم ہے۔ کہ اس کا دین ادا نہ کروں اور اُس سے جدا ہو جاؤں۔ جب دن نکلا تو یہودی نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اور عرض کیا کہ آدھا مال میرا اللہ کی راہ میں تصدق ہے۔ آگاہ ہو قسم خدا کی جو کچھ میں نے کیا اس لیئے کیا کہ دیکھوں آپ کی صفت جو توریت میں لکھی ہے۔ اور وہ صفت یہ ہے۔ کہ محمد بن عبداللہ مکہ میں اُن کی ولادت ہے

مدینہ میں ان کی ہجرت اور شام اُن کا ملک ہے۔ وہ درشت خو اور سخت کلام نہیں ہیں بازاروں میں چیخنے چلانے والے نہیں ہیں بیہودہ بات اور حدِ ادب سے گذرنے والے نہیں ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یہ میرا مال ہے جو آپ کی رائے مبارک میں آوے کیجئے ✤

حیا کی یہ کیفیت تھی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ باکرہ لڑکی اپنے پردہ میں ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس سے بھی زیادہ شرمیلے تھے (مشکوٰۃ شریف) ✤

عفو کی یہ کیفیت کہ غزوہ احد میں کفار ناہنجار سے جو کچھ مظالم محاربہ اور مقاتلہ میں ظہور میں آئے وُہ سب کچھ اٹھائے یہانتک کہ دندان مبارک کے شہادت کی بھی نوبت پہنچی اس وقت صبر اور عفو ہی نہیں بلکہ شفقت اور رحمت کے تقاضا سے ان کو اس جہل اور ظلم میں معذور جانکر ان کے حق میں دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر وہ مجھ کو نہیں جانتے۔ ایک روایت میں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ بھی آیا ہے یعنی اے اللہ اُن کو بخش دے صحابہ پر یہ شاق گذرا عرض کیا یا رسول اللہ کاش کہ حضور بددعا فرماتے تاکہ یہ سب ہلاک ہو جاتے فرمایا میں لعنت اور بددعا کرنے والا نہیں پیدا ہوا ہوں۔ بلکہ داعی بحق اور رحمت عالم ہو کر آیا ہوں ✤

سبحان اللہ کیا حلم اور صبر اور رحمت ہے۔ کیوں نہ ہو اللہ تبارک وتعالےٰ آپکی شان میں ارشاد فرما رہا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی ہم نے تم کو اے حبیب عالم کیلئے رحمت کر کے بھیجا ہے اور فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ یعنی اللہ تو ایسا نہیں کہ ان کو عذاب دے حالانکہ آپ اُن میں موجود ہیں۔ الغرض آپکے اوصاف اور اخلاق سب معجزات کی قسم سے

ہیں کہ جن سے قوتِ بشری عاجز ہے۔ لہٰذا اس جگہ اسی قدر کافی ہیں۔ باقی کچھ معجزات ہیں بیان کیے جاوینگے ۔

تیری صورت تیری سیرت زمانہ سے نرالی ہے	تیری ہر ہر ادا پیارے دلیل بے مثالی ہے
تجھی کو خلعت یکتائی عالم ملا حق سے	ترے ہی جسم پر موزوں قبائے بے مثالی ہے

سَلِّمُوْا یَا قَوْمُ بَلْ صَلُّوْا عَلَی الصَّدْرِ الْاَمِیْن
مُصْطَفٰی مَا جَاءَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ

اے مظہرِ ذاتِ خدا اے مشرقِ نورِ خدا	اے منبعِ نور و ضیا اے معدنِ جود و سخا
اے خواجۂ ہر دوسرا اے پیشوائے انبیاء	اے رہنمائے اتقیا اے مقتدائے اصفیا
اے مجتبیٰ اے مصطفیٰ اے مرتضیٰ اے مقتدا	اے ملتجا اے منتجا اے منتقیٰ اے مرتضیٰ
خیر الوریٰ انجم الہدیٰ اشمس الضحیٰ عین التقیٰ	بحر العطا غیث الندیٰ طور العلیٰ نور السما
ہم مبدء عالم توئی ہم منشاء آدم توئی	ہم مظہر اعظم توئی مصباح کنز اختفا
اے حسن تو آرام جان عشاق رویت انس و جاں	دیدہ زمین و آسماں اے مظہر نور خدا
انوار تو محبوب حق اظہار تو مطلوب حق	دیدار تو دیدار حق اے مظہر نور خدا
دارم ہوائے روئے تو افتادہ ام در کوئے تو	جاں میدہم بر بوئے تو اے حسرت صد جاں فدا
اے جان من جانان من وے دین من ایمان من	اے جان من اے جان من صد جان جان بر تو فدا
اے جان حقی رام تو مرغ دلش در دام تو	جاں می دہد بر نام تو این است این را مدعا

بیان پیدائش نور مبارک و تحویل نور مبارک آدم علیہ السلام

و از آدم علیہ السلام تا حضرت عبد اللہ

مشکوٰۃ شریف میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے سوال کیا۔ اُس چیز سے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری ہی مخلوقات سے پہلے پیدا کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وُہ نور تیرے نبی کا ہے مسند عبدالرزاق میں حضرت جابرؓ سے اس طرح روایت ہے کہ مَیں نے عرض کیا۔ کہ یارسُول اللہ میں اپنے ماں باپ کو آپ پر سے فدا کر دوں۔ یہ تو فرمایئے کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا کی۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے جابر سب سے اول اللہ تعالےٰ نے تیرے نبیؐ کے نور کو اپنے نور سے پَیدا کیا۔ پھر یہ نور قدرت الٰہی سے پھرتا رہا جب تک اللہ نے چاہا۔ اور اُس وقت لوح و قلم اور جنّت اور دوزخ اور فرشتے اور زمین اور آسمان اور سُورج اور چاند اور انس اور جن سے کچھ نہیں تھا پس جب اللہ تعالےٰ نے مخلوقات پَیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اُس نور کے یعنی اس پر کچھ زائد کر کے اُس زائد نور کے چار جز کئے ایک جز سے قلم اور دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے جزو کے چار حصّے بنائے پس اوّل سے عرش کے اٹھانے والے یعنی آٹھ فرشتے۔ اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے۔ پھر چوتھے جزو کے چار اجزا کئے اول سے آسمانوں کو دوسرے سے زمینوں کو تیسرے جزو سے جنّت و دوزخ کو پیدا کیا۔ پھر چوتھے جزو سے مومنوں کی آنکھوں کی بینائی اور مومنوں کے دلوں میں نورِ معرفت کو اور انکی زبانوں کا نور کہ وہ کلمہ توحید ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پیدا کیا۔ یہ حدیث مواہب لدنیہ میں ہے۔

جس کی شرح علامہ زرقانی یُوں کرتے ہیں کہ مِنْ نُوْرِہٖ میں جو اضافت نور کی ذات خداوندی کی طرف ہے وہ اضافت تشریفی ہے جیسے آیۃ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ میں ہے۔ اس سے ظاہر کرنا اس بات کا مقصود ہے۔ کہ آپکی پیدایش ایک عجیب چیز ہے۔ اور آپکی خاص شان ہے۔ اور آپ کو بارگاہ الٰہی میں خاص مناسبت ہے۔ اور یہ بھی بیان کرنا منظور ہے کہ آپ کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر زرقانی

لکھتے ہیں لَا بِمَعْنیٰ اَنَّھَا مَادَّۃٌ خُلِقَ نُوْرُہٗ مِنْھَا بَلْ بِمَعْنیٰ تَعَلُّقُ الْاِرَادَۃِ بِہٖ بِلَا وَاسِطَۃِ شَیْءٍ فِیْ وُجُوْدِہٖ یعنی اس اضافت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ کا نور مثل مادہ کے ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا۔ بلکہ اس اضافت سے یہ مراد ہے کہ ارادہ الٰہی کا تعلق آپ کے وجود سے بلا واسطہ کسی شے کے ہوا صوفیائے کرام اسی نور کو جو سب سے اوّل و اقدام ہے حقیقت محمدیہ کہتے ہیں۔ اور یہی تعینات میں اول تعین ہے کہ جو محیط تمام تعینات کو ہے اور سبب ظہور جملہ موجودات کا ہے اور یہی مرتبہ مظہر اتم مرتبہ اسم اللہ کا ہے پس جس طرح کہ اسم اللہ کہ رب محمد ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مرتبہ وجوب میں اوّل و اشمل تمام اسمائے واجبہ کا ہے۔ اسی طرح یہ حقیقت محمدیہ جو مربوب اسم اللہ کی ہے۔ (جل شانہٗ) مرتبہ امکان میں اوّل و اشمل تمام ظہورات اسمائیہ کی ہے۔ کہ جو مسمّٰی بعالم ہے۔ الغرض آپ کی اولیت تمام ہی امت کے نزدیک مسلّم ہے اور اسی نور سے تمام مخلوقات علوی سفلی ارواح اشباح عرش کرسی لوح قلم بہشت دوزخ فلک ملک جن انس زمین آسمان دریا پہاڑ درخت وغیرہ سب ہی کچھ پیدا ہوئے ہیں

وصلی اللہ علٰی نورٍ کز و شد نورہا پیدا	زمیں در حب او ساکن فلک در عشق او شیدا
محمد احمد و محمود وے را خالقش بستود	کز و شد بود ہر موجود و زو شد دیدہا بینا
اگر ذات محمد را نیا دے شفیع آدم	نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا
نہ ایوب از بلا راحت نہ یوسف حشمت و شوکت	نہ عیسٰی آں مسیحا دم نہ موسٰی آں ید بیضا

زشرح سینہ اش جامی الم نشرح لک برخواں
زمعراجش چہ می پرسی کہ سبحان الذی اسریٰ

مواہب میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالے نے آپ کے نور کو پیدا کیا۔ اور اس سے انوار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ظاہر ہوئے تو اللہ تعالے نے حضور کے نور سے فرمایا کہ ان

انوار کو ملاحظہ کیجئے۔ پس آپ کے نور نے سب کے نوروں کو ڈھانک لیا۔ اس وقت سب نے عرض کیا کہ الٰہی یہ نور کس کا ہے جس کے نور نے ہمارے نوروں کو چھپا لیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے یہ نور محمدؐ بن عبداللہ کا ہے۔ اگر اس پر ایمان لاؤ تو تم کو انبیاء کرتا ہوں سب نے عرض کیا کہ یا رب ہم سب اُس کی نبوت پر ایمان لائے پس ربّ العزت جل و علا نے فرمایا کہ میں گواہ ہوا تمہارے اوپر یہ ہیں معنی قول سبحانہٗ تعالےٰ کے کہ جو ارشاد ہے وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی الانبیاء ہیں یہی وجہ کہ آپ نے شب اسراء میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ اور قیامت میں تمام ہی انبیاء آپ کے نیزہ کے نیچے ہوں گے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ یعنی میں نبی تھا اور آدم درمیان روح اور جسد کے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آپ کی نبوت ملائکہ اور ارواح انبیاء میں ظاہر تھی بلکہ روح مبارک اُس عالم مربّی اور مفیض ارواح انبیاء تھی۔

نظم

از فروغ تست روشن دین و دنیا ہر دو جا
بر تو باد از خدا صلوٰۃ یا بدر الدجےٰ

گے ملک کردے بہ پیش آدم خاکی سجود
نور تو در نے نبوت گر ودیعت آمدے

از بہار لطف تو سرسبز باغ کائنات
وز نسیم فیض تو شاداب روض الصفا

پے نبردے ہیچکس تا منزل حق الیقین
گر نبودے ذات پاکت اندریں رہ مقتدا

صَلَوٰۃُ اللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَاَنْبِیَآءِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجَمِیْعِ خَلْقِہٖ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مدارج میں ہے کہ جب حضرت حق سبحانہٗ نے حضرت آدم صفی اللہ کو پیدا کیا۔ کہ تو اُس نور کامل السرور کو حضرت ابو البشر علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں رکھا ایک روایت میں آیا ہے کہ پشت میں رکھا اور پیشانی سے وہ نور چمکتا تھا۔ پھر تمام ہی بدن میں وہ سرایت کر گیا حق تعالےٰ نے اس نور کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کو جمیع مخلوقات کے اسماء تعلیم فرمائے[1] اور ملائکہ کا مسجود گردانا۔ بعد ازاں حضرت شیث علیہ السلام پر منتقل ہوا۔ پھر اسی طرح اصلاب طاہرہ اور ارحام فاخرہ میں انتقال فرماتا ہوا حضرت عبدالمطلب کی صلب مبارک میں نزول اجلال فرمایا۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ نور مبارک جب حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا۔ اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب ہے۔ اس حال کو دیکھ کر اُن کو سخت حیرت ہوئی۔ ان کے والد ان کو کاہنان قریش کے پاس لے گئے۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے اول قیلہ سے نکاح کیا۔ اور جب ان کی وفات ہو گئی تو فاطمہ سے نکاح کیا جن سے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور آپ کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ جب قریش میں سخت قحط پڑتا تھا۔ تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی جانب جاتے تھے۔ اور ان کے ذریعہ حق تعالےٰ کے ساتھ تقرب

---

[1] زہتہ المجالس میں لکھا ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں۔ کہ جس نے دن میں تین دفعہ اور جمعہ کو سو مرتبہ اس درود شریف کو پڑھا گویا اس نے تمام خلائق کی درود حضرت پر پڑھی اور قیامت کے دن حضور اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لیکر جنت میں داخل کریں گے اور حضور کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

ڈھونڈتے تھے اور بارش کی دعا کرتے تھے پس اللہ تعالےٰ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ان کو باران عظیم مرحمت فرماتا تھا۔

شواہد النبوۃ اور معارج النبوۃ میں لکھا ہے۔ کہ جب نور پر سرور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد المطلب کی پشت سے آپ کی دادی فاطمہ کے رحم میں منتقل ہوا۔ اور آپ کے والد حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے تو اہل کتاب نے فوراً حدود شام کے اندر ایک دوسرے کو مطلع کیا کہ پیغمبر آخر الزمان کے والد ماجد مکہ معظمہ کے اندر ظاہر ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے کتب آسمانی کے ذریعہ معلوم کر لیا تھا۔ کہ جس وقت جبہ خونی حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا جو ان کے ہاں تبرکاً رکھا ہوا تھا۔ پھر تازہ خون آلود ہو جاوے۔ وہ وقت نبی آخر الزمان کے والد کی پیدائش کا ہوگا۔ چنانچہ بعد معائنہ اس علامت کے سب نے حضرت عبد اللہ کی ولادت پر اتفاق کیا۔ اب آتش حسد کا نون سینہ کے اندر مشتعل ہونے لگی عداوت اور دشمنی سے قتل کی فکر میں رات دن رہنے لگے چند بار اسی ناپاک ارادہ سے مکہ میں آئے گئے۔ لیکن نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبد اللہ پر قابو نہ پایا۔

ایک روز ستر یہودیوں نے آپس میں بیعت کی کہ جب تک اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوں ہرگز شام کو واپس نہ لوٹیں آخر روانہ مکہ مکرمہ ہوئے اور راتوں خفیہ خفیہ منزل طے کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے اور منتظر فرصت اور موقع کے رہے حضرت عبد اللہ ایک دن شکار کے واسطے تنہا جنگل میں تشریف لے گئے یہودیوں نے اس وقت کو غنیمت جان کر حضرت عبد اللہ پر حملہ کیا۔ اتفاقاً اسی وقت اسی جنگل میں وہب بن مناف حضرت آمنہ خاتون کے والد بھی شکار کیلئے جا نکلے دیکھتے کیا ہیں کہ یہود سرا پا غنود تلوار زہر آلود کھینچ کر حضرت عبد اللہ کی طرف بقصد ہلاکت متوجہ ہوئے بااقتضائے حمیت عرب انہوں نے چاہا کہ یہودیوں کے حملہ کو دفع کریں کہ اچانک

ایک جماعت غیب سے ابلق گھوڑوں پر سوار آموجود ہوئی۔ اور اُن سب کو آپ سے جُدا کر دیا۔ وہب بن عبد مناف نے جو یہ کیفیت دیکھی متحیر ہو گئے اور دل میں ٹھان لی کہ اپنی بیٹی آمنہ کا نکاح ان کے ساتھ کرونگا۔ گھر میں پہنچکر اپنی بیوی سے تمام قصہ بیان کیا۔ اور ان کو عبد المطلب کی خدمت میں اس مطلب کیلئے بھیجا۔ مادر آمنہ نے صورت حال عبد المطلب سے بیان کی عبد المطلب پہلے ہی اپنی بیوی سے جو کہ حضرت آمنہ کے چچا کی بیٹی اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں ان کی خوبی صورت اور پاکیزگی طینت سُن چکے تھے۔ نیز دیگر عورات قبیلہ نے بھی اس امر پر اتفاق کیا کہ فی الواقعہ اس زمانہ میں آمنہ خاتون سے بڑھکر کوئی عورت اطیب و اشرف و عاقلہ نہیں ہے پس عبد المطلب اس امر پر راضی ہو گئے ؛

نسب نامہ پدری حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیّ بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مُدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان یہاں تک تو تمام محدثین اور مورخین کا اتفاق ہے۔ اس کے آگے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ تک اور اُن سے آگے حضرت آدم صفی اللہ علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام تک تکثیر اور تقلیل تقدیم اور تاخیر اسماء کے اندر اختلاف ہے ؛

نسب نامہ مادری حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن فاطمہ بنت عمرو بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مُرّہ پھر اس

کے آگے وہ ہی جو حضورؐ کا نسب شریف ہے ۔ (مدارج)

نسب نامہ پدری حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہ

حضرت آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب پھر آگے وہ ہے جو حضورؐ کے نسب نامہ میں ہے ۔ (معارج النبوۃ)

نسب نامہ مادری حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہ

حضرت آمنہ بنت مُرّہ بنت ام حبیبہ بنت قلادہ بنت امیمہ بنت دب بنت عاتکہ بنت عوف بن لوی ۔ پھر آگے وہ ہے ۔ جو حضورؐ کا نسب نامہ ہے ۔ (معارج)

حضرت عبداللہ کی عمر اُس وقت پچیس ۲۵ یا تیس برس کی تھی ۔ حضرت عبداللہ کی صورت اور صفائی سیرت سارے قریش میں ممتاز اور مشہور تھی بوجہ اس کے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شعاعیں ان کی طلعت زیبا سے نمودار تھیں اقارب اجانب آپ کی دامادی کی دل سے خواہش رکھتے تھے بت خانہ میں اگر جا نکلتے تو بتوں کے اندر سے فریاد پیدا ہوتی کہ اے عبداللہ ہرگز ہمارے پاس نہ آئے کہ آپ کی پیشانی میں نور رسول آخرالزمان ہے کہ ہلاکت بتوں اور بُت پرستوں کی اُس کے ہاتھ ہے ۔

صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی رَاْسِ فَرِیْقِ النَّاسِ ۔ مِنْہُ لِلْخَلْقِ اَمَانٌ بِزَمَانِ الْبَاسِ

رحمت بھیج اے پروردگار آدمیوں کے گروہ کے سردار پر ۔ جن سے خلقت کو امن ہے زمانہ شدت میں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ

بیان تحویل نور مبارک از صلب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ در بطن شریف آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا

کیا مژدۂ جان بخش سُنا دیگا قلم آج ۔ کاغذ پہ جو سو ناز سے رکھتا ہے قدم آج
آمد ہے یہ کس بادشہِ عرش و مکاں کی ۔ آتے ہیں فلک سے جو حسینانِ ارم آج
کس گل کی ہے آمد کہ خزاں دیدہ چمن میں ۔ آتا ہے نظر نقشۂ گلزار ارم آج
نذرانہ میں سر دینے کو حاضر ہے زمانہ ۔ اس بزم میں کس شاہ کے آتے ہیں قدم آج
کس چاند کی پھیلی ہے ضیا کیا یہ سماں ہے ۔ ہر بام پہ ہے جلوہ نما نور قدم آج
کھلتا نہیں کس جانِ مسیحا کی ہے دعوت ۔ بُت بولتے ہیں قالب بیجاں میں ہے دم آج
بُت خانوں میں وہ قہر کا کہرام پڑا ہے ۔ مل مل کے گلے روتے ہیں کفار و صنم آج
کعبہ کا ہے نغمہ کہ ہوا لوث سے میں پاک ۔ بُت نکلے کہ آئے میرے مالک کے قدم آج
تسلیم میں سر وجد میں دل منتظر آنکھیں ۔ کس پھول کے مشتاق ہیں مرغانِ حرم آج
ظاہر ہے کہ سلطان دو عالم کی ہے آمد ۔ کعبہ پہ ہوا نصب جو یہ سبز علم آج
ہاں مفلسو خوش ہو کہ ملا دامنِ دولت ۔ تر دامنو مژدہ کہ اٹھا ابر کرم آج

معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ جمرۃ الوسطیٰ کے قریب حضرت عبداللہ کا نکاح بی بی آمنہ رضی کے ساتھ شب جمعہ کو منعقد ہوا اور اسی منزل میں شب زفاف واقعہ ہوئی اور اسی شب میں

بسا غنیکہ تفاخر کند بآن انجم ۔ بطالعیکہ نو لد کند بدان تقویم

نطفہ زکیہ مصطفویہ و درۂ مبارکہ محمدیہ نے شکم آمنہ کے اندر انتقال فرمایا۔ حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس شب کو شب قدر سے فاضلتر فرماتے ہیں کہ خیرات و

برکات و کرامات و سعادات جیسی شب جمعہ میں مومنوں پر نازل ہوتی ہیں قیامت تک کسی رات میں نہیں ہوتی ہیں۔ اس رات میں دو سو عورتیں رشک کی وجہ سے مر گئیں اور چند خواتین محتشمہ قریش مرض طیش میں مبتلا ہوئیں آسمانوں پر ملائکہ نے فرش انبساط بچھایا۔ جبریل علیہ السلام نے نزول فرما کر ایک علم سبز بام کعبہ پر نصب کیا اور تمام روئے زمین پر بشارت پہنچائی کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آمنہ کے شکم کے اندر منتقل ہو گیا۔ تخت ابلیس لعین اوندھا ہو گیا۔ چالیس شبانہ روز وہ لعین دریاؤں میں سر پھوڑتا پھرا پھر بعد ازاں کوہ ابو قبیس کے نیچے آکر فریاد و زاری کی۔ اس کی تمام اولاد اس کے پاس جمع ہوئی۔ اور حال دریافت کیا کہا کہ اے فرزند و جانو کہ ہلاکت ہماری متحقق ہو گئی محمد بن عبداللہ نے رحم آمنہ کے اندر قرار پکڑ لیا۔ نور ساطع اور سیف قاطع کے ساتھ وہ مبعوث ہوگا ازلام کو باطل کریگا۔ بتوں کو توڑیگا۔ عدل و انصاف سے زمین کو بھر دیگا۔ زمین کو مساجد سے مانند آسمان کے پرنور و منور کر دیگا۔ تمام دنیا میں توحید ظاہر ہوگی۔ اس کی امت فاضل ترین امم ہوگی۔ تمام بھلائیاں ان کی طرف منسوب ہونگی کھانے اور پینے میں اول خدا کا نام لیں گے امر معروف و نہی منکر ان کا شعار ہوگا۔ فقیروں اور مسکینوں کے تصدق اور احسان سے دل خوش کرنے والے ہونگے صلہ رحمی کرینگے ہم کو ان اعمال حسنہ کی وجہ سے ان پر دسترس نہ ہوگی ایک نے شیطان کی اولاد میں سے شیطان کی تسکین خاطر کے لئے کہا کہ اے ہمارے سردار انسان سات طبقے پر ہیں چھ طبقے گذر گئے جن کی عمریں بھی ان سے زیادہ تھیں اور قوت میں بھی ان سے زیادہ تھے جب ان کے ساتھ ہم نے جو چاہا کیا۔ تو ان کے ساتھ بھی ہم جو چاہینگے کرینگے۔ ابلیس نے کہا۔ کہ تم کو ان پر کسی طرح بھی قدرت نہ ہوگی۔ انہیں حمیدہ خصائل کے سبب جو اوپر مذکور ہوئے تب سب نے کہا کہ ہم ان کے

دلوں پر اُن کی آرزوں کو منتشر کرینگے ! ۔ ظلم و تعدی کو اُن کے مذاق جان شیریں کر دکھلادینگے ۔ تاکہ بسبب اس کے ہلاک ہوں ابلیس لعین کو فی الجملہ بشاشت حاصل ہوئی کہا کہ اب میری آنکھ کو تم سے ٹھنڈک پہنچی صاحب مدارج فرماتے ہیں ۔ کہ مسلمانوں کو یہ حکایت یاد رکھنی چاہیئے ۔

اشعار مثنوی شریف

طفل جاں از شیر شیطاں باز کن ۔ بعد از انش با ملک انباز کن
تا تو تاریک و ملول و تیرۂ ۔ داں کہ با دیو لعیں ہمشیرۂ
در گلو ماند خس او سالہا ۔ چیست آں خس مہر جاہ و مالہا
مال مار آمد کہ در وے زہر ہاست ۔ واں قبول و سجدہ خلق اژدہاست
مال خس باشد چو ہست اے بے ثبات ۔ در گلویت مانع آب حیات

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس رات میں تمام ہی کاہنان عرب کو آپکے نقل کیے جانے کی اطلاع ہوگئی تھی ۔ آپس میں ایک دوسرے کو اعلام و اطلاع کرتا تھا ۔ اور کہتا تھا کہ وہ وقت آگیا کہ دنیا ابو القاسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نور سے منور ہو جاوے ۔ تمام ہی حیوانات قریش اس رات گویا ہو گئے کہ مادر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حاملہ ہوگئیں ۵

خلق میں وہ نور حق جب جلوہ گر ہونے لگا ۔ فضل خالق کا ہمارے حال پر ہونے لگا
ذکر آمد کا تیرے یا احمد گر ہونے لگا ۔ خیر کی آئی گھڑی کافور شر ہونے لگا
عرش کا تارا اتر آیا ہے فرش خاک پر ۔ رشک فردوس عبداللہ کا گھر ہونے لگا

اس رات کی صبح کو تمام دنیا کی بتیں اوندھی پڑی ہوئی تھیں تمام ہی دنیا کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کی زبانیں گونگی ہوگئی تھیں سب کے تخت صبح کو

اوندھے پڑے ملے اس رات کو کوئی گھر ایسا نہ تھا جو روشن نہ ہو گیا ہو حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے اوپر علامات حمل سے کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی نہ ضعف تھا نہ کچھ اور بجز اس کے کہ ایّام بند ہو جاویں چھ ماہ تک مجھ کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ میں حاملہ ہوں بعد انقضائے چھ ماہ ایک شخص خواب اور بیداری کے درمیان میرے پاس آیا۔ اور اُس نے کہا کہ اے آمنہ تجھ کو اپنے حمل سے کچھ خبر ہے میں نے کہا کہ نہیں کہا کہ تم اس اُمت کے پیغمبر کے ساتھ حاملہ ہو۔ اس بات سے مجھ کو یقین ہوا ؎

شکم مادر میں جو وہ گوہر یکتا آیا	مرحبا صلِّ علیٰ سب کی بنا تا آیا
کام لاکھوں کا بنا تا ہوا آتا ہے حبیبؐ	یہ وہ ہے آگ میں اب باغ لگاتا آیا

جب وضع حمل کا وقت قریب آیا۔ تو اُسی کہنے والے نے مجھ سے کہا اُعِیْذُہٗ بِالصَّمَدِ الْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ اور کہا کہ جب تیرے فرزند پیدا ہو تو اس کا نام محمدؐ رکھیو۔ میں نے اس کلمہ کی تکرار کر کے یاد رکھا عورتوں سے میں نے بیان کیا۔ تو اُنہوں نے کہا کہ اے آمنہ اپنے کانوں میں اور گردن میں دو حلقے لوہے کے ڈال لو میں نے ان عورتوں کے کہنے سے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی شخص غیبی نمودار ہوا۔ اور اُس نے وہ حلقے توڑ کر دور پھینک دیئے اور کہا کہ پھر ایسا مت کرنا حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ کہ اوّل حمل کے اندر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نور مجھ سے ظاہر ہوا جس کی روشنی میں ملک بصرہ کے دیکھ لیے حضرت عمر بن قتنیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سُنا جو خزانہ علم تھے۔ کہ جب حضرت آمنہ کے وضع حمل کا وقت آیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا۔ کہ سب آسمانوں کے دروازے کھول دیں اور جنّت آراستہ کریں اور اس کے دروازے کھول دیں۔ اور فرشتوں کو حاضر ہونے کا حکم ہوا۔ پس وہ زمین پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے

پہاڑوں کو سربلندی حاصل ہوئی اور دریاؤں کو جوش ہوا اور دریائی جانور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے سب آسمانوں کے فرشتوں نے شیطان کو ستر طوق گلے میں ڈالکر دریائے اخضر کی تہ میں اوندھے مونہہ پھینک دیا۔ اور سرکش شیطان کو بیڑیوں میں جکڑ دیا۔ آفتاب کو اس دن ایک بہت بڑا نور دیا گیا۔ اس کے سر پر ستر ہزار حوریں ہوا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے انتظار میں کھڑی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی عورتوں کو حکم دیا کہ اس سال میں تمام لڑکے جنیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم کے لیئے اور تمام دنیا کے درخت بار آور ہوئے خوف امن سے مبتدل ہو گیا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوگئے تمام روئے زمین نور سے پُرہو گیا۔ اور ملائکہ نے آپس میں خوشی کی ہر ایک آسمان پر ایک ستون زبرجد کا اور ایک یاقوت کا بنایا جس سے آسمان روشن ہو گیا۔ اور وہ ستون آسمانوں پر معروف ومشہور ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شب معراج میں اُن کو ملاحظہ فرمایا۔ فرشتوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ ستون آپکی ولادت کی مبارکبادی میں بنائے گئے ہیں اور جس شب میں حضور پیدا ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے نہر کوثر کے ہر دو جانب ستر ہزار درخت مشک اذفر کے اوگائے۔ اور اُن کے پھلوں کو جنتوں کا بخور بنایا تمام آسمان پکارتے تھے اللہ کو ساتھ سلامتی کے اور تمام بت اوندھے گر پڑے۔ مگر لات اور عزیٰ اپنی جگہ سے نکل گئے اور پکارتے تھے تباہی ہے ہا قریش کی آگیا اُن کے پاس امین اور صدیق اور نہیں خبر قریش کو کہ اُن کے ساتھ کیا ہوگا اے عزیٰ تو ہلاک ہو گیا تین دن تک خانہ کعبہ کو زلزلہ رہا۔ یہ اوّل علامت ہے جو قریش نے آنحضرت کے پیدا ہونے کے وقت دیکھی (اخرجہ ابونعیم) کتب معتبرہ میں ہے۔ کہ پیش از تحویل نور پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش چند سال سے عذاب قحط میں اس قدر مبتلا تھے کہ کوئی درخت سبز نہیں رہا۔ چارپائے دبلے ہو گئے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ساتھ حضرت آمنہ حاملہ ہوئیں. بلینہ برسا ندیاں جاری ہوگئیں درخت سرسبز ہوگئے پانی سے سیراب ہو کر سب کے حال ٹھیک ہو گئے چنانچہ اس سال کا نام عام الفتح والفرح والابتہاج رکھا گیا۔

صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی مَنْ هُوَ فِیْ حَرِّ عَمَلٍ
کُلُّ مَنْ یَظْمَاءُ یَسْقِیْهِ رَحِیْقَ الْکَاسِ

جوپیاسا ہوگا اس کو شراب طہور کا پیالہ پلائیں گے
رحمت بھیج پروردگار اس ذات پر جو تپش کی گرمی میں

اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّکُلِّ الْاُمَمِ وَالْمُخْتَارِ لِلسِّیَادَتِ ذِی الرِّسَالَةِ قَبْلَ خَلْقِ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

بیان ولادت باسعادت

مبارک ہو وہ شہ پردے سے باہر آنے والا ہے
گدائی کو زمانہ جس کے در پر آنے والا ہے

فقیروں سے کہو حاضر ہوں جو مانگینگے پائینگے
کہ سلطان جہاں محتاج پرور آنے والا ہے

کہاں ہیں ٹوٹی امیدیں کہاں ہیں بے سہارے دل
کہ وہ فریاد رس بیکس کا یاور آنے والا ہے

ٹھکانا بے ٹھکانوں کا سہارا بے سہاروں کا
غریبوں کی مدد بیکس کا یاور آنے والا ہے

بر آئینگی مرادیں حسرتیں ہو جائیں گی پوری
کہ وہ مختار کل عالم کا سرور آنے والا ہے

مبارک دردمندوں کو ہو مژدہ بیقراروں کو
قرار دل شکیب جان مضطر آنے والا ہے

گنہگارو نہو مایوس تم اپنی رہائی سے
مدد کو وہ شفیع روز محشر آنے والا ہے

جھکالائے نہ کیوں تاروں کو شوق جلوہ عارض
کہ وہ ماہ دل آرا اب زمیں پر آنے والا ہے

کہاں ہیں بادشاہاں جہاں آئیں سلامی کو
کہ اب فرمانروائے ہفت کشور آنے والا ہے

سلاطین زمانہ جس کے در پر بھیک مانگینگے
فقیروں کو مبارک وہ تونگر آنے والا ہے

یہ سامان ہو رہے تھے مدتوں سے جسکی آمد کے
وہی نوشاہ باصد شوکت و فر آنے والا ہے

وہ آتا ہے کہ ہے جس کا فدائی عالم بالا
وہ آتا ہے کہ دل عالم کا جس پر آنے والا ہے

مدارج النبوۃ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب میرے درد زہ شروع ہوا تو میں بوجہ تنہائی کے خائف و ہراساں ہوئی۔ اور مہیب اور عظیم آوازوں کے سننے سے پریشان و لرزاں تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سفید مرغ نے میرے دل پر اپنے بازو ملے کہ وہ خوف اور ترس سب جاتا رہا۔ پھر دیکھا کہ شربت سفید رکھا ہے میں نے اس کو پیا۔ پیتے ہی دل میں قرار آیا۔ پھر ایک روشنی نمودار ہوئی جس کے اندر عورتیں حسینہ جمیلہ بلند قامت والی نظر آئیں۔ میں متعجب ہوئی کہ یہ کہاں سے آگئیں میں تو اکیلی تھی تو ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ میں آسیہ فرعون کی بیوی ہوں دوسری نے کہا کہ میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ اور عورتیں حوران بہشتی ہیں۔ کہ جو ہمارے ہمراہ ہیں پھر ایک جماعت ہوا میں کھڑی ہوئی نظر آئی جن کے ہاتھوں میں نقرہ ابریق تھیں ان کی ہیبت سے مجھ کو پسینہ آگیا میرے ہر قطرہ پسینہ میں مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اسی حالت میں پردہ میرے آگے سے جو اٹھایا تو مشرق اور مغرب سب ہی میرے اوپر کھل گیا تین علم میں نے دیکھے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں تیسرا بام کعبہ پر الحاصل عہد حضرت آدم علیہ السلام سے چھ ہزار سات سو پچاس اور عہد حضرت نوح علیہ السلام سے چار ہزار ایک سو نوے برس اور عہد ابراہیم علیہ السلام سے تین ہزار ستر برس اور واقعہ اصحاب فیل سے پچپن روز بعد جب وہ متجلی حمل پورے نو ماہ کے اندر بدر کامل بنگیا۔ تو بموجب قول مشہور ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ یوم دوشنبہ کو صبح صادق کے وقت اس آفتاب نبوت اور رسالت نے بہزار جاہ و جلالت و شوکت و ابہت برج شکم آمنہ سے طلوع فرمایا یعنی جناب رسول الثقلین وسیلتنا فی الدارین شفیع المذنبین انیس الغریبین راحت العاشقین مراد المشتاقین شمس العارفین سراج السالکین مصباح المقربین جناب احمد مجتبے محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ظلمت کدہ عالم کو اپنے جمال جہاں آرا سے روشن اور منور فرمایا۔

اٹھو کہ ذکر ولادت ہے سید انام	ادب سے شوق سے دل سے پڑھو درود و سلام

سلام زبان عربی

یا نبی سلام علیک
صلوٰۃ اللہ علیک
یا نبی سلام علیک
صلوٰۃ اللہ علیک
یا مؤید یا ممجد
یا کریم الوالدین
انت نور فوق نور

یا رسول سلام علیک
اشرق الشمس علینا
یا رسول سلام علیک
یا حبیبی یا محمد
یا امام القبلتین
یا نبی سلام علیک والخ
مثل حسنک ما رءینا

یا حبیب سلام علیک
و اختفت منہ البدور
یا حبیب سلام علیک
یا عروس الخافقین
من یری وجھک یسعد
انت شمس انت بدر
قط یا وجہ السرور

صلوٰۃ اللہ علیک ۔ عدۃ لحرف السطور

دیگر زبان فارسی

الصلوٰۃ اے رحمۃ للعالمین ۔ والسلام اے مقتدائے مرسلین
الصلوٰۃ اے بادشاہ انبیاء ۔ والسلام اے رہنمائے اصفیا
الصلوٰۃ اے سید خیر الانام ۔ والسلام اے سرور عالیمقام
الصلوٰۃ اے صاحب ام الکتاب ۔ والسلام اے شافع یوم الحساب
الصلوٰۃ اے گوہر درج صفا ۔ والسلام اے ماہ برج اصطفا
الصلوٰۃ اے قبلۂ ارباب دیں ۔ والسلام اے کعبۂ اہل یقیں
الصلوٰۃ اے آفتاب رہبری ۔ والسلام اے حجت پیغمبری
الصلوٰۃ اے فرش تو عرش بریں ۔ والسلام اے چاکرت روح الامیں
الصلوٰۃ اے معدن فضل و کرم ۔ والسلام اے مخزن جود اتم

الصّلوٰۃ اے جلوہ حسنِ ازل
والسّلام اے نور ذاتِ لم یزل

الصّلوٰۃ اے اسم اعظم اسم تو
والسّلام اے جان عالم جسم تو

الصّلوٰۃ اے قبلۂ جانم توئی
والسّلام اے نور ایمانم توئی

الصّلوٰۃ اے مقصد و مطلوب ما
والسّلام اے مطلب و محبوب ما

الصّلوٰۃ اے سرّ الٰہی توئی
والسّلام اے شانِ مولائی توئی

سلام دیگر بزبان اردو

اے مدینہ کے تاجدار سلام
اے غریبوں کے غمگسار سلام

تیری اک اک ادا پہ اے پیارے
سَو درودیں فدا ہزار سلام

ربِ سلّم کے کہنے والوں پر
جان کے ساتھ ہوں نثار سلام

میرے پیارے پہ میرے آقا پر
میری جانب سے لاکھ بار سلام

میری بگڑی بنانے والوں پر
بھیج اے میرے کردگار سلام

اُس پناہ گناہ گاراں پر
یہ سلام اور کروڑ بار سلام

اُس جوابِ سلام کے صدقے
تا قیامت ہوں بلشمار سلام

اُن کی محفل میں ساتھ لیجائیں
حسرت جان بے قرار سلام

پردہ میرا نہ فاش حشر میں ہو
اے مرے حق کے رازدار سلام

وہ سلامت رہا قیامت میں
پڑھ لئے جس نے دل سے چار سلام

سلام دیگر بزبان اردو

السّلام اے نورِ اوّل السّلام
السّلام اے صاحب عالیمقام

السّلام اے مقصدِ سرِ سخن	السّلام اے کاشفِ اسرارِ کُن
السّلام اے رحمۃ للعالمین	السّلام اے صاحبِ عین الیقین
السّلام اے مجتبیٰ و مصطفےٰ	السّلام اے سرورِ ہر دوسرا
السّلام اے پیشوائے مرسلاں	السّلام اے فخرِ ذاتِ دلبراں
السّلام اے دردمندوں کے شفیق	السّلام اے مستمندوں کے رفیق
السّلام اے چارہ بیچارگاں	السّلام اے رہنمائے گمرہاں
السّلام اے فخرِ ہر جن و بشر	السّلام اے رونقِ شمس و قمر
السّلام اے مرہمِ زخمِ جگر	السّلام اے باعثِ نورِ نظر
السّلام اے مالکِ جان نثار	السّلام اے بیقراروں کے قرار
ہم سبھی کا ہے بس اب یہ مدعا	آپکی الفت ہو سب کا مشغلہ

زندگی ساری اسی دُھن میں کٹے
جو مرے بس وہ اسی دُھن میں مرے

بیان ثبوت قیام شریف

اس موقعہ پر مسلمان کھڑے ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے ہیں جیسا کہ اب پڑھا گیا۔ اس لئے مناسب ہے کہ کچھ اس کا بھی بیان کر دیا جائے۔ سو جاننا چاہئے کہ اس قیام کا نام قیام تعظیمی ہے اور یہ سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور کی وہ تعظیم جو غیر ممنوع طریقہ سے ہو مطلوب ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ تو یہ قیام بھی منجملہ تعظیم شان رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ لہذا یہ بھی مطلوب ہے۔ اور جو شے مطلوب فی الدین ہوتی ہے وہ فرض ہوتی ہے یا واجب یا سنت یا مستحب

پس اس قیام کی نسبت چاروں مذاہب کے علماء کا مستحب ہونے پر اجماع ہے جیساکہ عثمان حسن الدمیاطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّۃُ الْمُحَمَّدِیَّۃُ مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ عَلٰی اِسْتِحْسَانِ الْقِیَامِ وَھِیَ بِدْعَۃٌ مُسْتَحَبَّۃٌ لِمَا فِیْہِ مِنْ اِظْھَارِ الْفَرَحِ وَالسُّرُوْرِ وَالتَّعْظِیْمِ

لے لفظ بدعت شریعت میں دو معنی پر آتا ہے یعنی اول ہادم سنت قال الامام الغزالی حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ اِنَّمَا الْمَحْذُوْرُ بِدْعَۃٌ تُرَاغِمُ سُنَّۃً مَامُوْرًا بِھَا یعنی وہی بدعت منع ہے جو مٹاتی ہو ایسی سنت کو جس کے قائم رکھنے کا ہم کو حکم ہے۔ اس معنی پر بدعت کا ضلالت ہونے میں کوئی شک نہیں احادیث میں بدعت کی برائی اور بدبختی پر جو وعید وارد ہے۔ وہاں یہی معنی مراد ہیں۔ معنی دویم جو فعل بعینہٖ وہیئت کذائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خود کیا ہے اور نہ امت کو حکم دیا نہ برقرار رکھا مگر اصل اس کی شرح میں ثابت اور مصالح دینیہ پر مشتمل بایں معنی وہ بدعت علی الاطلاق حسنہ ہے۔ سیرت شامی میں اقسام بدعت کے پہچاننے کا طریقہ امام عزالدین بن سلام سے اس طرح نقل کیا ہے۔ تُعْرَضُ الْبِدْعَۃُ عَلَی الْقَوَاعِدِ الشَّرْعِیَّۃِ فَاِذَا دَخَلَ فِی الْاِیْجَابِ فَھِیَ وَاجِبَۃٌ اَوِ التَّحْرِیْمِ فَھِیَ مُحَرَّمَۃٌ اَوِ الْمَنْدُوْبِ فَھِیَ مَنْدُوْبَۃٌ اَوِ الْمَکْرُوْہِ فَھِیَ مَکْرُوْھَۃٌ اَوِ الْمُبَاحِ فَھِیَ مُبَاحَۃٌ۔ اسی طرح علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں کہتے ہیں۔ اِنْ کَانَتْ تَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَحْسَنٍ فِی الشَّرْعِ فَھِیَ بِدْعَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ پس یہ قیام تعظیمی معنی اول پر تو یوں نہیں کہ یہ کسی سنت کا ہادم یعنی مٹانے والا نہیں اور وہ جو بعض مانعین قیام کے ذمہ بہتان اور افترا کر کے ممنوعیت کا حکم لگاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ قیام کو فرض اور واجب سمجھتے ہیں یا کہ ولادت شریف کو اسی وقت میں سمجھتے ہیں یا حدیث لَاتَقُوْمُوْا کَمَا یَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ کی مخالفت کرتے ہیں۔ سو یہ سب باتیں غلط اور لغو ہیں اور افترا بعض قیام کو سب اہل سنت مستحب جانتے ہیں جیساکہ متن کی عبارتوں سے ثابت ہے۔ اس وقت کا قیام تو صرف ذکر ولادت کی تعظیم ہے نہ قدوم روحی وجسدی کیلئے کہ جو خواص کا حصہ ہے عوام کی آنکھوں کے روبرو اگرچہ حضور مجلس میلاد میں حاضر نہیں لیکن آپ کے ظہور کا ذکر تو سب کے روبرو موجود اور ظاہر ہے۔ اور ذکر ظہور کی تعظیم بعینہٖ آپ کی تعظیم ہے جیساکہ مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم کے اندر تحریر کرتے ہیں۔ از فروغ حب منعم ست تعظیم شعائر اور مثل تعظیم نام او و کلام او و لباس او و رحیق کرم کرب او و مسکن او۔ اور حدیث لَاتَقُوْمُوْا الخ سے مطلق قیام کی ممانعت نہیں سمجھی جاتی اور کیونکر سمجھی جاوے جب کہ بکثرت احادیث قیام کے ثبوت میں موجود ہیں بلکہ اس حدیث سے قیام ثابت ہے۔ ممانعت ہے تو اسی قیام کی کہ جو عجمیوں کی مشابہ ہو عجمی اپنے بزرگوں کیلئے قیام کے بعد کھڑے رہا کرتے تھے جیساکہ شارحین تحریر فرماتے ہیں۔ اور ایسا قیام اس جگہ نہیں تو مخالفت حدیث بھی لازم نہیں آئی۔ تو اب یہ قیام لامحالہ عموم مندوبات شرعیہ میں داخل ہو کر مستحب ہوا۔ یہی وجہ ہے جو علامہ دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے قیام مولود کو بدعت مستحبہ فرمایا۔ بدعت تو یہ کہا کہ ظہور اس کا ہیئت کذائی بعد حضور کے ہوا۔ اور مستحب اس لئے فرمایا کہ وہ عموم مندوبات شرعیہ میں داخل ہے۔ تشریح اس کی یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم نصوص قرآنی سے ثابت ہے وَتُعَزِّرُوْہُ

یعنی جمع ہو گئی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل سنت والجماعت سے قیام کے مستحب ہونے پر اس لئے کہ اس میں خوشی اور تعظیم کا اظہار ہے۔ اسی طرح علامہ عبدالرحمن سراج مفتی حنفی مکی نے تحریر کیا جب کہ علامہ موصوف سوال کیے گئے اِن باتوں سے مولود شریف کا دن معین کر کے پڑھنا اور خاص ولادت کے وقت قیام کرنا مکان کو زینت دینا۔ خوشبو لگانا کچھ قرآن شریف سے پڑھنا مسلمانوں کو کھانا کھلانا۔ کیسا ہے چنانچہ سوال وجواب بعینہما یہ ہیں +

سوال

مَا قَوْلُكُمْ رَحِمَكُمُ اللهُ فِي اَنَّ ذِكْرَ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقِيَامِ

وَتُوَقِّرُوْهُ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ وغیرہ سے تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مفہوم کلی ثابت ہوا۔ تو اس کی افراد کا بھی ثبوت ہو گیا۔ غرق اس قدر ہے کہ بعض افراد تعظیمی قرون ثلاثہ کے اندر ظاہر ہوئے۔ اور بعض بعد میں۔ سو اس صورت میں تغیر وتبدل اصل ماہیت میں نہیں۔ کیونکہ مقتضائے طبعی نوع کا اپنی افراد میں نہیں بدلتا۔ بنا بریں علیہ وہ ہی تعظیم کی مشروعیت کا حکم جو افراد موجودہ قرون ثلثہ میں تھا۔ وہ ہی افراد محدثہ مابعد میں بھی باقی رہا۔ افراد محدثہ میں جو تغایر اور تخالف ہے۔ وہ ہیئت اور تشخیص کا ہے۔ سو یہ کچھ مضر نہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انتباہ میں تحریر فرماتے ہیں +

"باید دانست کہ یکے از نعم خدائے تعالے بر امت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات آں است کہ تا امروز سلسلہ ہائے ایشاں تا حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح وثابت است اگرچہ اوائل امت را با واخرات دربعض امور اختلاف بودہ است پس صوفیہ صافہ ارتباط ایشاں ورزمن ماول بصحبت وتعلیم وتادب بادب تہذیب نفس بودنہ بخرقہ وبیعت۔ ودرزمن سید الطائفہ جنید بغدادی رسم خرقہ ظاہر شد وبعد ازاں رسم بیعت پیدا گشت وارتباط سلسلہ بہمایں امر متحقق است واختلاف صور در ارتباط ضرر نمی کند" +

پس اب یہ کہنا کہ یہ قیام بوجہ حادث ہونے کے بدعت سیئہ ہے درست نہیں۔ اور یہ کہنا کہ یہ قیام بدعت حسنہ اور مستحبہ ہے درست ہے۔ بدعت کی مفصل بحث اگر کسی کو دیکھنی ہو تو ہمارے رسالہ توضیح العقائد کو دیکھے۔ (محمد عفراللہ ذنوبہ)

عِنْدَ ذِكْرِ الْوِلَادَةِ خَاصَّةً مَعَ تَعْيِيْنِ الْيَوْمِ وَتَزْيِيْنِ الْمَكَانِ وَاسْتِعْمَالِ الطِّيْبِ فِيْ قِرَاءَةِ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَاِطْعَامِ لِلْمُسْلِمِيْنَ هَلْ يَجُوْزُ وَيُثَابُ فَاعِلُهٗ اَمْ لَا بَيِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

اِعْلَمْ اَنَّ عَمَلَ الْمَوْلِدِ الشَّرِيْفِ بِهٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ مُسْتَحْسَنٌ مُسْتَحَبٌّ فَالْمُنْكِرُ مُبْتَدِعٌ لِاِنْكَارِهٖ عَلٰى شَيْئٍ حَسَنٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ كَمَّلُوا الْاِسْلَامَ كَالْعُلَمَاءِ الْعَامِلِيْنَ وَعُلَمَاءِ الْعَرَبِ وَالْمِصْرِ وَالشَّامِ وَالرُّوْمِ وَالْاُنْدُلُسِ كُلُّهُمْ رَاَوْهُ حَسَنًا مِنْ زَمَانِ السَّلَفِ اِلَى الْاٰنِ فَصَارَ اِجْمَاعًا وَالْاَمْرُ الَّذِيْ ثَبَتَ بِالْاِجْمَاعِ فَهُوَ حَقٌّ لَيْسَ بِضَلَالٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ لِتَرْفَعَنَّ حَاكِمُ الشَّرْعِ تَعْزِيْرَ مُنْكِرِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

یعنی تحقیق مولود شریف کرنا اس کیفیت مذکورہ کے ساتھ مستحسن و مستحب ہے، اس کا منکر بدعتی ہے کیونکہ اس نے انکار کیا۔ ایسی چیز کا جو اللہ اور مسلمانوں کے نزدیک اچھی ہے جیسا کہ حدیث ابن مسعود میں آیا ہے۔ کہ جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے۔ اور مسلمانوں سے مراد کامل مسلمان ہیں جیسے علمائے عاملین اور عرب اور مصر اور شام اور اُندلس کے سب علماء نے اس کو اچھا جانا ہے سلف سے اب تک پس اجماع ہو گیا۔ اور جو چیز اجماع سے ثابت ہے۔ وہ حق ہے گمراہی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی پس حاکم شرع پر لازم ہے۔ کہ اس کے منکر کو تعزیر دے اور اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

اس فتویٰ پر علاوہ عبدالرحمن سراج حنفی مفتی مکی کے چاروں مذہب کے علما کے (۴۹) مہریں بالاتفاق رائے ثبت ہیں۔ یہ علامہ عبدالرحمن وہ بزرگ ہیں جس کی نسبت مولانا الحاج مہاجر فی اللہ مولانا رحمۃ اللہ قدس سرہٗ جو مخاطب بخطاب پا یہ حرمین شریفین ہیں۔ جن کی حقانیت اور تبحر علمی کا مولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کو بھی اقرار ہے چنانچہ براہین کے صفحہ ۱۸ میں اُن کی نسبت شیخ العلما اور صفحہ ۲۲۶ کے اندر تمام علماء مکہ پر فائق ہونا تحریر کیا ہے

وُہ تقدیس کے صفحہ ۱۳۰ میں یُوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ شیخ عبدالرحمن سراج نے

بیس برس منصب الخطابت قیام کیا۔ اس بیس برس میں صغیر اور کبیر موافق مخالف ان کی دیانت کے قائل ہیں۔ اسی طرح شاہ احمد سعید نقشبندی اور مولانا عبدالحق شیخ الدلائل رحمہا اللہ نے بھی اپنے رسائل کے اندر فتوی مرتبہ علمائے حرمین الشریفین درج کیے ہیں۔ جن میں استحسان اور استحباب قیام کا درج ہے جس کا جی چاہے۔ وہ ان فتووں کو انوار ساطعہ والدر المنظم فی حکم عمل مولود النبی الاعظم وغیرہ میں دیکھ لے۔ علامہ عبدالرحمن سراج مفتی کے والد بزرگوار علامہ عبداللہ سراج مفتی حنفی حرم شریف بھی اس قیام کی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں۔ اَمَّا الْقِیَامُ اِذَا جَاءَ ذِکْرُ وِلَادَتِہٖ عِنْدَ قِرَاءَۃِ الْمَوْلِدِ الشَّرِیْفِ تَوَارَثَہُ الْاَئِمَّۃُ الْاَعْلَامُ وَاَقَرَّہُ الْاَئِمَّۃُ الْحُکَّامُ مِنْ غَیْرِ مُنْکِرٍ مُنْکِرٍ وَرَدِّ رَادٍّ۔

یعنی اس قیام پر ائمہ اعلام اور ائمہ حکام میں سے کسی نے رد اور انکار نہیں کیا۔ بلکہ سبھوں نے مقرر رکھا ہے اور سبھوں نے جاری رکھا ہے۔ یہ عبداللہ سراج ایسے وحید العصر اور علامۃ الدہر ہیں جن کی نسبت حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں

(مولانا عبد اللہ سراج حنفی مفتی محدث حرم شریف یکتائے عہد خویش بود و راس و رئیس فرقہ محدثہ بزانوے ادب در درس ایشان می نشست و اعتراف بجامعیت مولانا موصوف مے نمودم ہندوستان میں کون ایسا ہے جو مولانا شاہ احمد سعید کو نہیں جانتا ہو پھر بقول شاہ صاحب موصوف ایسے علامہ یکتائے روزگار کا قیام کو جائز رکھنا جس کی جامعیت اور کاملیت کا بڑے بڑے محدثین وقت کو اعتراف تھا کیسی بڑی سند ہے۔ پھر خوبی یہ ہے۔ کہ وہ اپنے سے پہلے بڑے بڑے علماء اور ائمہ اعلام سے متوارث ہونا۔ بلا نکیر تحریر فرماتے ہیں جیسا کہ ابھی ان کی عبارت تحریر ہو چکی سو اس سے بھی اجماع ثابت ہوا۔ پس اب بعد اجماع و توارث اس میں کلام کرنا خرق اجماع ہے۔ یہی وجہ ہے جو علمائے حرمین شریفین وغیرہ نے منکر قیام پر تعزیر کا حکم جاری کیا۔ بعض جو یہ کہتے کہ فاکہانی مغربی نے اس اجماع کا انکار کیا ہے تو قطع نظر اس کے کہ اس کا محققین جواب دے چکے ہیں۔ اگر تنزلاً اجماع کا ہونا تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی اس پر ایک بڑی جماعت علمائے محققین کے اتفاق سے تو کسی کو بھی انکار نہیں اور علمائے محققین کا اتفاق بھی گو وہ مجتہد نہ ہوں شرح میں حجت ہے اور حق ہونے کی دلیل جیسا حدیث شریف میں ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ مظاہر حق میں اس حدیث کی شرح میں نواب قطب الدین صاحب نے یہ لکھا ہے کہ جو اعتقاد اول و فعل اکثر علما کے ہوں۔ ان کی پیروی کرو مسلم الثبوت کے آخر تتمہ میں ہے۔ اِنَّ اتِّفَاقَ الْعُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِیْنَ عَلٰی مَرِّ الْاَعْصَارِ حُجَّةٌ کَالْاِجْمَاعِ یعنی بیشک علمائے محققین کا اتفاق عرصہ دراز سے حجت ہے مثل اجماع کے شارح بحر العلوم نے اس مقام پر تحت قولہ المحققین یہ لکھا ہے۔ وَاِنْ کَانُوْا غَیْرَ مُجْتَہِدِیْنَ مِنْ حَیْثُ کَا

مطلب یہ ہوا کہ اتفاق علمائے اہل تحقیق کا کسی امر پر جو مدت دراز سے چلا آتا ہو اگرچہ وہ علمائے مجتہد نہ ہوں تب بھی حجت ہے مثل اجماع کے۔ مولانا محمد مظہر نقشبندی مجددی صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہما مقامات سعدیہ میں اپنی والد ماجد کے حالات میں یوں تحریر فرماتے ہیں حضرت ایشاں می فرمودند کہ خواندن مولود شریف و قیام نزدیک ذکر ولادت باسعادت مستحب است درین باب رسالہ خاص دارند دراں تحقیق فرمودہ اند کہ منع حضرت مجدد الف ثانی از مولود خوانی محمول بر سماع و غناست۔

امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں زیارت کے باب میں کلیہ کے طور پر قاعدہ مقرر کر دیا کہ جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و تعظیم میں جس قدر زیادہ دخل رکھے۔ وہ زیادہ مستحسن ہے عبارت ان کی یہ ہے کُلُّ مَا کَانَ اَدْخَلَ فِی الْاَدَبِ وَالْاِجْلَالِ کَانَ حَسَنًا چونکہ یہ قیام بھی ادب و تعظیم کے اندر پورا دخل رکھتا ہے۔ لہٰذا بموجب قاعدہ مقررہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ مستحسن ہوا۔ امام برزنجی اپنی مولد میں تحریر فرماتے ہیں۔ وَقَدِ اسْتَحْسَنَ الْقِیَامُ عِنْدَ ذِکْرِ مَوْلِدِہِ الشَّرِیْفِ اَئِمَّۃٌ ذُوْ رِوَایَۃٍ فَطُوْبٰی لِمَنْ یَّفْعَلُ تَعْظِیْمَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَایَۃَ مَرَامِہٖ وَمَرْمَاہُ یعنی مستحسن رکھا ہے قیام کو ائمہ ذو روایت نے ذکر ولادت شریف کے وقت پس خوشی ہے اس شخص کے لیے جو آپ کی تعظیم نہایت درجہ کی کرے پس جب کہ قرآن و حدیث اور اجماع سب سے استحسان اور استحباب اس فعل کا ثابت ہو گیا۔ تو اب اس میں تردد اور شک کو ہرگز دخل نہیں رہا۔ بلکہ شعار اہل سنت ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

بیان واقعات بعد از ولادت شریف

مدارج النبوۃ وغیرہ میں حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب سردار دوعالم فخر بنی آدم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ سربسجدہ دونوں ہاتھوں کی کلمہ کی انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے دُعا میں مشغول ہیں۔ پھر ایک نور کا ٹکڑا آسمان سے اترا اور آپکو اس میں لپیٹ کر میری نظروں سے غائب کر دیا۔ پھر اس کے بعد میں نے ایک آواز سُنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عالم کی سیر کراؤ اور تمام خلائق کو آپ کی صُورت اور سیرت سے آشنا کرو۔ بعد ازاں ایک پلک جھپکانے کے اندر ایک ابر نمودار ہوا۔ پھر اس میں سے سفید صوف کے اندر کہ جو دُودھ سے زیادہ سفید اور حریر سے زیادہ نازک تھا۔ آپ کو لپٹا ہوا پایا۔ پھر ایک ابر عظیم تر اوّل سے اور آیا۔ کہ جس کے اندر سے آواز مردوں کی سنائی دیتی تھی۔ اور گھوڑوں کی بھی آواز محسوس ہوتی تھی اور منادی ندا کرتا تھا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملائکہ اور جن و انس طیور و وحوش پر پیش کرو۔ اس کو صفوت آدمؑ معرفت شیثؑ۔ رفقت نوحؑ۔ خلت ابراہیمؑ۔ لسان اسمٰعیلؑ۔ رضائے اسحاقؑ جمال یوسفؑ۔ بشرٰی یعقوبؑ فصاحت صالحؑ حکمت لوطؑ۔ جہاد یوشعؑ۔ صُورت داؤدؑ۔ صبر ایوبؑ وطاعت یونسؑ حب دانیالؑ وقار الیاسؑ۔ زہد یحییٰؑ۔ کرم عیسٰے علیہم السلام عطا کرو۔ پھر ایک چشم زدن میں ابر منجلی ہوا۔ ایک روایت میں حضرت آمنہ خاتون سے یہ بھی آیا ہے۔ کہ بعد ایک لحظہ کے دو شخصوں نے حضورؐ کو اپنے بازوں سے نکالا۔ اور آپ کے کان میں بہت سی باتیں کیں کہ مجھ کو اُن کی خبر نہیں پھر ان کی دونوں آنکھوں پر بوسہ دے کر کہا۔ بشارت ہو جیو آپ کو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ کو تمام پیغمبروں

کا علم دیا گیا۔ اور آپ کی شجاعت کا علم بلند کیا گیا۔ اور نصرت آپکے ہمراہ کی گئی
اور آپ کی عظمت اور ہیئت آدمیوں کے دلوں میں ڈالی گئی۔ کہ جو کوئی آپکا ذکر
سنے گا، دل اس کا لرزاں اور ترساں ہو گا۔ اگرچہ آپ کو نہ دیکھا ہو۔ بعد ازاں
ایک شخص دیکھا کہ اُس نے آپکے منہ پر منہ رکھا اور جیسے کبوتر اپنے بچوں کے منہ
میں ڈالتے ہیں ایسے ہی کوئی چیز آپکے دہن شریف میں ڈالتا تھا۔ اور میں دیکھ رہی
تھی۔ اور حضور انگلی کے اشارہ سے اس کو طلب کرتے تھے پھر اُس نے کہا۔ اے
محمدؐ بشارت ہو آپ کو کہ جمیع اخلاق حسنہ آپ کو دیے گئے ہیں پھر آپکے بالوں پر
ملا اور کنگھا کیا۔ اور سُرمہ لگایا۔ اور میری نظر سے غائب کیا۔ میں اس حال سے نہایت
ہی رنجیدہ ہوئی کہ تھوڑی دیر میں وہ ہی شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھر لے آیا
کہ آپکا چہرہ مبارک مثل چاند کے چمک رہا تھا۔ اور آپکے اندر سے مشک کی خوشبو
آرہی تھی اُس شخص نے مجھ سے کہا کہ آپ کو تمام زمین کی سیر کرا لایا ہوں حضرت
آدم علیہ السلام کے پاس لے گیا تھا۔ حضرت آدم صفی اللہ نے آپ کو سینہ سے
لگایا۔ اور آپکے حق میں برکت کی دعا کی اور کہا۔ بشارت ہو جیو آپ کو اے
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ اولین وآخرین کے سردار ہیں پھر اس نے آپکو
میرے سپرد کیا اور بشارت دی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کسی نے
آپکا دامن پکڑا۔ اور تابعداری اختیار کی وہ گروہ محبوب خدا میں محشور ہو گا پھر
عبدالمطلب آئے ان کو میں نے ان تمامی حالات سے آگاہ کیا حضرت عبدالمطلب
فرماتے ہیں کہ میں آج کی رات کعبہ شریف میں مناجات کے اندر مشغول تھا۔ ناگاہ
کیا دیکھتا ہوں کہ کعبہ شریف مقام ابراہیم میں سجدہ کے اندر گر پڑا۔ اور پھر اصلی
حالت پر عود کر گیا۔ اور اس کے اندر سے باواز فصیح یہ آواز آئی اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر
اَلَا اِنَّ رَبَّ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی قَدْ طَہَّرَنِیْ مِنْ اَنْجَاسِ الْاَصْنَامِ وَاَرْجَاسِ الْمُشْرِکِیْنَ

یعنی اللہ بہت بڑا ہے۔ اے محمدؐ کے رب نے مجھ کو بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک کر دیا۔ اور ہبل جو سب سے بڑی بت ہے اس کو دیکھا کہ سر کے بل اوندھی پڑھی ہوئی ہے۔ اس میں سے آواز آئی کہ آمنہ کے لڑکا پیدا ہوا اس پر سحاب رحمت نازل ہوا ہے۔ اور ایک طشت قدس سے لائے ہیں۔ اس میں اس کو دھویا ہے اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خلق کو گمراہی کے اندھیرے سے ہدایت کی روشنی پر لا دیں گے اور تمام ہی مخلوق کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں کل خزانوں کی کنجیاں آپ کو دی گئی ہیں پس اس کو عید کا دن گردانو اور قیامت تک اس کے ساتھ برکت حاصل کرو۔ عبد المطلب حضرت آمنہ سے کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ باتیں سنیں تو مجھ کو بڑی حیرت ہوئی زبان گونگی ہو گئی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ خواب دیکھ رہا ہوں آنکھوں پر ہاتھ ملا تو معلوم ہوا کہ بیدار ہوں پھر باب بنی شیبہ سے بطحا کی طرف روانہ ہوا۔ تو کوہ صفا کو اس حال میں پایا کہ کبھی وہ بلند ہوتا تھا۔ اور کبھی نیچا۔ کوہ مروہ کو مضطرب پایا۔ اطراف و جوانب سے ندا آئی کہ اے سیّد قریش کیا حال ہے۔ کہ تو ترساں و لرزاں ہے میں نے جواب کی قوت اپنے اندر نہیں پائی۔ پھر متوجہ تیرے گھر کی طرف ہوا تا کہ اس فرزند ارجمند کو دیکھوں دروازہ پر پہنچا۔ تو ایک مرغ سفید دیکھا جس نے اپنے بازو سے دروازہ گھر کو ڈھانک رکھا ہے۔ اس کے نور سے تمام پہاڑ مکہ کے روشن ہو رہے ہیں۔ اور ایک ابر سفید گھر کے نیچے تھا۔ مجھ کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ اور ایک لحظہ بیٹھ گیا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے خواب کے اندر دیکھ رہا ہے یا بیداری کے اندر پھر آخر ہمت کر کے گھر میں گھس آیا۔ اور تجھ کو اس حال میں پایا۔ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کہتی ہیں کہ شب ولادت میں حضور کی قابلہ تھی۔ ولادت کے وقت ایسا نور ظہور میں آیا۔ کہ چراغ کے نور پر غالب آ گیا۔ پھر میں نے چھ باتیں مشاہدہ کیں۔ ایک یہ کہ جب

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر آئے تو آپنے سجدہ کیا۔ دوسرے یہ کہ سر اٹھایا۔ اور زبان فصیح سے یہ کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ تیسرے یہ کہ تمام گھر نور سے بھرا ہوا تھا۔ چوتھے مَیں نے چاہا کہ آپ کو غسل دوں تو ہاتف نے آواز دی کہ اے صفیہ تو اپنے کو زحمت میں نہ ڈال ہم نے اس کو صاف و شستہ بھیجا ہے۔ پانچویں یہ کہ ختنہ کیے ہوئے اور ناف بریدہ تھے چھٹے یہ کہ مَیں نے چاہا۔ کہ آپ کو لفافہ میں لپیٹوں آپ کی پشت پر مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان میں نے دیکھی اور بہت سے واقعات ہیں کہ جو فاطمہ ثقفیہ مادر عثمان بن ابو العاص و شفا مادر عبدالرحمن بن عوف سے مروی ہیں کہ جس کی اس مختصر میں گنجایش نہیں ہے آخرالامر عبدالمطلب دروازہ مکان پر بیٹھے اور لوگ مبارکباد دیتے تھے عبدالمطلب نے ایک اونٹ ذبح کیا اور لوگوں کی دعوت کی لوگوں نے عبدالمطلب سے دریافت کیا کہ آپنے اس فرزند کا نام کیا رکھا ہے۔ کہا "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کہا۔ حالانکہ آپکے آبا و اجداد میں اس کام کا کوئی نہیں ہوا عبدالمطلب نے کہا۔ اس لئے کہ زمین و آسمان میں آپ حمد کیے جاویں پھر عبدالمطلب آپ کو گود میں لیکر کعبہ شریف میں آئے۔ اور آپ کو اپنے ہاتھوں میں لیکر اشعار حمدیہ پڑھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر میں لائے اور حضرت آمنہ کے سپرد کیا۔ اور آپ کی محافظت میں حضرت آمنہ سے مبالغہ کیا۔

معارج میں لکھا ہے۔ کہ ایک عالم یہود کا جس کا نام یوسف تھا مکہ میں رہتا تھا حضور کی ولادت کے دوسرے دن قریش کے مجمع میں آیا۔ اور لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارے درمیان وہ کون ہے جس کے گھر رات کو لڑکا پیدا ہوا ہے جواب دیا کہ عبدالمطلب ہے۔ یوسف نے کہا۔ کہ اس مولود مسعود کو مجھکو دکھلاؤ پھر یوسف کو گھر لیجاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرائی وہ دیکھتے ہی زمین پر بیہوش گر پڑا۔

سب لوگ اس کی حالت پر ہنسنے لگے جب وہ ہوش میں آیا۔ تو کہنے لگا کہ مجھ پرمت ہنسو خدا کی قسم اے قریش یہ شخص وہ صاحب شمشیر ہے۔ کہ تم کو ہلاک کریگا۔ اور اس کے حمار کی خبر جو تمہارے اوپر کریگا۔ تمام مشارق اور مغارب میں پہنچ جاویگی اب نبوت بنی اسرائیل سے منتقل ہوئی۔ اس یوسف کی خبر سے تمام اہل کہ کو آپکی ولادت کی خبر ہو گئی تھی*

مدارج النبوۃ اور معارج النبوۃ میں لکھا ہے۔ کہ روز ولادت شریف تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی قوت ناطقہ ایک رات دن تک سلب ہو گئی تھی کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے تھے۔ تمام روئے زمین کے بت اوندھے ہو گئے تھے۔ دریائے ساوہ کا پانی خشک ہو گیا تھا۔ وادی سماوہ میں پانی جاری ہو گیا تھا کہ جو ہزاروں برس سے منقطع تھا فارسیوں کا آتش کدہ کہ جو ہزار سال سے گرم تھا بجھ گیا الغرض آیات وکرامات کہ جو بر وقت ولادت شریف ظاہر ہوئیں زیادہ اس سے ہیں کہ حد حصر و حصار میں آ دیں

صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی رُوْحِ رَئِیْسِ الرُّسُلِ	نَقْتَدِیْ نَحْنُ عَلٰی اَرْجُلِہٖ بِالرَّاْسِ
رحمت بھیج اے پروردگار رئیس الرسل کی روح پر	جن کے قدموں پر ہم سر کے بل چلتے ہیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

نظم

خیر الوریٰ صدر التقیٰ نجم الہدیٰ نور العلےٰ	شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ یعنی محمد مصطفےٰ
آں کاروان سالار دیں واں رحمۃ للعالمین	آں مقتدای مرسلیں واں پیشوای انبیاء
جنت نشان کوئے تو والشمس نمار وے تو	واللیل وصف موئے تو خوبی رویت والضحیٰ
اسم تو اسم اعظمی جسم تو جان عالمی	ذات تو فخر آدمی شان تو شان کبریا
دُرِّ ولایت را صدف برج نبوت را شرف	ایجاد عالم را سبب مقصود و محبوب خدا
آں سرورِ عالی ہمم واں صاحب سیف و قلم	عز العرب فخر العجم بحر کرم کان سخا

ذکر تو در رہ منزلے چوں شمع اندر محفلے	ذوق تو اندر رہ دلے چوں مشعل ظلمت بما
مدعو و ہم داعی توئی ہادی و مولائی توئی	مقصود الٰہی توئی یا مصطفےٰ یا مجتبےٰ

بیان رضاعت شریف

اصحاب تواریخ دارباب سیر متفق ہیں۔ کہ بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ثوئیبہ ابولہب کی لونڈی کا دودھ پیا۔ اُس کے بیٹے کا نام مسروح تھا۔ اوراسی لونڈی ثوبیہ کا دودھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوسلمی مخزومی او عبداللہ بن جحش اسدی نے پیا ہے توان سب کے اندر اخوت رضاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ثابت ہے بحضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کا شیر حضرت سات دن نوش فرمایا۔ اس کے بعد ستائیس دن ثوبیہ کا شیر پیا۔ اسی ثوبیہ نے ابولہب کو حضور کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی تھی ابولہب نے اس کے صلہ میں اس کو آزاد کر دیا تھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ بعد مرنے کے میں نے ابولہب کو خواب میں دیکھا۔ دریافت کیا۔ کہ کیا حال ہے کہا کہ جس دن سے مری حیات کی کشتی گرداب موت کے اندر پڑی ہے۔ طلاطم امواج عذاب و عقاب میں مبتلا ہوں لیکن شب دوشنبہ کو میرے انگوٹھے او بیچ کی انگلی سے چند قطرے پانی کے ٹپک پڑتے ہیں جس کی وجہ سے قدرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ ثوبیہ کو میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اُن انگلیوں کے اشارہ سے آزاد کیا تھا۔ ماثبت بالسنہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ ابن جزری فرماتے ہیں کہ جب ابولہب کافر کا جس کی مذمت میں قرآن اترا ہے یہ حال ہو کہ دوزخ کے اندر اس کا عوض ملا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شب پیدائش کو خوش ہوا تھا پھر امت کے مسلمانوں کا حال دیکھا چاہیے جو حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیدائش سے خوش ہوتے

ہیں۔ اور ان کی محبت میں جہاں تک ان کی قدرت پہنچتی ہے۔ خرچ کرتے ہیں میری جوانی کی قسم ہے۔ کہ خدائے کریم کی طرف سے اس کے واسطے یہ جزا ہے کہ اس کو اپنے فضل عمیم سے جنت نعیم میں داخل کرے ثوبیہ کے اسلام میں اختلاف ہے۔ پھر ثوبیہ کے بعد اس دولت اور شرافت سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مشرف ہوئیں ⁂

نسب نامہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ حلیمہ بنت عبداللہ ابو ذویب بن حارث بن شحنہ بن رزام بن ناصرہ بن قصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ کہ میرے پستان میں بوجہ قحط سالی اور غربت کے اتنا دودھ نہیں تھا کہ اپنے فرزند کو سیر کرتی۔ جس وقت کہ میں نے سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا بمجرد گود میں لینے کے میرے پستانوں میں اس قدر دودھ اتر آیا۔ کہ جس کا بیان نہیں میں نے جوں ہی حضور کو گود میں لیا۔ آپ نے آنکھیں کھول کر مجھ کو دیکھا۔ اور تبسم فرمایا۔ اس تبسم کا لطف اور مزہ میں ہی جانتی ہوں کہ کسی حسین کے اندر نہ دیکھا نہ سنا۔ پھر داہنی پستان میں نے آپکے منہ کے روبرو رکھی۔ آپنے خوب سیر ہو کر شیر نوش جان فرمایا۔ اس کے بعد پھر میں نے بائیں پستان جو ہی تو آپنے منہ پھیر لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت میں بھی عدالت سے توفیق نہ گئے تھے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میرا فرزند ہمیشہ بائیں پستان پیتا۔ اور حضور داہنی۔ اول حضور پیتے بعد میں میرا فرزند میرے فرزند نے کبھی آپ پر دودھ پینے میں سبقت نہیں کی۔ اور جب میں چاہتی کہ آپکا دہن شریف پاک و صاف کروں غیب سے اس امر میں مجھ سے سبقت

ہو جاتی تھی۔ الغرض بعد تین روز یا سات روز قیام مکہ کے حضرت حلیمہ اپنے قبیلہ بنی
سعد کی طرف متوجہ ہوئیں حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ راستے میں عجیب و غریب واقعات
مشاہدہ کیئے۔ اوّل یہ کہ جو میرا گدھا تھا وہ نہایت ہی لاغر اور کمزور تھا۔ کہ بدقت تمام
اُس نے مجھ کو مکہ تک پہنچایا تھا۔ اب کہ حضور کو لیکر سوار ہوئی تو نہایت ہی چست و چالاک
ہو گیا۔ اور مارے خوشی کے رقص کرنے لگا۔ کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر تین بار اس نے
سجدہ کیا۔ دوسرے یہ کہ وہ عورتیں جو میرے ہمراہ بچوں کے لینے کیلئے مکہ آئیں تھیں وہ
میرے اُس گدھے کی رفتار پر تعجب کرتی تھیں۔ تو میں نے گدھے سے سُنا وہ کہتا تھا۔ کہ
واللہ میری شان بڑی ہے اے بنی سعد کی عورتو تم کو معلوم نہیں کہ میرے اوپر کون
سوار ہے میں کس کا حامل ہوں میں رسول رب العالمین کا حامل ہوں کہ جو دنیا کی خوشی
اور آخرت کے نور ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے یہ کہ اطراف و جوانب سے میں یہ آواز
سنتی تھی کہ اے حلیمہ تو بنی سعد کی عورتوں میں سب سے افضل ہو گئی ہے۔ چوتھے جو گلہ
بکریوں کا راستہ میں ملا اُس میں سے ایک ایک بکری میرے رُوبرو آتی تھی اور کہتی تھی
کہ اے حلیمہ تو جانتی ہے کہ تیرا رضیع کون ہے۔ محمد رسول اُس اللہ کا ہے کہ جو زمین و آسمان
کا پروردگار ہے۔ یہ بہترین فرزندان آدم سے ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پانچویں جس
منزل میں اترتے وہ جگہ سبزہ زار ہو جاتی تھی۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ یہ فرماتی ہے۔ کہ جب حضور
دو ماہ کے ہوئے تو گھٹنوں چلنے لگے۔ اور تین ماہ کے پاؤں کے بل کھڑے ہونے لگ
گئے۔ اور چار ماہ کے دیوار وغیرہ کو پکڑ کر ہر طرف چلتے تھے۔ اور پانچ مہینہ کے پورے
پاؤں چلنے لگ گئے تھے۔ اور چھ مہینہ کے تیز رفتاری کے ساتھ چلنے لگے تھے۔ اور
ساتویں مہینہ ہر طرف خوش دوڑتے تھے۔ اور آٹھویں مہینہ کلام فرمانے لگ گئے
مدارج میں حضرت حلیمہؓ سے منقول ہے۔ کہ اول کلام جو آپ نے کیا وہ یہ تھا۔ اللہ اکبر
اللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا نو مہینہ کے کلام

فصیح کرتے تھے۔ جب دس مہینہ کے ہوئے تو لڑکوں میں تیر اندازی سے مقابلہ فرماتے تھے! ان ایام میں اگر کوئی آپ سے دریافت فرماتا کہ آپ کون ہیں۔ تو آپ فرماتے۔ کہ میں سخت ترین عرب ہوں میں دلیر ترین اور خوش ترین انہوں کا ہوں۔ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ ابتدائے رضاعت سے مدت دو سال آپکے تعہد کے اندر ہی اس عرصہ میں کسی وقت سوائے معمول کے آپنے بول و براز نہیں کیا۔ نہ مجھ کو اس عرصہ میں دھونے کی نوبت پہنچی مجھ سے پہلے غیب کی طرف سے آپ صاف اور شستہ ہو جاتے تھے۔ اگر کبھی ستر کھلجاتا تو آپ اس قدر غضب ظاہر فرماتے کہ مجھ کو فوراً ڈھانکنا پڑتا۔ کسی چیز کی طرف ہاتھ دراز نہ فرماتے جبتک کہ اول بسم اللہ نہ پڑھ لیتے کبھی کوئی چیز اس مدت میں حضور نے بائیں ہاتھ سے نہیں لی ہرگز کبھی مثل لڑکوں کے گریہ اور بدخوئی نہیں کی لڑکوں کو کھیل کود سے منع فرماتے اگر کوئی لڑکا کھیلنے کی رغبت دلاتا۔ تو آپ فرماتے کہ ہم کو کھیل اور کود کیلئے نہیں پیدا کیا گیا ہے ✤

صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مُونِسِ کُلِّ الْبَشَرِ ۔ مُبْدِلِ الْوَحْشَةِ فِی الْقَبْرِ بِاِسْتِیْنَاسٍ

رحمت بھیج اے پروردگار تمام لوگوں کے مونس پر ۔ جو وحشت قبر کو انس کے ساتھ بدل دیتے ہیں

دربیان معجزات

جاننا چاہیئے کہ انبیاء علیہم السلام سے معجزے ان کے مرتبہ کے اندازہ پر ظاہر ہوئے ہیں بعض انبیا اعجاز میں درجہ اعلےٰ پر ہیں اور بعض درجہ ادنے پر بعض کو کثرت اور بعض کو قلت چونکہ ہمارے پیغمبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی فضیلت تمام انبیاء پر متحقق ہے۔ لہذا آپ سے معجزات بھی بدرجہ اعلےٰ کثرت سے ظہور میں آئے جن کا حصر اور احصاء عدد و شمار سے افزوں ہے ضابطہ اس میں یہ ہے کہ کل معجزے جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے ظہور میں آئے وہ دو قسم پر منقسم ہیں۔ ایک عقلی دوسرے حسی۔ پھر عقلی معجزات بھی بہت انواع پر ہیں منجملہ اُن کے چند معجزات بطور اختصار اس مختصر کے اندر درج کیے جاتے ہیں۔ کہ جو بہ بداہت عقل آپ کی نبوت اور رسالت اور اُلوالعزمی پر دال ہیں ؞

معجزاتِ عقلی

اوّل آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے کفار و مشرکین کے اندر نشو و نما پایا فضلا اور علمائے روزگار میں سے کسی کی مصاحبت اور مجالست کا آپ کو اتفاق نہیں ہوا نہ کسی حکیم سے حکمت سیکھی نہ اُستاد کے آگے زانوئے ادب تہ کیا۔ باوجود اس کے پھر معرفت ذات و صفات و افعال و اسماء و احکام الٰہی اس درجہ کہ تمام ہی روئے زمین کے عقلا اور علما اور حکما کمال علم اور حکمت اور زیادتی عقل میں اُن کو مسلم رکھکر دل و جان سے تابع ہوئے اور اسی اطاعت اور فرمانبرداری کی بدولت انہوں نے پایا جو کچھ کہ پایا ؎

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرس شد

پس جس کسی کو عقل سلیم اور فہم مستقیم عطا ہوئی ہے وہ بے چون و چرا یقیناً و جزماً جانیگا کہ اس قسم کی علم و حکمت کا ظہور بے تعلیم الٰہی اور بغیر ہدایت ربّانی ایک اُمّی سے ہرگز ممکن نہیں۔ دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ساتھ کفار بدکردار او معاندین بددین نے ہدایت کی رکاوٹ کیلئے کوئی ظلم نہ تھا کہ جو نہ کیا ہو اور کوئی مکر نہ تھا کہ جو اٹھا رکھا ہو۔ پھر اس پر حضور نے کمال صبر اور استقامت اور حلم اور علم سے ابلاغ اور تبلیغ کے اندر ذرہ برابر کسی وقت میں فرق نہ آنے دیا۔ اور اپنے نفس کو

مال اور جاہ اور آسایش اور فراغت کی طرف مائل نہ ہونے دیا۔ دشمنوں کے طعن اور ضرب اور قتل وحرب کی کچھ پرواہ نہ کی آخر بنصرت الٰہی و اعانت خداوندی جل سلطانہٗ تمام ہی دشمنوں پر غالب آئے اور کل معاند سرنگوں اور خوار ہوئے اور آپکا طالع اقبال اُس عروج پر پہنچا کہ مشرق سے مغرب تک تمام ہی روئے زمین کے اندر آپکا دین متین منتشر ہوگیا۔ اور آپکے غلاموں نے ربع مسکون کو گھیر لیا۔ اور آپ کی صداقت نبوت اور رسالت کا نقارہ چار دانگ عالم کے اندر وہ بجا کہ بہرہ سے بہرہ کے گوش ہوش کے اندر بھی یہ صدا عبرت انگیز پہنچ گئی کیا تھوڑی سی عقل والا بھی اس معجزہ کو دیکھکر آپ کی نبوت اور رسالت کے اندر کلام کر سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ سوم قرآن مجید جو آپ پر نازل ہوا اور اُس جیسی ایک آیت بنانے اور معارضہ میں مقابلتاً پیش کرنے سے اُس وقت کے بلغا اور فصحا عاجز رہے اور قیامت تک اسی طرح سے رہیں گے حالانکہ عار اور ننگ بھی مخالفین کو دلائی جاتی ہے کہ لاؤ اس جیسی ایک آیتہ ہی بنا لاؤ دیگر علوم وفنون کے لحاظ سے نہیں تو صرف ترکیب الفاظ کے ہی لحاظ سے لاؤ۔ مگر ہر زمانہ اور ہر قرن کے اندر سکوت ہی رہا۔ اور اب بھی یہی حال ہے۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو آوے پھر کیا یہ دلیل صریح کہ جو آفتاب سے زیادہ روشن ہے کسی عاقل کیلیئے آپ کی نبوت اور رسالت حقہ کو کافی نہیں۔ ضرور ہے ضرور ہے چہارم علمائے اہل کتاب اور مستحضران فن تواریخ وحساب نے مشکل سے مشکل مسائل کے اندر بکرات ومرات حضور کا امتحان کیا لیکن کسی صورت میں خطا ثابت نہ کر سکے۔ جو کچھ فرمایا اور جس چیز سے خبر دی سب کو موافق عقل اور نقل کے اور مطابق واقعہ کے پایا۔ چنانچہ عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا اسی امتحان کے بعد تھا یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ شریف میں تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام جو احبار یہودی تھے حضوری میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کہ میں آپ سے تین چیزوں کا سوال کرتا ہوں

کہ اُن کو سوائے نبیوں کے کوئی نہیں جانتا۔ ایک اُن میں سے یہ ہے۔ کہ اول علامت قیامت کی کیا ہے دوسرے جنتیوں کا پہلا کھانا جنت کے اندر کیا ہوگا تیسرے کیا سبب ہے۔ کہ کبھی اولاد باپ کی شبیہ پر ہوتی ہے کبھی ماں کی۔ آپنے فرمایا پہلی علامت قیامت کی آگ ہے۔ جو اٹھیگی اور آدمیوں کو جمع کر کر مشرق سے مغرب کی جانب لیجاویگی۔ اور پہلا کھانا جنت میں جنتیوں کا مچھلی کا جگر ہے۔ اور فرزند کے شبیہ ہونے کی یہ وجہ ہے۔ کہ جب سبقت کرے پانی مرد کا عورت کے پانی پر تو شبیہ باپ کی ہوتی ہے۔ اور سبقت کرے پانی عورت کا تو شبیہ ماں کی ہوتی ہے پس ان جوابات کو سنکر حضرت عبداللہ نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ پنجم آپکا مستجاب الدعوات ہونا اگرچہ اس کی تعداد تفصیل تو مشکل ہے مگر کچھ تھوڑے سے تمثیلاً اس مختصر کے اندر لکھے جاتے ہیں غزوہ خیبر میں جب حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امیر لشکر بنایا۔ تو آپ کی آنکھیں دکھتی تھیں حضرت علی رضؓ نے حاضر ہو کر حضورؐ کے لعاب مبارک کو آنکھ میں لگایا۔ فوراً اچھے ہو گئے پھر اس کے بعد آپنے حضرت علی رضؓ کے واسطے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ حضرت علی فرماتے ہیں۔ کہ اس روز سے میں گرمی اور سردی سے متاذی نہیں ہوتا ہوں چنانچہ ابی یعلی فرماتے ہیں کہ علی سخت گرمیوں میں زیادہ روئی کا کپڑا پہن لیتے تو آپ کو اس سے کچھ باک نہ تھا۔ اور سردی میں باریک کپڑے سے کچھ ضرر نہیں ہوتا تھا۔ دیگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق میں دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ اس کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔ دیگر ابوطالب بیمار ہوئے تو حضورؐ سے دعائے صحت کے خواستگار ہوئے حضورؐ نے شفا کیلئے دعا فرمائی فوراً اس مرض سے صحت حاصل ہوئی۔ تو ابوطالب نے یہ کہا اِنَّ مَعْبُوْدَكَ لَيُطِيْعُكَ یعنی تیرا خدا تیری اطاعت کرتا ہے۔ دیگر حضرت

علی کرم اللہ وجہہ امین کو جانتے تھے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نہیں جانتا کہ قضایا میں حلم کس طرح کرنا چاہیئے۔ حضور نے حضرت علی کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور دعا دی۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَلْبَہٗ وَسَدِّدْ لِسَانَہٗ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد پھر مجھ کو کسی قضیہ کے اندر شک و تردد نہیں رہا۔ اور حقیقت اُس کی میرے اوپر مکشوف ہو جاتی تھی۔ دیگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر حضور انور نے ہاتھ پھیرا اور دعا کی اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ وَتَاوِیْلَ الْقُرْاٰنِ چنانچہ اُس کی برکت سے حضرت ابن عباسؓ ملقب بشاہ مفسران ہوئے۔ دیگر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضور کے ابریق کو پانی سے بھر دیا تھا۔ اُن کے حق میں یہ چار دعائیں فرمائیں۔ اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَاَطِلْ عُمْرَہٗ وَاغْفِرْ لَہٗ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بہ برکت اس دعا کے حق تعالےٰ نے مجھ کو اسّی ہزار جریب باغ عطا فرمائے اور ان باغوں میں ہر سال دو مرتبہ پھل آتا ہے۔ اور میری اولاد کے اندر بھی بہ برکت دعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کثرت ہے کہ ایک سو چھبیس لڑکے اور پینتالیس لڑکیاں ہیں۔ اور عمر ایک سو سترہ برس کی عطا ہوئی۔ اب چوتھی دعا مغفرت الٰہی کی قبولیت کی امید رکھتا ہوں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آخر عمر میں وقت انتقال کے حضرت انسؓ نے مناجات کی کہ الٰہی چار دعائیں ہیں کہ جو تیرے حبیب نے میرے حق میں کی ہیں تین کو میرے حق میں قبول فرمایا میں نہیں جانتا۔ کہ کہ چوتھی دعا کیونکر ہوگی آواز آئی اے انسؓ جب ان تین دعاؤں کو ہمنے قبول کیا تو چوتھی کو کیسے رد کرینگے۔ خاطر جمع رکھ کہ ہم نے تجھ پر رحمت کی۔ غرض بے شمار دعائیں ہیں کہ حضور کی ہر فرد بااجابت ہوئیں۔ کہ کتب احادیث و سیر پر ہیں اب ایک دعا کہ جس میں بشارت ہم گنہگاروں کیلئے ہے۔ لکھکر اکتفا کی جاتی ہے بمعارج النبوۃ میں ہے کہ ایک روز امام المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واسطے زیارت

حضرت اقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ہوئے اس وقت آپ کو حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت ہی خوشحال اور خوش وقت پایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین سے کہا کہ اے عائشہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت میں بہت راضی اور خوش پاتا ہوں حضور سے درخواست کیجئے کہ میرے حق میں دعائے فرمائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ آپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی غَفَرَ اللّٰہُ لَکِ یَا عَائِشَۃُ مَا قَدَّمَتِ وَمَا اَخَّرَتِ وَمَا اَعْلَنَتِ وَمَا اَسَرَّتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس دعا سے نہایت خوش ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر آپ اس دعا سے کہ جو میں نے عائشہ رضؓ کے حق میں کی ہے بہت خوش ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ کیونکر خوش نہ ہوں اور کیونکر مجھ کو یہ فخر اور شرف نہ ہو کہ حضورؐ نے میرے فرزند کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔ حالانکہ آپ کی دعا مقبول ہے حضرت نے فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھ کو سچا نبی بنا کر مخلوق کی طرف بھیجا۔ کوئی دن اور کوئی رات ایسی نہیں ہے۔ کہ میں ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کیلئے مثل اس دعا کے جو عائشہ کیلئے کی ہے نہ کرتا ہوں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ ؁

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول
اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

اس جگہ مقصد ان حکایات کے لانے سے یہ ہے کہ اجابت دعوات بھی منجملہ معجزات کے ہے جب عاقل اس میں تامل کریگا صدق نبوت و رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی شبہ اور شک اس کے دل پر خطور نہیں کریگا ششم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امور غیبیہ سے مطلع فرمانا۔ یہ اخبار غیبی بعضے

متعلق زمانہ ماضیہ سے ہیں اور بعضے زمان مستقبل سے۔ زمانہ گذشتہ سے متعلق جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے واقعات اور امم سابقہ کے حالات وغیرہ وغیرہ اور زمانہ مستقبل سے متعلق جیسے حضور کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کی نسبت فرمانا یَأبَی اللّٰہُ وَالْمُؤمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَکْر یعنی خدا تعالیٰ نہیں چاہتا ہے اور انکار کرتا ہے اور مسلمان انکار کرتے ہیں اور نہیں چاہتے ہیں مگر ابوبکر کو چنانچہ ایسا ہی ہوا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا اَلْفِتْنَۃُ لَا یَظْھَرُ مَادَامَ عُمَرُ حَیًّا یعنی عالم میں فتنہ پیدا نہ ہوگا جبتک عمرؓ زندہ ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا جبتک حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ رہے کوئی فتنہ نہیں اٹھا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی فرمایا کہ لوگ عثمان کو قتل کرینگے حالانکہ وہ قرآن پڑھتا ہوگا۔ اور فرمایا سَیَسْقُطُ دَمُہٗ عَلٰی قَوْلِہٖ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ یعنی خون عثمان کا اس کلمہ پر گر جائیگا فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ پھر ویسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہادت کی خبر دی اور فرمایا کہ بدبخت ترین مردم دو آدمی ہیں ایک وہ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کے ناقہ کو عقر کیا۔ دوسرا وہ جو اے علی تیرے سر پر زخم ملے اور تیری ڈاڑھی سر کے خون سے آلودہ ہو چنانچہ قتل آپ کا اسی طرح ہوا۔ ایک روز حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم جمع تھے حضور نے فرمایا کہ تمہارے پچھلے کی موت آگ میں ہوگی چنانچہ سب سے پیچھے حضرت سمرہ بن جندبؓ فوت ہوئے یہ نہایت ہی بوڑھے ہو گئے تھے ایک دن آگ جلاتے تھے کہ آگ میں گر پڑے اور جس نے مودہ جناب مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال فرمایا حضرت عمار یاسرؓ سے فرمایا کہ تجھ کو اہل بغی قتل کرینگے پھر ان کو اصحاب معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا قتل امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے خبر دی اور قبضہ خاک کربلا سے لائے۔ اور فرمایا کہ

اِس خاک میں حسینؓ لوٹیگا۔ پھر ویسا ہی ہُوا۔ اور فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس برس ہوگی چنانچہ مقدار خلافت خلفائے راشدین اسی قدر رہی ہے صحیحین میں ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا کاتب وحی تھا۔ وہ مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملا حضرت شاہ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس کو خاک قبول نہیں کریگی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ابو طلحہؓ سے سُنا رضی اللہ عنہ کہ میں اُس سرزمین میں پہنچا جہاں وُہ مرا تھا۔ ہر چند اُس کو زمین میں دفن کرتے تھے۔ مگر زمین اُس کو قبول نہیں کرتی تھی غرض ایسے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ تفصیل اس کی ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ایک وعظ میں جتنے امور قیامت تک ہونے والے ہیں سب بیان فرمائے جس نے یاد رکھے اُسے یاد رہے۔ اور جو بھول گئے سو بھول گئے۔ اور میرے ان اصحاب کو اس بیان کی خبر ہے۔ اور بعض شے اُن میں سے ہوتی ہے کہ میں اسے بھول گیا تھا۔ پھر میں جب اُسے دیکھتا ہوں تب یاد آجاتی ہے۔ پھر کیا ایسے امور خصائص نبوت اور لوازم رسالت سے نہیں ضرور ہیں ضرور ہیں۔ **ہفتم** حضور کی اُمت میں اولیا اللہ کا ہونا۔ جنہوں نے کمال اتباع سے اپنے متبوع و ولی نعمت کی نبوت اور خوان کرم کی وسعت کا ہر ملک بلکہ ہر شہر اور ہر دیہہ کے گوشہ گوشہ کے اندر ایسا ثبوت دے رکھا ہے کہ کسی مخالف کو بھی مجال انکار نہیں دور کیوں جاتے ہو ہندوستان میں بھی مشتے نمونہ از خروارے حضرت خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز اجمیری و حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی دہلوی و حضرت علی احمد صابر کلیری و حضرت خواجہ بیرنگ خواجہ باقی باللہ دہلوی و حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی و حضرت داتا گنج بخش لاہوری وغیرہ وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کہ جن کو اس جہان فانی سے گذرے ہوئے صدیاں گذریں پھر اس وقت تک باوجود کثرت مخالفین ان حضرات کے مزار پرانوار زیارتگاہ خلائق و

وحاجت روائی عالم موجود ہیں مسلمان تو جو کچھ ان حضرات کی عظمت کریں وہ بجا ہے۔
لیکن مخالفین اسلام کے دلوں پر بھی وہ سکہ بیٹھا ہوا ہے کہ جو کوئی ان حضرات کے
دربار فیض بار میں حاضر ہوتا ہے وہ سرنگوں اور خمیدہ پشت ہی دکھائی دیتا ہے جسکی
نظیر دوسرے مذہب و ملت کے اندر نہیں پائی جاتی۔ آخر یہ قبولیت عامہ بعد انتقال بھی
کیوں ہے۔ اسی وجہ سے کہ اسی سرکار دوعالم محبوب کبریا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی سچی غلامی کا طوق ان حضرات کے گلے میں پڑا ہوا ہے کیا یہ معجزہ
اہل عقل کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر بین نہیں ہے ضرور ہے
ضرور ہے۔ پس ارباب دانش کے لئے یہی چند معجزات عقلی آپ کے صدق نبوت
اور رسالت کیلئے کافی ہیں ؂

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

معجزات حسی

معجزات حسی تین قسم پر منقسم ہیں ایک قسم ذاتی ہے دوسری صفاتی تیسری خارجی
ذاتی وہ ہیں کہ جو ذات عالی صفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں داخل تھے چنانچہ
علما نے لکھا ہے کہ فرق ہمایوں سے اقدام میمون تک کوئی عضو ایسا نہیں ہے کہ
جو اعجاز سے خالی ہو سر مبارک کا معجزہ تھا کہ کوئی پرندہ آپکے سر کے اوپر سے پرواز
نہیں کرتا تھا جس وقت سر مبارک کے محاذ میں آتا تھا چپ و راست کو منحرف ہو جاتا
تھا کبھی سیدھا سر مبارک پر سے نہیں گذرا۔ دوسرا معجزہ یہ تھا کہ حضور کے سر مبارک
پر کبھی ابر کا ٹکڑہ سایہ فگن رہتا تھا۔ اور کبھی دو مرغ سفید اپنے بازو کو کھولکر تابش آفتاب
کے آسیب سے آپ کو نگاہ رکھتے تھے موئے مبارک کا یہ معجزہ تھا کہ آفات سے بچاتے
تھے چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چند موئے مبارک اپنی کلاہ کے اندر سلوا لئے

تھے اور بروقت محاربہ اس کو سر پر رکھ کر قتال کفار میں مشغول ہوتے تھے۔ بہ برکت موئے مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد میں ہمیشہ بڑے بڑے پہلوانوں نبرد آزما پر فائق آتے تھے چنانچہ ایک روز شام کی لڑائی میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کلاہ شریف کو بھول گئے تھے۔ کفار سے لڑائی شروع ہونے پر یاد آئے اور آپ پر کفار ہر طرف سے ہجوم کر گئے گر پڑے اُس وقت آپ نے اپنے سر پر کلاہ شریف کو نہ پایا۔ نہایت محزون اور مغموم خاطر ہوئے بعد ازاں وہ تاج آپ کی بیوی نے اسی معرکے میں پہنچایا پہنتے ہی بہ برکت موئے شریف لشکر کفار ناہنجار پر فتح حاصل ہوئی جس کا قصہ مفصل فتوح الشام کے اندر درج ہے۔ معجزہ روئے مبارک کا یہ تھا۔ کہ اگر بدر کامل مقابلہ میں روئے مبارک کے ہو جاتا۔ تو اس کی روشنی ماند معلوم ہوتی تھی اندھیرے میں گم شدہ چیزیں مل جاتی تھیں چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے بازو پکڑ کر حضرت اُمّ المومنین جنابہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریف میں مجھ کو لیگئے حضرت عائشہ رضؓ نے تبسم فرمایا حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا تو حضرت صدیقہ نے عرض کیا۔ کہ حضورؐ کا خرقہ شریف ایک جگہ سے پھٹا تھا۔ میں نے چاہا کہ اُس کو سی دوں سبیلہ انصاری کے ہاں سے عاریتاً سوئی تاگا لیا تھا۔ وہ سوئی میرے ہاتھ سے گر پڑی گھر میں چراغ نہ تھا۔ ہر چند ڈھونڈی مگر وہ سوئی نہ ملی اب کہ حضورؐ تشریف لائے روئے مبارک کی روشنی سے وہ سوئی گم کردہ مل گئی معجزہ چشم شریف کا یہ تھا کہ جس طرح اشیا سامنے سے دکھائی دیتی تھی۔ اسی طرح پشت سے بھی اور جس طرح حضورؐ روشنی میں دیکھتے تھے اسی طرح اندھیرے میں دیکھتے تھے۔ اور اسی طرح غیبت میں بھی چنانچہ خود فرماتے ہیں اِنِّی اَرٰی مِنْ خَلْفِی کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنَ یَدَیَّ وَاِنِّی اَرٰی فِی الظُّلْمَۃِ کَمَا اَرٰی فِی الضَّوْءِ معجزہ گوش

مُبارک کا یہ تھا کہ جیسا پاس سے سُنائی دیتا تھا۔ ویسا ہی دُور سے چنانچہ اسارائے بدر میں سے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے زر فدیہ طلب کیا تو عباسؓ نے کہا کہ میں کہاں سے لاؤں تو آپنے فرمایا کہ اُس زر پیہ میں سے دو کہ جو تم اپنی بیوی ام الفضل کو دے آئے ہو۔ اور تم نے کہا ہے کہ اگر میں بسلامت آگیا تو فبہا ورنہ اس قدر تو تم لے لینا۔ اور بقیہ میرے فرزندوں پر تقسیم کر دینا۔ اس کو سنکر حضرت عباسؓ نے کہا کہ جس وقت میں نے اپنی بیوی سے یہ بات کہی تھی اس بھید پر کوئی آگاہ نہیں تھا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ دُوسرے آپنے فرمایا کہ جو محبت سے میرے اُوپر درود پڑھتا ہے اُس کی درود شریف کو خواہ وہ مشرق میں ہو خواہ مغرب میں مَیں خود سُنتا ہوں۔ آپ جمادات کی آواز سنتے تھے آپؐ شجر حجر سلام کرتے تھے چنانچہ سنگ متکلم آج تک کعبہ شریف میں زیارتگاہ خلائق موجود ہے بحمد اللہ فقیر مولف بھی اس کی زیارت سے مشرف ہوا ہے مکہ مکرمہ میں اس کوچہ کا نام زقاق الحجر ہے زقاق کوچہ کو کہتے ہیں ✤ (اشعۃ اللمعات)

نطق الحجر بجلالہ
صلوا علیہ وآلہ
ما ساء ذاک بغیرہ
سر الزمان بسورہ
کشف الشبہ ببیانہ
صلوا علیہ وآلہ
تحققوا بحقیقتہ

خسف القمر بجمالہ
ملاء الخلاء بخیرہ
صلوا علیہ وآلہ
نسخ الملل بظہورہ
رفع العلی بمکانہ
فلتہتدوا بشریعتہ
صلوا علیہ وآلہ

عجز البشر بکمالہ
خرق السماء بسیرہ
شرق المکان بنورہ
صلوا علیہ وآلہ
اکرم برفعت شانہ
ثم اقتدوا بطریقتہ
✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

دہن مبارک کا معجزہ یہ تھا کہ لعاب شریف اس قدر شیریں تھا کہ جس شور کنوئیں کے اندر ڈالا جاتا تو اس کا پانی ایسا شیریں ہو جاتا تھا کہ مثل اس کے دوسرا کنواں نہیں

ہوتا تھا حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں کھاری کنواں تھا حضورؐ نے اس کے اندر لعاب شریف ڈالدیا۔ پھر اُس کے برابر سارے مدینہ میں کوئی کنواں نہ تھا۔ ایک مرد کا جنگ احد میں ہاتھ ٹوٹ گیا حضورؐ نے اُس کے ہاتھ کٹے ہوئے کو لعاب دہن مبارک سے اُس کی جگہ لگا دیا۔ فوراً مبدل بحال اوّل ہو گیا حضرت اُبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غار حرا کے اندر سانپ نے کاٹا حضورؐ نے لعاب شریف لگا دیا فوراً صحت ہو گئی۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہ کی دکھنی آنکھ کے اندر غزوہ خیبر کے وقت لعاب شریف لگانے سے صحت ہو گئی شیر خوار بچوں کو آپ کی خدمت اقدس میں لاتے آپ اُن کے منہ میں لعاب شریف ڈالدیتے سارے دن پھر ان کو دودھ کی حاجت نہیں رہتی صاحبزادے سردار کونین یعنی امام حسنؓ حسینؓ رضی اللہ عنہما کو جب شکایت پیاس کی ہوتی آپ اپنی زبان مبارک اُن کو چسا دیا کرتے تھو فوراً ایسی تسکین ہو جایا کرتی تھی کہ پھر تمام دن پانی کی طلب نہیں رہتی تھی۔۔۔۔۔

دست مبارک کا یہ معجزہ تھا کہ جس شے پر آپ کا دست مبارک لگتا۔ اس میں سے وہ خیر و برکت ظاہر ہوتی تھی کہ بیان سے باہر ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم معہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گذرے میں بکریاں چرا رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے لڑکے تیرے پاس دودھ ہے میں نے عرض کیا۔ کہ میں امین ہوں فرمایا کہ ایک ایسی بکری لاؤ جو گیابن نہ ہو میں نے ایک بکری کی بچی پکڑ کر پیش کی حضور نے دست مبارک سے اُس کے تھنوں کو مس کیا۔ یکبارگی اس کے پستانوں میں اس قدر دودھ بھر آیا۔ کہ خود نوش فرمایا۔ اور حضرت صدیقؓ کو دیا۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و رضی اللہ عنہ دیگر آپکے دست مبارک میں سے خوشبو آتی تھی جس کے سر پر پھیر ا معطر ہو گیا۔ اور بہت سے معجزات ہیں۔ جیسے انگشتاں مبارک سے پانی جاری ہونا۔ اور سنگریزوں کا کف مبارک کے اندر تسبیح کا پڑھنا

کافروں کے اوپر خاک کا پھینکنا۔ پھر جس کے سر میں وہ خاک پڑی اسی کا جنگ بدر کے اندر مقتول ہونا۔ وغیرہ وغیرہ پشت مبارک کا یہ معجزہ تھا۔ کہ مہر نبوت سے مزین تھی معجزہ قدم مبارک کا یہ تھا کہ جس شئے پر رکھا وہ شئے بابرکت ہوگئی۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میرے ذمہ قرض بہت ہوگیا تھا۔ میرے باغ میں پھل آیا وہ ایک قرضخواہ کو بھی کافی نہ تھا۔ میں نے اپنا حال زار حضورؐ میں عرض کیا۔ حضورؐ میرے باغ میں تشریف لائے اور چھواروں کے ڈھیر پر قدم مبارک کو مارا اور پھر اُسکے اُوپر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ جابر کے قرضخواہ کہاں ہیں آویں پھر کل قرضہ میرا ادا کر دیا اور جتنا پیدا ہوا تھا وہ میرے عیال کیلئے چھوڑ دیا۔ الغرض آپؐ کا تمام بدن اطہر معجزہ تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سایہ نہ تھا۔ کیا اچھا کہا ہے میر حسن نے ؎

وہ قد اس لئے تھا نہ سایہ فگن | کہ تھا کل وہ اک معجزہ کا بدن
بنایا سمجھ بوجھ کے خوب اُسے | خدا نے کیا اپنا محبوبؐ اُسے
محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں | نہ ایسا ہوا ہے نہ ہوگا کہیں ؎

بیان معجزات صفاتی

آپ کے صفات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ علم اور حلم وعفو وجود وسخاوت وشجاعت وحسن معاشرت با اقارب و اجانب و شفقت و رحمت و رافت با جمیع خلائق و وفا بعہد وصلہ رحمی و تواضع و عدل و عفت و صدق و یقین و وقار و شرم و زہد و قناعت وغیرہ ذلک ایسے کمال پر واقع تھیں کہ کسی طرح اُن پر کسی کے اندر زیادتی متصور نہیں ہوسکتی۔ تفاصیل ان کی کتب مبسوطہ کے اندر موجود ہے۔ اور تھوڑا سا بیان شروع میں گذرا اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ؎

نظم

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وہ رحمت عالم تمام نبیوں سے حسن صورت و سیرت میں بڑھ گیا
وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٖ
اور وہ سب حضرات علم و کرم میں آپ سے لگا نہیں کھاتے

وَکُلُّھُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ مُلْتَمِسٌ
اور تمام انبیا رسول اللہ سے طالب ہیں
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمٖ
انکے بحر کرم کے ایک چلو کے یا فیض کی بارش سے ایک چسکی کے

وَوَاقِفُوْنَ لَدَیْہِ عِنْدَ رَبِّھِمْ
اور تمام انبیا آپ کے حضور میں اپنے اپنے مرتبے پر کھڑے ہیں
مِنْ نُّقْطَۃِ الْعِلْمِ مِنْ شُکْلَۃِ الْحِکَمٖ
اور وہ مرتبہ آپ کے دفتر علم سے مثل نقطہ یا دفتر حکمت سے مثل ء

فَھُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاہُ وَصُوْرَتُہٗ
پس آپ فضائل باطنی و ظاہری میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں
ثُمَّ اصْطَفَاہُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمٖ
پھر خدا تعالی نے جو خالق کل ہے اپنا حبیب بنا لیا

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کی خوبیوں میں کوئی دوسرا شریک ہو
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ
پس وہ جوہر حسن جو آپ میں ہے غیر مشترک ہے

دَعْ مَا ادَّعَتْہُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّھِمْ
وہ دعوی جو نصاری نے اپنے نبی کیلئے کیا ہے چھوڑ دے
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْہِ وَاحْتَکِمٖ
اور اسکے سوا جس وصف کا چاہے حضور کی شان میں حکم لگا اور استحکم کر

بیان معجزات خارجی

معجزات خارجیہ کا شمار اور انحصار بھی غیر ممکن ہے اس جگہ تبرکاً تھوڑے سے بیان کیے جاتے ہیں ازانجملہ ایک شاخ خرما کا تلوار بنا دینا ہے جیسا کہ بیہقی نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن جحش کی تلوار غزوہ احد میں ٹوٹ گئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شاخ خرما کی اُن کے ہاتھ میں دیدی کہ وہ تلوار ہو گئی پھر وہ تلوار حضرت عبداللہ کے پاس تازیست رہی بعد ان کے انتقال کے اُن کے ترکہ میں سے دو سو دینار کو بکی +

ازانجملہ ستون حنانہ کا آپ کے فراق میں چیخیں مار کر رونا ہے یہ معجزہ حد تواتر کو پہنچ گیا ہے چنانچہ علامہ تاج سبکی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ حدیث گریہ ستون کی متواتر ہے صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خطبہ کے وقت ایک ستون مسجد سے جو خشک چھوہارے کا تھا تکیہ لگایا کرتے تھے جب منبر شریف بنا تب حضورؐ نے منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کر دیا یکبارگی وہ ستون چھوہارے کا چلا کے اس زور سے رونے لگا کہ قریب تھا کہ شق ہو جاوے حضور منبر سے اترے اور اس کو بدن مبارک سے چمٹا لیا وہ ستون ہچکیاں لینے لگا جیسے وہ بچہ کہ رونے سے چپ کرایا جاتا ہے! ور وہ ہچکیاں لیتا ہے یہاں تک کہ خاموش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہمیشہ ذکر سنا کرتا تھا۔ اب جو نہ سنا اس واسطے رونے لگا۔ مثنوی شریف میں بھی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس قصہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ اشعار مثنوی شریف ؎

اُستن حنّانہ از ہجر رسول	نالہ می زد ہمچو ارباب عقول
گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون	گفت جانم از فراقت گشت خون
مسندت من بودم از من تاختی	بر سر منبر تو مسند ساختی
گفت خواہی کہ ترا نخلے کنند	شرقی و غربی ز تو میوہ خورند
یا دراں عالم حقت سرے کند	کہ تر و تازہ بمانی تا ابد
گفت آں خواہم کہ دائم شد بقاش	بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

ازانجملہ پتھروں اور درختوں کا آپ کو سلام کرنا ہے چنانچہ ترمذی نے حضرت علی سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعض اطراف مکہ کی جانب نکلے اور میں بھی آپ کے ہمراہ تھا سو جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تھا۔ وہ یہ کہتا تھا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ؀

ازانجملہ انگشتان مبارک سے چشمے پانی کے جاری ہونا ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے ہوئے حضور کے سامنے ایک لوٹا تھا جس سے آپنے وضو کیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ ہمارے لشکر میں نہ پانی پینے کے لئے ہے۔ نہ وضو کے واسطے مگر اسی قدر کہ آپ کے اس لوٹہ میں ہے پس آپنے اپنے دست مبارک کو لوٹہ میں رکھا اور پانی آپ کی انگلیوں سے مانند چشمہ کے جوش مارنے لگا۔ سو ہم سب آدمیوں نے پانی پی لیا۔ اور وضو بھی کیا حضرت جابرؓ سے دریافت کیا کہ آپ کتنے آدمی تھے۔ انہوں نے کہا کہ پندرہ سو آدمی تھے۔ اگر لاکھ بھی ہوتے تو وہ سب کو کفایت کرتا +

ازانجملہ درخت اور جنوں کا آپ پر ایمان لانا ہے بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ جس کا دل تم میں سے جنوں کے دیکھنے کو چاہے آج کی رات حاضر ہو ابن مسعود کہتے ہیں کہ سوائے میرے کوئی حاضر نہ ہوا۔ آپ مجھے ساتھ لیکر چلے یہانتک کہ جب مکہ کی بلند جانب پہنچے۔ آپنے اپنے پائے مبارک سے ایک خط میرے واسطے کھینچا اور فرمایا کہ اس میں بیٹھے رہو۔ اور آپ تشریف لے گئے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر ہو کر کلام اللہ پڑھنے لگے پھر آپ کو ایک جماعت کثیرہ نے گھیر لیا اور میرے اور آپکے درمیان حائل ہو گئی اور میں نے سُنا کہ جنوں نے آپ سے کہا کہ کون گواہی دیتا ہے کہ آپ پیغمبر خدا ہیں۔ وہاں ایک درخت تھا۔ آپنے فرمایا کہ اگر یہ درخت گواہی دیدے تب تو تم مانو گے انہوں نے کہا کہ ہاں آپنے اس درخت کو بلایا۔ اور اُس درخت اور اُس درخت نے گواہی دی اس کو دیکھکر تمام جنوں نے گواہی دی +

سو اے مسلمانوں تم سب بھی تجدید ایمان کے ساتھ کہو أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ +

ازانجملہ آپ کی امداد کیلئے اکثر غزوات میں ملائکہ کا آنا ہے چنانچہ جنگ بدر میں پانچہزار فرشتے آپ کی مدد کے واسطے آئے اور جنگ حنین اور اُحد میں بھی فرشتے آپکی امداد کے لئے آئے حضرت سعد بن وقاص رضؓ نے حضرت جبرائیلؑ و میکائیلؑ علیہما السلام کو مشاہدہ کیا صحیحین میں حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ میں نے اُحد کی لڑائی میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے داہنی طرف اور بائیں جانب دو شخص سفید پوش دیکھے کہ خوب قتال کرتے تھے یعنی جبرائیلؑ و میکائیلؑ ؛۔

ازانجملہ شق القمر ہے جس کو ایک جماعت صحابہ رضؓ نے روایت کیا پھر اسی طرح جماعت تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے امام تاج الدین سبکی نے شرح مختصر ابن حاجب میں صاف لکھدیا ہے کہ روایت شق القمر کی متواتر ہے تفصیل اس قصہ یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ کفار قریش نے جمع ہو کر حضورؐ کی خدمت شریف میں عرض کیا کہ اگر تم سچے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر دو آپنے فرمایا کہ اگر میں ایسا کروں تو تم ایمان لاؤ گے انہوں نے کہا کہ ہاں آپنے اللہ جل شانہٗ سے دعا کی سو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے آپنے پکار کر ہر ایک کافر کا نام لیکر فرمایا اے فلاں فلاں گواہ رہو سب لوگوں نے اچھی طرح دیکھا۔ اور دونوں ٹکڑے اتنے فرق سے ہو گئے تھے کہ جبل حرا ان دونوں کے درمیان میں نظر پڑتا تھا۔ کافروں نے کہا کہ یہ ان کا سحر ہے۔ پھر ابوجہل نے کہا کہ سحر ہے۔ تو تمہارے اوپر سحر ہو گا یہ بات نہیں ہو سکتی کہ ساری زمین والوں پر سحر ہو دوسرے شہر کے لوگ آویں تم ان سے دریافت کرو سو اُفاق کے آنے والوں سے پوچھا سبھوں نے بیان کیا کہ ہم نے چاند کا شق ہونا دیکھا تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ملیبار کے ایک راجہ نے مسلمانوں کی زبانی معجزہ شق القمر کا سُنا تو اُس نے اپنے برہمنوں سے ان برسوں کے حالات میں جو زمانہ رسول اللہ

صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا اِس قصہ کو تلاش کرایا۔ تو برہمنوں نے اپنی کتابوں میں دیکھ کر تصدیق کی اور وہ راجہ مسلمان ہوگیا۔ سوانح الحرمین میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے اندر شہر دھار کہ متصل دریائے چنبل صوبہ مالوہ میں واقع ہے وہاں کا راجہ اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا کہ یکبارگی اس نے دیکھا۔ کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔ اور پھر مِلگیا۔ اُس نے اپنے یہاں کے پنڈتوں سے دریافت گیا انہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ ایک پیغمبر عرب میں پیدا ہونگے۔ ان کے ہاتھ پر معجزہ شق القمر کا ہوگا چنانچہ راجہ نے ایک ایلچی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور ایمان لایا۔ حضورؐ نے اس کا نام عبداللہ رکھا قبر اس راجہ کی اس شہر کے باہر اب تک زیارتگاہ ہے۔ حضرت مولنٰا شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے بھی اپنے رسالہ شق القمر میں اس قصّہ کو تاریخ فضلی سے نقل کیا ہے۔ اور اس راجہ کا نام راجہ بھوج لکھا ہے۔

ازانجملہ ردشمس ہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موضع سہبا میں کہ ایک موضع کا نام ہے جو متصل خیبر کے ہے تشریف رکھتے تھے آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اس وقت سر مبارک حضرت علیؓ کے زانو پر رکھکر سو گئے حضرت علیؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ یہانتک کہ آفتاب غروب ہوگیا تب آپ بیدار ہوئے۔ آپنے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تم نے نماز پڑھلی عرض کیا نہیں آپنے دعا کی کہ الٰہی یہ علی تیری طاعت اور تیرے رسُول کی طاعت میں مشغول تھا آفتاب کو پھیر لا۔ اسماء راوی کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا۔ کہ آفتاب غروب ہوچکا تھا کہ یکایک پھر نکل آیا۔ یہانتک کہ دُھوپ میںوں اور پہاڑوں پر پڑی اس حدیث ردشمس کو اگرچہ ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں لکھا ہے۔ مگر محققین محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ اسی

حدیث کی صحت کے اندر لکھا ہے جس کا نام کشف اللبس فی حدیث رد الشمس ہے *

ازانجملہ لعاب مبارک کی وجہ سے سانپ کے زہر کا اثر نہ ہونا ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہجرت کی رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار کی طرف گئے جب غار پر پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ غار میں داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہوں تاکہ جو کچھ غار میں ہو اس کا صدمہ مجھے پہنچے۔ سو غار میں گھس گئے اور اس میں جھاڑو دی اور اس کے سب سوراخوں کو اپنا تہ بند پھاڑ کر بند کیا دو سوراخ باقی رہ گئے تھے۔ ان میں اپنے دونوں پاؤں دیدیئے۔ پھر آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب آپ تشریف لے آئیے۔ حضور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر مبارک رکھکر سو گئے ایک سوراخ سے سانپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں کاٹا۔ آپ نے جنبش تک نہ کی کہ مبادا حضرت جاگ پڑیں مگر بسبب صدمۂ زہر کے آنسو آنکھ سے نکل پڑے اور حضور کے چہرہ مبارک پر گرے آپ بیدار ہوگئے اور حال دریافت کیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ میرے ماں باپ قربان ہوں مجھے سانپ نے کاٹا۔ آپ نے آب دہن شریف اس جگہ پر لگایا۔ فوراً اثر زہر کا جاتا رہا *

نظم

مولا علی رض نے تیری نیند پر نماز	اور وہ بھی عصر سب سے اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اسپہ دے چکے	اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تم نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز	پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں	اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
ان پر درود جنکو حجر تک کریں سلام	ان پر سلام جن کو تحیت شجر کی ہے

اُن پر درود جن کو کس بیکساں کہیں
جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السّلام
شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السّلام
سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السّلام
سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السّلام
عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السّلام
شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السّلام
خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السّلام
سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السّلام

اُن پر سلام جن کو خبر بےخبر کی ہے
یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے
خوبی انہیں کی جو ہے شمس و قمر کی ہے
تملیک انہیں کے نام سے ہر بحر و بر کی ہے
کلمہ ہے تر زبان درخت و حجر کی ہے
ملجا یہ بارگاہ دعا و اثر کی ہے
راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے
مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے
یہ جلوہ گاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے

الکلام المبین فی آیات رحمت اللعالمین میں لکھا ہے کہ عالم دو قسم پر ہے۔ ایک عالم معانی دوسرا عالم اعیان عالم معانی عبارت ہے اُن چیزوں سے جو دوسری چیزوں میں ہو کر پائی جاویں۔ بذات خود قائم نہ ہوں جن کو عرض کہتے ہیں۔ جیسے کلام اور علم اور رنگ اور بُو وغیرہ اور عالم اعیان عبارت ہے اُن چیزوں سے جو بذاتِ خود قائم ہیں جن کو جوھر کہتے ہیں جیسے زمین۔ آسمان۔ آدمی۔ درخت وغیرہ۔ پھر عالم اعیان دو قسم پر ہے۔ ایک عالم ذوی العقول اور دوسرا غیر ذوالعقول پھر ذوی العقول تین قسم پر ہے عالم ملائکہ عالم انسان۔ عالم جنّات اور عالم غیر ذوالعقول دو قسم پر ہے ایک علوی جیسے آسمان۔ ستارے۔ دوسرے سفلی۔ پھر سفلی دو قسم پر ہے ایک عالم بساط دوسرا عالم مرکبات عالم بسائط عبارت ہے عناصر اربعہ یعنی آب آتش۔ باد۔ خاک سے۔ اور عالم مرکبات تین قسم پر ہے۔ جمادات نباتات۔ حیوانات جن کو موالید ثلاثہ کہتے ہیں۔ پس اقسام تفصیلی عالم کے نو ہوئے۔ ہر قسم میں جناب رسول اکرم حبیب معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معجزات لاتعداد و لاتحصٰے ہیں

جن سے کتبِ قوم پُر ہیں، اِس مختصر میں گنجائش لکھنے کی نہیں پس اسی قدر اکتفا کرکے اِس دُعا پر خاتمہ کیا جاتا ہے۔

یا الٰہ العالمین یا مجیب الداعین یا غیاث المستغیثین اِس ذکر شریف کی برکت سے مؤلف اور اُس کے والدین اور اُن کے مشائخ اور جمیع محبین اور متعلقین اور سامعین اور قارئین اور کاتب مسکین اور اِس ذکر شریف سے خوش ہونے والے غائبین اور حاضرین سب کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما اور شفیع المذنبین روحنا فداہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت روزی کر اور معاندین ومخالفین ذکر شریف کو بھی اُس رحمۃ اللعالمین کے رحمت واسطہ کے صدقہ میں ہدایت نصیب فرما۔ آمین ثم آمین وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاهِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الطَّاهِرِیْنَ وَاَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِیْنَ وَاَوْلِیَاءِ الْکَامِلِیْنَ +

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکلکشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیِ دیدارِ حسنِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
اُنکے پیارے منہ کی صبحِ جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر
سیدِ بے سایہ کے ظلِّ لوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حسابِ خندۂ بیجا رُلائے
چشمِ گریانِ شفیعِ مرتجےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بیباکیاں — انکی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط — آفتاب ہاشمی نور الہدےٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے — رب سلم کہنے والے غمزدا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں — قدسیوں کے لب سے آمیں ربنا کا ساتھ ہو

تمام شد

تصوف کی بیبہا رحمت بینظیر کتابوں کا لاجواب سلسلہ

مرآۃ العارفین مترجم اردو

یہ کتاب عجیب تصنیف لطیف جگر گوشہ رسول مقبول احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم و نور دیدہ علی المرتضےٰ حضرت جناب سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی راہ سلوک میں ہے جناب امام علیہ السلام نے طریق سلوک کو عمدگی سے بتایا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ عربی کے نیچے ساتھ ساتھ ہے۔ خوبی اور برکت پڑھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ بہایت عمدہ لکھائی اعلےٰ چھپائی۔ کاغذ نفیس پر چھپوائی گئی ہے۔ قیمت ۔ ۲/

اردو ترجمہ کتاب نفحات الانس

یہ بےنظیر کتاب حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی نقشبندیؒ کی اعلےٰ تصنیفات میں سے ہے۔ حضرت موصوف کی تصنیف کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ اس میں اکثر اولیا اور خاتونان باصفا کا جو اولیاء اللہ میں سے گذری ذکر ہے ۔ قیمت .. .. (تین روپے) سے ۳ ر

اردو ترجمہ کتاب مرصاد العباد

یہ کتاب علم تصوف میں بینظیر ہے جو حضرت نجم الدین رازیؒ کی تصنیف سے ہے مسائل تصوف کو نہایت عمدہ طریقہ سے بیان فرما کر طالبان مولا کیلئے احسان عظیم فرمایا ہے قیمت - عہ ۱۲ر

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شجرہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ

بخش ہم کو اے خدائے دو جہاں — امن ہر شر سے ہر آفت سے اماں
بہرِ ذاتِ رحمۃ العلمین ؐ — دور رکھ ہم سے غمِ دنیا و دیں
از پئے صدیق اکبرؓ اے خدا — روحی و جسمی مرض سے دے شفا
بہرِ فاروق اے کریم و اے رحیم — رکھ ہمیں ثابت براہِ مستقیم
بہرِ ذی النورین اے ربّ العلا — بند دامِ نفسِ سرکش سے چھڑا
بہرِ روحِ اطہر زوجِ بتولؓ — جو دعا ہم مانگیں یارب ہو قبول
سیّد الشبابؓ کا یارب طفیل — ہو سدا نیکی کی جانب دل کا میل
حضرتِ سلمانؓ کا صدقہ اے کریم — ہم پہ غالب ہو نہ شیطانِ رجیم
بہرِ روحِ قاسم عارف بحق — دور کر دل سے غم درد و قلق
حضرتِ جعفرؓ کا صدقہ اے علیم — کیجیو مسکن مرا دار النعیم
حبِ ذاتِ پاک خواجہ بایزید — ہو مرے قفلِ مقاصد کی کلید
یا الٰہی بحر خواجہ بو الحسن — دور کر ہم سے غم درد و محن
خواجہ بو القاسم کا صدقہ یا الٰہ — یاد میں تیری رہیں شام و پگاہ
بہرِ خواجہ بو علی ربِّ کریم — امتِ احمد کو دے قلبِ سلیم

خواجۂ ہمداں ابو یوسف کی روح | ہو لطائف کی مری وجہ فتوح
بہر عبدالخالق اے بندہ نواز | ہو ادا ہم سے جو ہے حق نماز
خواجۂ عارف کا صدقہ یا غفور | رکھ ہمیں ہر حال میں عبد شکور
خواجہ محمود کو اے کبریا | رکھ مراد نیا و دیں میں مقتدا
از پئے خواجہ علی رامیتنی | دور کر ہم سے خدایا دُشمنی
خواجۂ بابا محمدؒ کی طفیل | تیرے ڈر سے ہوں رواں اشکوں کے سیل
بہر حضرت خواجۂ سید امیر | ذرہ خاکی ہیں کر مہر منیر
بہر روحِ پُر فتوح نقشبند | نعمتِ دارین سے کر بہرہ مند
بہر عطار آں علاء الدین نام | بہر آسایش ملے دار السلام
از پئے یعقوب چرخی یا قدیر | کر رہا ہم کو کہ ہیں غم کے اسیر
از پئے خواجہ عبید اے ربِّ پاک | درد دنیا سے نہ ہوں اندوہناک
بہر مولانا محمد زاہد اب | ہوں نہ ہم مستوجب قہر و غضب
بہر درویش محمد یا آلہ | ہوں شریعت سے نہ ہم گم کردہ راہ
یا الٰہی بہر حضرت خواجگی | راہ میں تیرے نہ ہو درماندگی
بہر خواجہ باقی باللہ یا غنی | دُور رکھیو حبِّ دنیا دنی
بہر شیخ احمد مجددؒ یا بصیر | نور ذاتی سے رہیں ہم مستنیر
خازن الرحمت کا صدقہ یا مجید | دے ہمیں گنج سعیدی کی کلید
خواجۂ معصوم کا صدقہ مدام | رکھ ہمارا پُر مئے وحدت سے جام
یا الٰہی بہر شیخ عبد الاحد | کر ہماری مشکلوں میں تو مدد
بہر روح اطہر حضرت حنیف | ہم کو کر روح مجسم یا لطیف
از پئے خواجہ محمد راز داں | ذکر میں تیرے رہیں ہم تر زباں

از پئے خواجہ محمد مظہری
دین و دنیا میں ہمیں دے برتری

از پئے خواجہ محمد با زماں
مبتلا تیرا ہو میرا جسم و جاں

پھر خواجہ حاجی احمد متقی
میری مت رکھیو کوئی مشکل اڑی

پھر خواجہ حضرت حاجی حسین رضہ
رکھ ہماری آبروئے نشاتین

از پئے سید امام با علی رضہ
محو نور بجت رکھیو یا علی رضہ

خواجہ محمود کے صدقہ میں رب
اپنے ذکر و فکر میں رکھ روز و شب

از پئے خواجہ محمد رکن دین
عشق تیرا ہو ہمارا دلنشین

رکن دین اور سب محبوں کو سدا
یا الٰہی ہر بدی سے لے بچا

سب کو اپنا محو ذوق یاد رکھ
دین و دنیا میں ہمیشہ شاد رکھ

ہشت بہشت اردو

یہ نہایت مکمل مجموعہ ملفوظات حضرات خواجگان چشت اہل بہشت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اسمیں آٹھ اکابر حضرات بہشت کے ملفوظات درج ہیں اور اُن کے پڑھنے سے برکات الٰہی نازل ہوتے ہیں بہت بڑی کتاب قابل دید ہے قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۸ر

اردو ترجمہ کتاب مقصد الاقصےٰ

یہ کتاب حضرت خواجہ عزیز الدین نسفی کی اعلےٰ تصنیفات میں سے ہے۔ اس میں حضرت نے اہل تصوف کے لئے بہت بڑا احسان فرمایا ہے قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳ر

المشتہر
اللہ والے کی قومی دکان مالک ملک چنن الدین ککےّ زئی تاجر کتب لاہور بازار کشمیری

مولود محمود

اُردو ترجمہ

روضۃ القیومیہ

مُصنّفہ

جناب صاحبزادہ بزرگوار حضرت مولانا خواجہ کمال الدین شیخ محمد احسان معصومی مخدومی رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب مستطاب حضرات قیوم اربع رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات میں ایسی جامع در مکمل ہے کہ اس کی مثل اور کوئی کتاب نہیں ہے کتاب ہذا کے چار حصے ہیں ہر حصہ میں ہر ایک قیوم کے حالات تفصیل وار اس ترتیب سے لکھے ہیں کہ اس سے پہلے اس ترتیب سے کسی مصنف نے نہیں لکھے۔ گویا اس کتاب کو ہر چہار قیوم ربعہ کی ڈائری یا روزنامچہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا۔ اس کتاب میں صرف حضرات قیوم ربع ہی کے حالات مبارک نہیں بلکہ اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہان داراشکوہ۔ عالمگیر۔ بہادر شاہ۔ فرخ سیر۔ فخر الدین محمد شاہ۔ اعز الدین بادشاہان چغتائیہ کے مذہبی خیالات کا آئینہ۔ اور ان شاہان چغتائیہ کے کارناموں کی تفصیل ہے۔ اس مبارک کتاب کے مطالعہ سے یہ بات نہایت وضاحت سے ذہن نشین ہوگی۔ کہ حضرات قیوم اربع نے ترویج سنت اور انسداد بدعت میں کیسی قسم کی جانفشانیاں کی ہیں۔ اور دشمنوں نے ان حضرات کو کس قسم کے نقصانات جانی اور مالی پہنچانے کی کوششیں کیں۔ مگر یہ حضرات بفضلہ تعالیٰ ہر بلا سے بامداد ربانی مامون و محفوظ رہے۔ اس کتاب کے چار حصے ہیں۔ اور دو دو حصے ایک جلد میں ہیں۔ یعنی چہار حصہ کی دو جلدیں ہیں تفصیل ذیل ہیں :۔

رکن اوّل در احوال حضرت خزینۃ الرحمۃ محبوب سبحانی شہباز لامکانی امام ربانی مجدد الف ثانی قیوم اول مع احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل ہر سال قیومیت مکاشفات و کرامات و حادثات زمانہ و وقعات سلطنت وغیرہ **رکن دوم** در احوال حضرت عروۃ الوثقےٰ امعصوم زمانی قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ مع احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل ہر سال قیومیت و مکاشفات و کرامات مع وقعات حادثات زمانہ و وقعات سلطنت وغیرہ **رکن سوم** در احوال امام حزب اللہ حجۃ اللہ قیوم ثالث خواجہ محمد نقشبند ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل ہر سال قیومیت و مکاشفات و کرامات مع وقعات حادثات سلطنت وغیرہ **رکن چہارم** در احوال حضرت پیر دستگیر قیوم زمان خلیفۃ اللہ سلطان الاولیا قیوم رابع خواجہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ مع احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل ہر سال قیومیت و مکاشفات و کرامات مع وقعات زمانہ و حادثات سلطنت وغیرہ ؛

اس نایاب کتاب کو نہایت تلاش سے بہم پہنچا کر بصرف زر کثیر بامحاورہ عام فہم اردو ترجمہ کر کے بڑی کوشش اور بڑی لاگت سے طبع کرایا ہے۔ اُمید ہے کہ عاشقان دربار مجددیہ اور دلدادگان سرکار معصومیہ و خاکبر بحاں بستان حضرت محبوب سبحانی و فدایان بازگان حضرت خلیفۃ اللہ سے حرز جاں بنائیں گے۔ اور اس کے مطالعہ سے اپنے دیرینہ شوق کو پورا کریں گے۔ نادر اور بیمثل کتاب دو جلدوں میں شائع کی گئی ہے۔ اور دونو جلدیں ایک جا فروخت ہوتی ہیں۔ قیمت **جلد اوّل** یعنی حصہ اول دوم (سے ۳) **جلد دوم** حصہ سوم و چہارم (ملے) علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ :۔ اللہ والے کی قومی دکان مالک ملک چنن الدین لگے زئی تاجر کتب بازار کشمیری لاہور

خاورنعت

یہ مجموعہ حال ہی میں طبع ہوا ہے۔ اور ایسی مؤثر دلچسپ نعتیں جو پڑھنے اور سننے والے کو وجد میں لاتی ہیں خصوصاً صوفی مذاق اصحاب کیلئے تو یہ نعتیں ایک برقی تاثیر رکھتی ہیں
قیمت ... ... ۴؍

گلشن فرّخ معروف بہ نعت سرّ ریشہ

یہ کتاب جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں عاشق جمال مصطفےٰ دلدادہ انوار بی بی سلطان فرخ بنت شیر علیخاں نے تصنیف کی ہے مشتاقان جمال رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس کتاب کو پڑھیں اور اس عاشق جمال انوار رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آتش عشق کو دیکھیں۔ کہ ایک عورت زاد افغان کے رہنے والی اردو زبان میں اپنے درد فرقت کو کس طرح سرکار میں عرض کرتی ہے۔ کتاب کی لکھائی چھپائی اور کاغذ کی عمدگی قابل دید ہے۔ قیمت ... ... ۴؍

قصیدۃ الغیاثیہ

اہل اسلام کی موجودہ حالت زار کی نسبت بطور ایک دعا کے بحضور جناب سرور کائنات مفخر موجودات احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فریاد کی گئی ہے۔ قیمت - - ۱۰؍

مثنوی مراد العاشقین

یہ مثنوی زلیخا مُلا جامی کے بحر میں حضرت مراد علیشاہ صاحب کی تصنیف ہے نظم فارسی مؤثر ہے۔ قیمت ... ... ۶؍

قصیدہ بردہ مترجم اردو، پنجابی

اس کتاب میں قصیدہ بردہ کا نہایت موثر طریق سے منظوم پنجابی ترجمہ کیا گیا ہے قیمت ۳؍

دعائے سحری شرح مناجات جامی

صبح کے وقت اللہ کریم کی جناب میں دعا مانگنے کیلئے قابل مناجاتیں ہیں۔ قیمت .. ۲؍

اطلاع: جس کتاب پر ہماری مہر نہ ہوگی وہ مال مسروقہ ہوگا

توضیح العقائد

عقائد اسلام میں یہ ایک نہ برد شت جامع اور دلکش کتاب ہے۔ یہ بھی رکن دین کی طرح بطور سوال جواب تصنیف ہوئی ہے مصنفہ حضرت مولانا حاجی رکن الدین صاحب الوری مصنف کا نام نامی و اسم گرامی ہی اس کتاب کی سراپا تعریف ہے۔ نہایت اعلےٰ چکنے کاغذ پر بڑی صحت اور صفائی سے خوشخط طبع کرائی ہے۔ جو شخص رکن دین کے مسائل اور اس کتاب کے عقائد محفوظ کرلے گویا وہ ایک عالم ہوگیا۔ فہرست مضامین حسب ذیل ہے۔

مقدمہ۔ باب اول:۔ خدا تعالےٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بیان میں۔

دوسرا باب۔ ملائکہ کے ساتھ ایمان لانے کے بیان میں۔

تیسرا باب۔ اللہ تعالےٰ کی کتابوں کے ساتھ ایمان لانے کے بیان میں۔

چوتھا باب۔ اللہ تعالےٰ کے رسولوں کے ساتھ ایمان لانے کے بیان میں۔

پانچواں باب۔ آخرت پر ایمان لانے کے بیان میں۔

چھٹا باب۔ قضا اور قدر پر ایمان لانے کے بیان میں۔

ساتواں باب۔ قیامت کے بیان میں۔ قیمت ۱۲/

اربعین

یہ کتاب بھی مقبول بارگاہ احد شعرہ آفاق حضرت مولانا حاجی شاہ رکن الدین صاحب نقشبندی مجددی الوری کی تصنیف سے ہے۔ اس میں چالیس احادیث نہایت عجیب و غریب مضامین کے متعلق مندرج کی گئی ہیں عجیب و غریب اور قابل دید رسالہ ہے۔ لکھائی۔ چھپائی عمدہ قیمت ۲/

ملنے کا پتہ

اللہ والے کی قومی دکان ملک چنن الدین ملک فضل الدین کشمیری

کوچہ گگے زئیاں تاجر کتب قومی منزل نقشبندیہ بازار کشمیری

لاہور

۱۱ صفر ہجری ۱۳۴۷ھ

اس کتاب کے تمام حق حقوق بموجب ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۴ء کے رُو سے ملک چنن الدین کے نام محفوظ ہیں

سلسلہ تصوف نمبر (۱۴۲)

اردو ترجمہ کتاب

کنز الہدایات

مؤلفہ

حضرت خواجہ محمد باقر بن شرف الدین لعباس لاہوری خلیفہ رشید

حضرت عروۃ الوثقیٰ قیوم ثانی رضی اللہ عنہ

مترجمہ

عالم نبیل فاضل جلیل حامیٔ دین ربانی ابوالمعانی جناب مولوی عرفان احمد صاحب انصاری قادری سلمہ ربہ

خلیفۂ مجاز

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین فخر خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قادریہ سہروردیہ جناب مولانا مولوی

خواجہ احمد حسین خاں صاحب امروہوی سلمہ ربہ

جس کو ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زیاں ——— بازار کشمیری

لاہور نے

مشہور عالم پریس لاہور میں باہتمام پنڈت گنا تھو ان منیجر مطبع کے چھپوائی

قیمت

تصوف کی بے بہا رحمت بے نظیر کتابوں کا لاجواب سلسلہ

اردو ترجمہ کتاب مقاصد السالکین

حضرت ضیاء اللہ علیہ الرحمہ نقشبندی کی تصنیف قابل قدر ہے مسائل شرعیہ کے ساتھ ساتھ تصوف کے باریک باریک نکات بیان فرمائے ہیں۔ کتاب قابل دید ہے ۔ قیمت ... ... عہ/

اردو ترجمہ کتاب انیس الارواح

اس کتاب میں حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیشوا حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات نہایت محنت اور محبت سے جمع کئے ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ قیمت ... ... سہ/

اردو ترجمہ کتاب انیس الطالبین

یہ کتاب سر حلقۂ اولیاء الاصفیا شاہنشاہ مشکلکشا خواجہ خواجگان حضرت شاہ بہاؤالدین نقشبندی بخاری علیہ الرحمت اللہ الباری کے مقامات و ارشادات کا ایک دلچسپ مجموعہ ہے جس کو نہایت تلاش اور تجسس سے بہم پہنچا کر فائدہ عام کے لئے بصرف زرکثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرایا گیا ہے ۔ قیمت ... ... عمر/

اردو ترجمہ کتاب حسنات العارفین

تصنیف لطیف شہزادہ محمد دارا شکوہ قادری رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب میں شہزادہ موصوف نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر جتنے بزرگان دین اور اولیائے اللہ گذرے ہیں سب کے ارشادات میں سے ایک ایک بات اقتباس کر کے اس عجیب و غریب طریق سے بیان فرمائی ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے نیز یہ بوضاحت معلوم ہو جاتا ہے کہ بزرگان بلند پایہ نے توحید کے متعلق کیا کیا ارشادات فرمائے ہیں بے نظیر کتاب ہے ۔ قیمت ۱۵/

اردو ترجمہ کتاب زبدۃ المقامات

یہ نادر کتاب حضرت قطب الاقطاب ہادئ شیخ و شاب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح و خواجہ جہان شاہ الامکان حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلفائے نامدار اور آپ کی اولاد پاک کے حالات پاک سے پُر ہے۔ قابل دید کتاب ہے ۔ قیمت ... ... عالم/

اُردو ترجمۂ کتاب

کنز الھدایات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بے اندازہ تعریفیں اور شکر اُس منعم حقیقی کے لیئے ہیں جس نے روشن طریقہ محمدیہ کو (آپ پر اور آپ کی آل پر بہترین درود اور کامل ترین شکر اتے ہوں) عجیب طریقہ احمدیہ سے (راحت پہنچائے اللہ تعالےٰ آپ کی روح کو اور پہنچائے تمام عالم پر ہمیشہ آپ کے فیوضات کو) تجدید فرمایا۔ اور پہلوں کی نسبت کو پچھلوں میں اُسی تازگی سے جلوہ گر کیا۔

اور بے انتہا رحمتیں تصدق ہوں اُس سید سالار پر جس نے یہ حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کہ میری امت کے علما انبیاء بنی اسرائیل کے مانند ہیں، زبانِ غیب ترجمان سے ظاہر فرمائی اور اس پاکیزہ حدیث میں گویا وجود سراپا جود حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اور درود اور سلام ہوئے آپ کی آل اور اصحاب پر کہ کوئی ولی اُن کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور دوسروں کا کوہ زر خرچ کرنا اُن کے ایک سیر جو کے برابر نہیں ہو سکتا۔

حمد و نعت کے بعد کہتا ہے خدائے معین کے بندوں میں زیادہ ضعیف محمد باقر بن شرف اللہ بن لاہوری عباسی حسینی (معاف کیئے جائیں دونو کے گناہ) چونکہ حاصل کرنا مراتب سلوک اور حقائق اور خصائص کا مخلوق کی ہدایت کرنے والے اسلام کی حجت خواص اور عوام کے فریادرس محققین کے قبلہ اور مدققین کے پیشوا توصیف

کرنے والوں کی توصیف سے بے پرواہ متشابہات کی باریکیاں کھولنے والے اسرار مقطعات سے واقف رموز فرقان کے محرم محبوب صمدانی مجدد الف ثانی حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اُس نام (احمد) سے موسُوم جس کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی (ہمارے نبی پر اور ان پر اور ہر ایک کی آل پر بہترین درود) اس طریقہ اور تربیت سے کہ حضرت قطب اقطاب بوڑھوں اور جوانوں کے پیر اولیاء کی دلیل برگزیدگان الٰہی کی سند پرہیزگاروں کے فریادرس عرفا کے جائے فخر قیوم حقانی معصوم ربّانی جنہوں نے اس جہان سے سفر فرمایا اس حالت میں کہ وہ اپنے مبارک نام کی طرح بیگناہ تھے۔ میرے شیخ میرے امام (پاک کرے اللہ ہم کو ان کے بزرگ اسرار کے صدقہ سے) جو طالبان طریقت کے ہے سلوک میں فیض بخش عالم اور عالمیان تھے اور مکتوبات قدسی نشان حضرت مجدد الف ثانی (راضی ہو اللہ تعالےٰ ان سے) اور مکتوبات حضرت پیر دستگیر قطب عالم میرے شیخ اور امام (پاک کرے اللہ تعالےٰ ہم کو ان کے روشن اسرار سے) ترتیب کے ساتھ مذکور نہیں ہیں اور ان مراتب کی ترتیب ان میں ملحوظ نہیں ہے +

اس لئے فدوی کے دل میں خیال ہوا کہ رسالہ مبدا و معاد اور حضرت مجدد الف ثانی اور پیر دستگیر کے شش و فاتر مکاتیب کو (راضی ہو اللہ تعالےٰ دونوں سے) سامنے رکھکر ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ترتیب کے ساتھ پروئے اور ان حضرات کے سلوک خاص کے مراتب کو تحریر کی لڑی میں ترتیب دیکر کھینچے ؎

فالدر یزداد حسنا وھو منتظم
ولیس ینقص قدرا غیر منتظم

ترجمہ ؎

سلک میں جب ہوئیں موتی حسن ہوتا ہے سوا — اور پراگندہ ہوں تب بھی کم نہیں ہوتی ضیا

اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو صلہ بنایا اور دو دریاؤں کا اس حال میں کہ میں چنتا ہوں دونوں کے روشن انوار کو پس شروع کیا میں نے خدائے پاک کی مدد سے شوال کی اکیسویں تاریخ ۱۰۸۶ھ دس سو اسی ہجری مبارک نبوی میں (اس کے صاحب پر درود اور سلام اور شکرانے ہوں) پورا کیا میں نے اس کی تالیف کو سنہ مذکور کی

نویں ذی القعدہ کو بیچ میں کچھ دن بیکار بھی گذرے ہیں۔ اور ختم رسالہ کے بعد بعض خصائص خاتمہ میں ذکر پائے پس تیار ہوا خدائے تعالےٰ کے فضل سے اس طرح سے کہ عقلمندوں کو اچھا معلوم ہوتا ہے اور اذکیا کے ذہن میں اس سے پہلے ایسا خیال نہ تھا حالانکہ بعض دوست مصر تھے کہ مکاتیب گرامی کا خلاصہ اپنی عبارت میں درج کیا جائے اور مختصر طریقہ پر ترتیب دیا جائے ٭

مگر اس فقیر نے التزام کیا ہے کہ اصل عبارت کو بعینہ تبرکاً لائیے صرف بعض مقامات میں خاص مصلحت کیوجہ سے تھوڑا سا تغیر کیا گیا ہے اور وہ بھی بعد دریافت اجازت روح پر فتوح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور بعد مشاہدہ خوشنودی آنجناب کے ان معانی کے بارہ میں ہر نکتہ کو تلاش و جستجو سے متفرق مقامات سے چُنا گیا۔ اور ہر مقام میں ضروریات سلوک کے ذکر میں اختصار کیا گیا ٭

باوجود اس کے یہ رسالہ شامل ہے عظیم فوائد اور بزرگ نکات اور نادر تحقیقات اور عجیب تدقیقات اور لائق ترتیب اور عمدہ ترکیب پر اس رسالہ میں ہر ہر بند کے آغاز پر بجائے باب کے ہدایت کا لفظ لایا گیا۔ اور اس کے متعلقات اور لوازم کے ذکر کیلئے فائدہ کا لفظ بجائے فصل کے اختیار کیا گیا اور بیس ہدایت اور ایک خاتمہ اور ایک مسکنۃ الختام پر اس کو ترتیب دیا گیا ٭

اس وجہ سے اس رسالہ کا نام کنز الھدایات فی کشف البدایات والنھایات رکھا گیا ٭

اثناء تالیف میں بار ہا خوشوقتی حضرت مجدد الف ثانی اور آنحضرت کی (راضی ہو اللہ تعالےٰ ان دونوں سے) اس تالیف کے بارہ میں پر تو فگن ہوئی ٭

اور آنحضرت کے ساتھ اتحاد خاص اور نسبت خاص اپنے اندر پائی گئی۔ اور آنجناب سے توفیق اور امداد معلوم ہوئی۔ ختم رسالہ کے بعد زیارت حضرت مجدد الف ثانی (راضی ہو اللہ تعالےٰ ان سے) خواب میں حاصل ہوئی۔ اس لئے اس کی قبولیت اور آپ کی عنایت کی امید ہوگئی ہے ٭

اس قبول اور عنایت کی تصدیق قبولیت حضرت مخدوم زادہ[1] اہل ارشاد صاحب اسرار عالیہ قاسم انوار قدسیہ دائرہ افاضت کے مرکز اور ہدایت اور عقل و درایت کے دریائے موج سے

سراپا ظاہرش روح ست جان ست — میرسلی زباطنش کان بنشان ست

ترجمہ — مثال روح ان کا جسم اقدس
کہاں ممکن بیاں روح مقدس

زبان در شرح وصف او بود لال — قلم در مدح ذکرش بے زبان ست

ترجمہ — زباں عاجز ہے ان کی منقبت میں
قلم قاصر ہے ان کی ہر صفت میں

عنایاتے کہ دارد در حق من — سر ہر موئے من در شکر آن ست

ترجمہ — ہیں میرے حق میں جو ان کی عنایات
سر ہر بال ہے مشکور دن رات

ہمیشہ رہیں آپ اپنے مبارک نام کی طرح دشمنان دین پر مثل تلوار کے پس رحم کرے اللہ اس بندہ پر جس نے کہا آمین۔

یہ ناچیز جانتا ہے اور زبان آرزو بیان پر آیت مبارک ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء پڑھتا ہے ؎

کریموں پر نہیں ہے کچھ بھی دشوار

وَالصّلٰوۃ والسّلام علیٰ من ختم بہ الرسالۃ وفی کل امر الیہ الحوالہ۔ وَعلیٰ جمیع من الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ کلھم اجمعین وعلی الملٰئکۃ المقربین وعلی جمیع المومنین والمؤمنات وَالمسلمین والمسلمات۔ آمین۔

اور درود و سلام ہو اس ذات ختم رسالت پر اور ہر ایک کام کا اسی کیطرف حوالہ ہے اور تمام انبیاء اور مرسلین اور انکی جملہ آل و اصحاب پر اور تمام ملائک مقربین اور سب مومنین اور مومنات اور مسلمین اور مسلمات پر آمین۔

[1] پانچویں فرزند ۱۲

پہلی ہدایت

اُن چیزوں کے بیان میں جن کا جاننا پیر اور مرید کیلئے ضروری ہے

اس میں اُنیس (۱۹) فائدے ہیں

فائدہ (۱) مبدا و معاد جب کوئی طالب کسی پیر کے پاس آئے تو پیر کو چاہئے کہ پہلے اس کو استخارہ کرنے کے لئے حکم دے۔ تین استخارہ سے سات استخاروں تک تکرار کرائے۔ استخارہ کے بعد اگر طالب کے دل میں کوئی شک و شبہ نہ پیدا ہو (بلکہ استقلال ظاہر ہو) تو اس کو مرید کرے۔

فائدہ (۲) مؤلف پیر کامل کا رغبت فرمانا اور توجہ کرنا بھی استخارہ کے قائم مقام ہے۔ اگر اس کی رغبت کے ساتھ اس کا استخارہ بھی شریک ہو تو نور علیٰ نور ہے۔

فائدہ (۳) مبدا و معاد۔ پس اوّلاً مرید کو مختصر طور پر اجمالی توبہ کرائے۔ تفصیل کو آئندہ کے لئے چھوڑ دے کیونکہ اس زمانہ کی ہمتیں عام طور پر تفصیل سے کوتاہ ہیں۔ مبادا تفصیلی توبہ کے باعث طلب میں کمی واقع ہو۔

توبہ کے بعد طالب کے حال اور استعداد کے مناسب ذکر اور طریقت کی تعلیم دے اور اس کے حال کی طرف توجہ رکھے۔ سلوک راہ کے آداب اور شرائط اس سے بیان کرے۔ قرآن اور حدیث کی پیروی کی رغبت دلائے۔ کیونکہ بغیر اس کے خدا کا ملنا محال ہے اور جتلا دے کہ ایسے کشف و کرامات کا جو قرآن و حدیث کے بال برابر بھی خلاف ہوں اعتبار نہ کرے۔

فائدہ (۴) مکاتیب[1] معصومیہ۔ جاننا چاہئے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اگرچہ اپنے بعض رسالوں میں تحریر فرمایا ہے کہ پیر اپنے مرید کی استعداد اور اس کے حال کے مناسب ذکر کی تلقین کرے لیکن آپ اپنے اخیر زمانہ میں طالبوں کو عام طور سے اسم ذات کی تعلیم پہلے فرماتے تھے جس کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ اوّل الذکر

[1] مکتوب ہشتاد و ہشتم جلد دوم بنام شیخ بدر الدین ۱۲

تعلیم آپ اپنے ابتدائی زمانہ میں جبکہ آپ مراتب ولایت کی سیر میں مصروف تھے دیتے تھے۔ کیونکہ سیر ولایت جذب اور سلوک کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے سلوک کے طے کرانے میں طالب کے حال کی رعایت اور اس کی استعداد کے مطابق تعلیم ذکرِ طریق سہولتِ سلوک کے لحاظ سے ضروری ہے۔

مثلاً اگر طالب میں جذب کی مناسبت ہو تو طریقہ مناسب جذب کی تعلیم دی جاسکتی ہے تاکہ راہ طے کرنے میں کسی قسم کا خلل نہ پیدا ہو۔ مگر جب آپ مدارج ولایت سے گذر کر کمالات نبوت میں بوراثت مرشدان برحق، عروج کر کے پہنچے تو چونکہ نبوت کا تعلق جذب اور سلوک سے نہیں ہے (بلکہ اس سے بالا ہے) اور ان مقامات میں سالک کی ترقی محض پیر کی صحبت اور اس کے ساتھ محبت رکھنے اور اُس کے آداب کی رعایت رکھنے اور شریعت کی پیروی اور قرآن حکیم اور سنت رسول کریم کی اقتداء پر موقوف ہوتی ہے۔ اور ذکر کی تعلیم صرف طالب کی تسلّی کے لئے ہے۔ کیونکہ ذکر اگرچہ فی نفسہ مفید ضرور ہے مگر اُس پر وصول اِلی اللہ کا دار و مدار نہیں ہے۔

فائدہ (۵) مکاتیب[۱] مجددیہ۔ واضح ہو کہ سب طریقوں سے اعلیٰ اور ارفع اور مضبوط اور سچا مقصود سے قریب اور موافق تر کتاب اور سنت سے طریقۂ خواجگان نقشبندیہ ہے۔ قدس اللہ اسرارہم۔

اس طریقہ کی ساری بزرگی بسبب ان بزرگواروں کے اتباع کتاب و سنت اور احتراز از بدعات ناپسندیدہ کے ہے۔ یہ حضرات اصحاب کرام کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اُور ونکا انتہائی کمال ان کی ابتداء میں مندرج ہے۔ ان کی آگاہی اور حضور اوروں کی آگاہی پر سبقت لیگئے کیونکہ ان کی آگاہی دوامی ہے۔

فائدہ (۶) مکاتیب[۲] مجددیہ۔ آپ سے پوچھا گیا تھا کہ بعض مرد اور عورتیں اگر مرید ہونے کی استدعا کرتے ہیں۔ مگر یہ لوگ سود سے کمائی ہوئی چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اس کو بحیلۂ شرعی روا کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو طریقت کی تعلیم دینی چاہیئے یا نہیں۔

---

[۱] مکتوب دوصد و نودم جلد اوّل ملا محمد ہاشم ۱۲

[۲] مکتوب ہفتاد و ہفتم جلد دوم بنام ملا حسن برکی

جواب اس کا یہ مرحمت ہوا کہ ان کو طریقت کی تعلیم دو اور حرام سے بچنے کی رغبت دلاؤ۔ شاید طریقت کی برکت سے اس شبہ سے باز آجائیں۔

فائدہ (۷) مکاتیب[1] مجددیہ۔ تم نے پوچھا تھا کہ بعض عورتیں بیعت اور توجہ کی خواہش کرتی ہیں۔ (جواب اس کا یہ ہے کہ) اگر وہ تمہاری محرم ہیں تو بے پردگی میں کوئی حرج نہیں ہے ورنہ در پردہ تعلیم حاصل کریں۔

فائدہ (۸) مکاتیب[2] معصومیہ۔ مریدوں کا اذکار اور عبادات میں مصروف رکھو۔ رعایت آداب کے ساتھ خدمت کرنے کی ترغیب دو۔ بیکار نہ چھوڑو۔ امید ہے کہ بزرگوں کی نسبت خاص کو حاصل کر لیں گے۔ کیونکہ مقصود نسبت کا حصول ہے علم اس کا علیحدہ چیز ہے۔ اگر نسبت جلدی حاصل ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہے۔ اگر بدیر حاصل ہو تو بھی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ جو نسبت محنت سے بتدریج حاصل ہوتی ہے تو اس کی قدر و وقعت زیادہ ہوتی ہے۔

اگر آسانی سے جلدی حاصل ہو جائے تو اس کی وقعت اور قدر کمتر ہوتی ہے اگر کوئی شخص حصول نسبت کے لئے جلدی کرتا ہے تو وہ حریص ہے طالب نہیں ہے اور نہ صحبت کے قابل ہے۔ دنیا حاصل کرنے میں کیا کیا تکلیفیں برداشت کی جاتی ہیں حق تعالے کی طلب تو اس سے کہیں زیادہ مستحق قدر ہے۔ بزرگوں نے اس کی طلب میں بڑی بڑی ریاضتیں کی ہیں اور اس راستہ میں عمر گذاری ہے ؎

اوحدی شصت سال سختی دید تا شبے روے نیک بختی دید

ترجمہ ؎

ساٹھ سال اوحدی کے سختی میں
کٹے امید نیک بختی میں

فائدہ (۹) مکاتیب[3] مجددیہ جاننا چاہئے کہ طالب کا دیر میں اثر پذیر ہونا اس کی استعداد کی کمی کی علامت نہیں ہے دیکھا گیا ہے کہ اکثر لوگ استعداد کامل رکھتے ہیں مگر دیر سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔

---

[1] مکتوب دو صد و پنجاہ و ششم جلد اول بنام شیخ بدیع الدین ۱۲

[2] مکتوب صد و بست و دوم جلد اول ۱۲

[3] مکتوب صد و چہل و پنجم جلد اول بملا عبد الرحمن مفتی ۱۲

فائدہ (۱۰) مکاتیب[۱] معصومیہؒ۔ تم نے مریدوں کی حرص اور ان کی جلد بازی کی شکایت کی ہے۔ ان کو تعلیم دینے میں رنج کا اظہار کیا ہے۔ میرے مخدوم۔ اس زمانہ کے اکثر مریدوں کا یہی حال ہے۔ سچا طالب کمیاب ہے۔ لیکن اس کے استخارہ اور اپنے استخارہ کے بعد طریقت کی تعلیم دینا چاہئے۔ اور اگر اس کے بعد بھی اُس سے بے استقامتی اور برگشتگی ظاہر ہو تو وہ اسی کا نقصان ہے۔

فائدہ (۱۱) مکاتیب[۲] معصومیہؒ۔ پیر کو چاہئے کہ مریدوں کی نظر میں خود کو باوقعت رکھے اور مریدوں سے زیادہ میل جول نہ کرے تاکہ اس کی عظمت اور وقعت اُن کے دلوں میں قائم رہے۔ اور ادب و عقیدت کا باعث ہو کر ان کی ترقی کا سبب ہو۔

فائدہ (۱۲) مکاتیب[۳] معصومیہؒ۔ تم نے لکھا تھا کہ آپ کے حسب ارشاد طالبوں کی ایک جماعت کو اذکار و عبادات میں مصروف رکھتا ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی بغیر متاثر ہوئے نہیں رہتا بلکہ اکثر مریدین پہلی ہی توجہ میں متاثر ہو جاتے ہیں۔ یہ خدا کا فضل ہے اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرو اور تکبر و خود بینی سے ڈرتے رہو۔ بلکہ اپنے قصور کے قائل رہو۔ مریدوں پر توجہ اور ان کے حال کی درستی سے غافل نہ رہو۔ کیونکہ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ ان حقوق سے فراغت کے بعد بقدر طاقت دوسری عبادتوں میں مثل درس و اذکار وغیرہ کے مصروف رہو۔ تم نے سُنا ہوگا کہ خدا کا محبوب وہ بندہ ہے جو خدا کی محبت اس کے بندوں کے دلوں میں پیدا کرے۔

فائدہ (۱۳) مولف۔ جب فقیر پہلے سفر میں دار الارشاد سرہند پہنچا اور حضرت پیر دستگیر کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا تو حضرت نے فقیر سے دریافت فرمایا کہ تم کچھ پڑھنے پڑھانے کا بھی شغل رکھتے ہو۔ فقیر نے عرض کیا کہ شغل باطنی کے زمانہ سے علم ظاہری کی تعلیم کا سلسلہ اتنا باقی نہیں رہا ہے۔

دوسرے سفر میں بھی خلوت کے وقت حضرت نے دوبارہ دریافت کیا میں نے عرض کیا کہ مطالعہ علم ظاہر کی مصروفیت کے وقت آنجناب سے توجہ باقی نہیں رہتی ہے اور توجہ و مطالعہ دونوں امور کا جمع رہنا ممکن نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ بلا سوچے

---

[۱] مکتوب صد و ہژدہم جلد اول بنام مولینا محمد صدیق پشاوری ۱۲۔
[۲] مکتوب سیزدہم جلد دوم ۱۲۔
[۳] مکتوب صد و ہژدہم از جلد اول ۱۲۔

سمجھے کہہ رہے ہو۔ علم ظاہر کی مصروفیت ہماری نسبت کو بڑھاتی ہے۔ اس زمانہ سے فقیر کو مطالعہ علمی کی توفیق بھی حاصل ہو گئی ہے۔

فائدہ (۱۴) مکاتیب[۱] معصومیہ۔ تم نے صبح اور ظہر کے حلقہ کی مصروفیت اور مغرب کے بعد مریدوں پر توجہ کا طریقہ اور مجلس کی سرگرمی توجہ کی تاثیر ترقی کی علامتوں کی کیفیت پہلے خط میں لکھی تھی۔ خوشی پر خوشی ہوئی۔ خدا ہمارے دینی بھائیوں میں کثرت کرے۔ تم کو لازم ہے کہ اس امر جلیل القدر میں حتی الامکان مصروف رہو۔ اور نیت کی صحت میں بجان و دل کوشش رکھو۔ اور ہمیشہ دعا و زاری کرتے رہو۔

فائدہ (۱۵) مکاتیب[۲] معصومیہ۔ ہمارے طریقہ میں رابطۂ شیخ طالب کو درجۂ کمال پر پہنچاتا ہے۔ پیر کے ساتھ مرید جس قدر محبت رکھے گا اسی قدر وقتاً فوقتاً پیر کا رنگ اس میں ظاہر ہونا شروع ہو گا۔

پیران طریقت کا قول ہے کہ فنا فی الشیخ فنائے حقیقی کا مقدمہ ہے۔ ذکر بغیر رابطہ اور فنا فی الشیخ کے خدا تعالےٰ تک نہیں پہنچا سکتا۔ اگرچہ ذکر وصول کا سبب ضرور ہے۔ مگر شیخ میں فنائیت اور محبت کے ساتھ مشروط ہے۔ بلکہ تنہا رابطہ برعایت آداب صحبت اور توجہ پیر کی بلا امداد و ست ذکر کے پہنچا سکتے ہیں۔

دوسرے طریقوں میں سلوک کا دار و مدار اذکار و اشغال پر ہے اور معاملہ کی بنیاد ریاضتوں اور چلہ کشی پر ہے۔ پیر طریقت کے ساتھ اس درجہ تعلق مشروط نہیں ہے۔

طریقہ نقشبندیہ میں اصحاب کرام علیہم الرضوان کے طریقہ کے مطابق فائدہ دینا اور فائدہ لینا دونوں انعکاسی ہیں۔ پیر کی صحبت رعایت آداب کے ساتھ کافی ہے۔ وظائف و اذکار و عبادات بھی مقصود میں امداد دیتے ہیں حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تحصیل کمالات کے لئے بشرط ایمان و تسلیم و اطاعت کافی تھی۔ اس لئے اس طریقہ میں بھی وصول کا طریقہ بہت قریب ہے۔ پیر کامل سے فیض اور برکت حاصل کرنے میں جوان اور لڑکے بوڑھے زندے مُردے سب برابر

---

[۱] مکتوب صد و سی و سیوم جلد سوم ۱۲

[۲] مکتوب ہفتاد و ہشتم جلد اول ۱۲

ہیں۔ اس طریقۂ عالیہ کی ریاضت جس کی ابتدا میں انتہا کا کمال مندرج ہے۔ صرف سنت کریمہ کی پیروی اور بدعات سیئہ سے پرہیز گاری کی وجہ سے ہے +

فائدہ (۱۶) مبدا و معاد۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پیر کامل مرید ناقص کو طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت دیتا ہے اور مریدوں کی تعلیم کے ضمن میں اس کا کام پورا ہو جاتا ہے +

حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند ؒ نے مولانا یعقوب چرخی کو کمال پر پہنچنے سے پہلے تعلیم طریقت کی اجازت عطا فرمائی تھی اور ارشاد فرمایا تھا کہ اے یعقوب جو کچھ مجھ سے تجھ کو پہنچا ہے لوگوں کو پہنچا۔ اس کے بعد مولانا کی تکمیل خواجہ علاؤ الدین عطار کی صحبت میں ہو گئی۔ جو آپ کے پیر بھائی تھے۔ اسی لئے مولانا عبد الرحمٰن جامی ؒ نفحات الانس میں مولانا کو پہلے خواجہ علاؤ الدین عطار ؒ کے مریدوں میں شمار کرتے ہیں۔ اور پھر حضرت خواجہ بزرگ نقشبند ؒ سے منسوب کرتے ہیں +

واضح ہو کہ مراتب کی کمی اگرچہ اجازت کے منافی ہے۔ مگر جب پیر کامل مرید ناقص کو اپنا نائب بناتا ہے تو پھر نقصان کا ضرر دوسروں تک تجاوز نہیں کرتا خدائے پاک حقائق امور کو اچھی طرح جانتا ہے +

فائدہ (۱۷) مکتوبات[1] مجددیہ ؒ۔ طریقہ نقشبندیہ میں دعوت اسما کا دستور نہیں ہے۔ اس سلسلہ کے اکابر نے اسما کے مسمیٰ میں فنا ہونے کو پسند کیا ہے۔ اگر ان بزرگواروں کی تھوڑی سی نسبت حاصل ہو جائے تو وہ تھوڑی نہیں ہے کیونکہ اوروں کی انتہا ان کی ابتداء ہے +

فائدہ (۱۸) مؤلف۔ حضرت پیر دستگیر سے منقول ہے کہ اس طریقہ کا ختم خواجگان قدس اللہ اسرارھم حصول مرادات و مقاصد کے لئے وہی اثر رکھتا ہے جو اور طریقوں میں دعوت اسما +

فائدہ (۱۹) مبدا و معاد۔ واضح ہو کہ مرید کا اعتقاد پیر کے افضل اور کامل ہونے کے بارہ میں محبت کا ثمرہ اور مناسبت کا نتیجہ ہے اور جو ذریعہ افادہ اور استفادہ ہے لیکن چاہئے کہ پیر کو اس جماعت پر جس کی فضیلت شرع شریف

---

[1] مکتوب دو صد و دوم جلد اول ۱۲ +

میں مقرر ہو چکی ہے شرف نہ دے کیونکہ محبت میں زیادتی کرنا مذموم ہے۔ فرقہ شیعہ میں اہل بیت کی محبت میں زیادتی کرنے سے خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اور نصاریٰ زیادتی محبت ہی سے حضرت عیسیٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کہنے لگے اور ہمیشہ کے نقصان میں پھنس گئے۔ اگر ان کے سوا اوروں پر فضیلت دے تو جائز ہے بلکہ طریقت میں واجب ہے۔ ایسی فضیلت دینا مرید کے اختیار میں نہیں ہے۔ مرید صاحب استعداد میں یہ اعتقاد بے اختیار پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے پیر کے کمالات کو حاصل کرتا ہے۔ اگر ایسی فضیلت مرید اپنے اختیار سے بہ تکلف پیدا کرے تو چنداں مفید نہیں ہے ✦

دوسری ہدایت

ذکر قلبی اسم ذات کے بیان میں

اسمیں چھ فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتبات معصومیہ[1] معلوم کرو کہ طریقہ نقشبندیہ میں شغل باطنی کی کئی قسمیں ہیں پہلی قسم ذکر اسم ذات۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب اپنی زبان کو تالو سے چپکائے اور پوری ہمت کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف جو بائیں پہلو میں واقع ہے متوجہ ہو۔ یہ قلب صنوبری قلب حقیقی کا آشیانہ ہے۔ جو عالم امر سے ہے اور اس کو حقیقت جامعہ کہتے ہیں ✦

پھر لفظ مبارک اللہ کو دل میں خطرہ کی طرح چھوڑے اور زبان دل سے اس اسم پاک کو ادا کرے۔ مگر صورت دل کو خیال میں نہ لائے۔ اور سانس کی آمد و رفت کو بند نہ کرے۔ لفظ مبارک اللہ سے ذات بیچون ارادہ کرے۔ اور اس کو کسی صفت کے ساتھ ملاحظہ نہ کرے۔ تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ گرے اور تنزیہ سے تشبیہ میں نہ پھنسے ✦

جاننا چاہئے کہ جس طرح قلب کا تعلق داہنے پہلو سے ہے اسی طرح

[1] مکتوب صد و سیزدہم و نیز مکتوب صد و چہار دہم۔ جلد دوم ۱۲ ✦

روح کا تعلق بائیں پہلو سے ہے اور وہ بھی مقام ذکر ہے! ور سینہ کے بیچ میں لطائف سر وخفی واخفی کا مقام ہے اور وہ بھی مقام ذکر ہیں۔ نفس اور حواس باطنہ کا مقام دماغ ہے اور وہ بھی مقام ذکر ہے۔ جب ذکر غالب ہو جاتا ہے تو تمام بدن کو متاثر کرتا ہے اور بدن کا ہر جزو دل کی طرح ذاکر ہو جاتا ہے۔ جب قالب کے ذکر کی آواز کانوں میں آنے لگتی ہے تو اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں۔ طالب کو چاہیئے کہ ذکر کی اس قدر مداومت کرے کہ ذکر اور حضور دل کا ملکہ اور لازمی صفت ہو جائے۔ جیسے سننا سامعہ کی صفت اور دیکھنا باصرہ کی صفت لازمی ہے۔ بلکہ اگر سالک دل سے ذکر اور حضور کو تکلف کے ساتھ دُور کرنا چاہے تو دُور نہ کر سکے ÷

فائدہ (۲) مکاتیب[۱] معصومیہ۔ تم نے لکھا تھا کہ سلطان الذکر کا بیان اب تک نہ کسی کتاب میں دیکھا گیا اور نہ سُنا گیا ہے۔ میرے مخدوم۔ سلطان الذکر ہمارے طریقہ میں زبان زد اور شہو خاص و عام ہے۔ ہم نے اپنے پیروں سے سُنا ہے ہمارا ایجاد کیا ہوا نہیں۔ جو کچھ ہے بزرگوں ہی سے ہے۔ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ کہ اکابر مشائخ ہند سے ہمعصر خواجہ احرار قدس سرہٗ تھے ان پر آخر عمر میں استغراق اور بیخودی اس قدر غالب آگئی تھی کہ اوقات نماز میں بلند آواز سے آپ کو ہشیار کرتے تھے ÷

کسی نے آپ سے اس کا راز دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپکو ذکر میں اس قدر مصروف رکھا ہے کہ ہر وقت سلطان الذکر غالب آتا ہے اور مجھ کو مجھ سے بھلا دیتا ہے ÷

فائدہ (۳) مکاتیب[۲] معصومیہ۔ ذکر قلبی سے حالت فنا یا غیر فنا میں دل کی حرکت اور جنبش کا دوام مراد نہیں ہے بلکہ توجہ الی اللہ اور حضور قلبی کا ہمیشہ رہنا مراد ہے خواہ حرکت قلب ہو یا نہ ہو ÷

فائدہ (۴) مکاتیب[۳] معصومیہ۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عوارف المعارف میں خوارق اور کرامات کا ذکر کرنے کے

---

[۱] مکتوب دو صد وسی دیکم جلد سوم ۱۲ ÷
[۲] مکتوب سی و ہفتم از جلد اول ۱۲ ÷
[۳] مکتوب پنجاہ جلد اول ۱۲ ÷

بعد لکھتے ہیں کہ خوارق اور کرامات کا مرتبہ ذکر قلب[1] و رائس کے جوہر قلب پنجانے کے مرتبہ سے ادنی ہے +

فائدہ (۵) مکاتیب[1] معصومیہ۔ جس راستہ کو ہم طے کر رہے ہیں وہ کل سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق کے اور پانچ قدم عالم امر کے۔ عالم امر کے پانچ قدم (۱) قلب (۲) روح (۳) سر (۴) خفی (۵) اخفی ہیں۔ عالم خلق کے دو قدم (۱) قالب (۲) نفس ہیں۔ اور قالب عناصر اربعہ خاک۔ آب۔ باد۔ آتش سے مرکب ہے +

فائدہ (۶) مکاتیب[2] مجددیہ۔ تم نے پوچھا تھا کہ آپ ذکر جہری سے جو ذوق و شوق بخشتا ہے بدعت ہونے کی وجہ سے منع کرتے ہیں۔ مگر دوسری بدعتوں سے مثل قبائے فرجی اور شال و رومال وغیرہ کے منع نہیں کرتے ہیں میرے مخدوم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اعمال دو طرح کے ہیں۔ ایک بر سبیل عبادت ان کے خلاف کرنا بدعت منکر ہے اُن کے روکنے میں مبالغہ کرتا ہوں۔ کیونکہ دین میں نئی باتیں پیدا کرنا مردود ہے +

دوسرے وہ اعمال جو بر سبیل عادت و رسم و رواج ہیں۔ اس کے خلاف کرنا بدعت اور ممنوع نہیں ہے۔ میں اس کے روکنے میں مبالغہ نہیں کرتا ہوں کیونکہ ان چیزوں کا تعلق حرمت سے نہیں ہے بلکہ ان کا وجود و عدم رسم و رواج پر مبنی ہے نہ دین اور مذہب پر بعض شہروں کے رواج دوسرے شہروں کے خلاف ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک ہی شہر میں زمانہ کے تفاوت سے رسم و رواج میں اختلاف ہے باوجود اس کے سنت عادی کی رعایت بھی نتائج اور سعادتوں کے پھل پیدا کرتی ہے +

تیسری ھدایت

ذکر نفی و اثبات کے بیان میں

اسمیں چھ فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[3] معصومیہ۔ ذکر کی دوسری قسم ذکر نفی و اثبات یعنی لا الٰہ الا

[1] مکتوب ہشتاد چہارم جلد دوم ۱۲ + [2] مکتوب دو صد و سی و یکم از جلد اول ۱۲ + [3] مکتوب صد و سیزدہم جلد دوم ۱۲ +

اللہ کا ذکر ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چپکائیں اور سانس کو ناف کے نیچے بند کر کے کلمہ لا کو ناف سے کھینچکر سر کے اوپر پہنچائیں۔ اور اِلٰہ کو سیدھے مونڈھے پر لائیں اور اِلَّا اللہ کو دلِ صنوبری پر لائیں جو بائیں پہلو میں واقع ہے۔ ان کلمات کو خیال کے ذریعہ سے بلا حرکت اعضا ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجائیں۔ سانس کو حرکت نہ دیں۔ بلکہ سانس کو ناف کے نیچے بند رکھیں۔ سانس کو روک کر جب تک ہوسکے اس کلمہ کی تکرار کریں۔ لیکن ہر سانس میں بعددِ طاق ذکر کریں جفت نہ ہو۔ اس وجہ سے اس ذکر کو وقوف عددی بھی کہتے ہیں کہ عدد سے واقفیت رہتی ہے۔ جب سانس تنگ ہو جائے تو چھوڑ دے۔ کلمہ کے معنی کا تصور اس طرح کرے کہ میرا مقصود سوائے ذات پاک کے اور کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح سے اپنے سانس کو روک کر ذکر کرے۔ اور حسب سابق جب سانس تنگ ہو تو چھوڑ دے۔

اس ذکر کی تعلیم حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمہ اللہ علیہ کو فرمائی تھی۔ جو حضرت خواجگان نقشبند علیہم الرحمۃ کے سلسلہ میں حضرت خضر نے یہ ذکر حضرت خواجہ صاحب کو پانی میں غوطہ لگوا کر تعلیم کیا تھا۔ غالباً غوطہ لگانے سے سانس کا قائم رکھنا مقصود تھا۔

فائدہ (۲) مکاتیب[1] معصومیہ۔ دل کو تمام تعلقات سے خالی کرے صبح کے وقت کلمہ طیبہ کا ذکر کرنا رفتہ رفتہ باطن کو تعلقات سے پاک وصاف کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ صفائی اپنی مقدار کو پورا کرلے ؎

تا بجاروب لا نروبی راہ   نرسی در سرائے اِلَّا اللہ

لا کی جھاڑو سے صاف کر تو راہ

تاکہ پاوے مقام اِلَّا اللہ

فائدہ (۳) مکاتیب[2] مقصود۔ سوال۔ جب شروع ہی سے اس راستہ کے سالکوں کی توجہ ذاتِ احدیت صرفہ کی طرف ہے تو چاہئے کہ یہ توجہ نفی و اثبات کے ساتھ جمع نہ ہو۔ کیونکہ نفی کے وقت غیر اللہ کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے۔

جواب۔ اس شکل میں جو غیر اللہ کی طرف توجہ کی جاتی ہے وہ احدیت

---

[1] مکتوب چہل و ہفتم جلد اول ۱۲۔ [2] مکتوب سہ صد و سیزدہم جلد اول ۱۲۔

کی تقویت اور تربیت کے لئے ہے۔ اور غیر اللہ کی نفی سے خالص توجہ احدیت کی ہمیشگی حاصل کرنا مقصود ہے لہذا نفی غیر کی طرف توجہ کرنا کسی طرح سے توجہ احدیت کے مخالف نہیں۔ توجہ احدیت کے منافی غیر اللہ کی طرف توجہ ہو سکتی ہے نہ کہ نفی غیر کی طرف توجہ کرنا پس فرق ظاہر ہو گیا +

سوال۔ بندی کے لئے لازم ہے کہ زبان اور حلق سے جس چیز کو ادا کرتا ہے قلب سے بھی ادا کرے۔ پس نفی و اثبات میں قلب پورا کلمہ ادا کرتا ہے یا نہیں۔ اگر ادا کرتا ہے تو لا کو اوپر لے جانے میں اور اِلّا کو داہنی طرف لانے میں کیا فائدہ ہے +

جواب۔ اگر دل پورے کلمہ کو ادا کرلے تو بھی لا کو اوپر لے جانے اور اِلّا اللہ کو دل کی طرف کھینچنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ماسوا اس کے طریقہ نقشبندیہ میں نفی و اثبات کو خیال سے ادا کرتے ہیں۔ حلق اور زبان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے تاکہ قلب کی موافقت پوری ہو سکے +

یہ دونوں سوال فخر رازی کے شکوک کی طرح ہیں۔ اگر آپ اُن پر خود غور کر لیتے تو یہ دفع ہو جاتے +

فائدہ (۴۴) مکاتیب[1] معصومیہ۔ سوال۔ ذکر کرنے میں سانس روکنا بدعت ہے یا نہیں۔ اگر بدعت حسنہ کہا جائے تو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے طریقہ میں کسی بدعت میں حسن نہیں ہے پس اس عمل کو بدعت ہونے سے کیونکر رہائی ہو سکتی ہے +

جواب۔ نفس ذکر کے مسنون اور حسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ رہا سانس روکنا اس وقت بدعت ہو گا جب یہ ثابت ہو جائے کہ صدر اول میں ایسا نہ تھا اور یہ ناممکن ہے +

نیز ثابت ہے کہ حبس دم کا طریقہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی سر سلسلہ خواجگان کو تعلیم کیا تھا حضرت خضر کا فعل بدعت نہیں ہو سکتا +

ہمارے حضرت خواجہ کے ملفوظات میں مذکور ہے کہ سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ میں

---

[1] مکتوب سی و ششم جلد دوم ۱۲ +

خرقہ کو حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسلسل اسناد کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ مگر ذکر کو اس طرح روایت نہیں کرتے۔ سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ میں ذکر بھی حضرت رسالت پناہ اور صدیق اکبر اور حضرت علی صلوات اللہ تعالے علیہم اجمعین سے مسلسل پہنچتا ہے جس کی اسناد میں کسی قسم کا فتور نہیں ہے۔

اس اثنا میں کسی نے پوچھا کہ سلسلہ علیہ نقشبندیہ میں طریقہ رابطہ حضرت صدیق اکبر رضؓ سے اور طریقہ ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہنچنا بیان کیا جاتا ہے اس کی کیا اصلیت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اس سلسلہ کا ذکر حبس دم کے ساتھ جس کو وقوف عددی کہتے ہیں حضرت صدیق اکبر سے بطریق مشہور پہنچتا ہے اور طریقہ رابطہ بھی آپ ہی سے ہے کیونکہ آپ سفر اور حضر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور صحبت کا فیض اٹھاتے تھے۔

فائدہ (۵) مکاتیب[1] مجددیہ۔ ذکر کی تعلیم ابتدائی چیز ہے جیسے بچوں کو الف بے کی تعلیم دیجاتی ہے۔

فائدہ (۶) مکاتیب[2] معصومیہ۔ ذکر مقصود اصلی سلوک کا نہیں ہے۔ بلکہ فنا فی المذکور کا وسیلہ ہے۔

چوتھی ہدایت

رفاقت قلبی اور اس کے مناسب تحقیقات کے بیان میں

اس میں چودہ فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[3] معصومیہ۔ سلوک کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ماسوائے حق کو بھولجائے۔ اور تعلقات علمی و حُبی سے جو علم حصولی سے متعلق ہیں نکلجائے علم و محبت کے ذریعہ سے قدیم کو حادث سے جدا کرے اور حضور مع اللہ کا اس طرح

۱؎ مکتوب بست و ششم جلد دوم ۱۲

۲؎ مکتوب سی و ہفتم جلد اول ۱۲

۳؎ مکتوب چہل و ہفتم جلد اول ۱۲

سے مشتاق ہو جائے کہ اگر تکلف سے بھی ماسوا حق کو یاد کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔ بالفرض اگر اس مرتبہ والے کو حضرت نوح علیہ السلام کی عمر بھی دیجائے تو بھی ماسوا کا خطرہ اس کے دل میں نہ گذر سکے۔ اسی مرتبہ کو فنائے قلبی کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ سلوک راہ کے تمام ہونے سے متعلق اور افعال الٰہیہ تک پہنچنے کا نتیجہ ہے۔

فائدہ (۲) مکاتیب[1] مجددیہ۔ جن مقامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہ کہنے میں نزدیک ہیں۔ مگر حاصل کرنے میں دور ہیں۔ یہ بات کہ عالم امر کے پانچ قدم کو طے کر کے ان کے اصول کی سیر کرے تاکہ امکان کا دائرہ ختم ہو۔

اس عبارت میں ولایت صغریٰ کی سیر پوری مذکور ہوگئی۔ حالانکہ اس سیر کا پورا ہونا پچاس ہزار سال میں ممکن ہے۔ آیت کریمہ تعرج الملٰئکة والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة۔ ترجمہ اس کی طرف فرشتے اور روحیں عروج کرتی ہیں۔ ایسے دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ اسی امر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ہاں جذب اور عنایت خداتعالیٰ جل سلطانہ اس دراز مدت کو پلک مارنے میں پورا کر سکتی ہے۔

با کریماں کارہا دشوار نیست
نہیں دشوار یہ کریموں پر

فائدہ (۳) مکاتیب[2] معصومیہ۔ اس طریقہ میں فنائے قلبی بعض مریدوں کو آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ کسی شخص کو اس کی آنکھیں بند کر کے یکایک منزل پر پہنچا دیں۔ بدلنے والے اور نہ بدلنے والے الوان اور انوار اور مکاشفات و واردات کے مشاہدے جو مقصود حقیقی سے چنداں تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ اس مقام کے گرد نہیں پھٹکتے۔ اس کا حاصل ہونا مریدوں کے حق میں آسان نہ سمجھیں اور سلوک کا پورا دائرہ ختم ہونے کو جس کی مدت پچاس ہزار سال ہے سہل نہ تصور کریں۔ اور تلوینات سے نکلکر تمکینات میں ٹھیرنے کو معمولی بات نہ خیال کریں۔ ہاں یہ مرتبہ بہ نسبت اوپر کے مراتب کے ایسی نسبت رکھتا ہے جیسے قطرہ دریا سے۔ شعر

---

[1] مکتوب دو صد و شصتم۔ جلد اول ۱۲

[2] مکتوب صد و بست و دوم جلد اول ۱۲

آسمان نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی ست پیش خاک تود

ترجمہ
آسماں ہے پست گرچہ عرش سے
لیک اونچا ہے زمیں کے فرش سے

فائدہ (۴) مکاتیب[1] معصومیہ۔ بندی کو قبض و بسط کی نسبت تلونیات قلبی سے حاصل ہوتی ہے۔ مگر جو شخص تلوین سے ترقی کر کے مقام تمکین میں پہنچ گیا ہے۔ اس نے قبض و بسط سے رہائی پائی۔ اگر اس کو قبض و بسط ہوتا بھی ہے تو محض صوری اور اسمی پس بفحوائے الایمان بین الخوف والرجاء اس مقام میں خوف و رجا سالک کے مناسب حال ہوتے ہیں +

فائدہ (۵) مؤلف۔ ایک دن فقیر نے پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ سے قبض باطن کے متعلق شکایت کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبض و بسط مبتدیوں کو ہوا کرتا ہے۔ تم کو کس طرح سے ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ قبض کی سی صورت معلوم ہوتی ہے! ارشاد ہوا کہ یہ قبض صوری ہے جو مضر نہیں +

فائدہ (۶) مکاتیب[2] معصومیہ۔ سوال۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ سلوک سے رجوع وہ شخص کرتا ہے یعنی واپس ہو جاتا ہے جو اثنائے راہ میں ہو۔ اور جو سالک منزل مقصود کو پہنچ چکتا ہے وہ رجوع نہیں کر سکتا۔ آیا کوئی سالک فنائے قلبی سے مشرف ہونے کے بعد بھی رجوع کر سکتا ہے یا نہیں۔ اسی طرح بقیہ لطائف یعنی روحی وغیرہ سے مشرف ہونے کے بعد بھی رجوع ممکن ہے یا نہیں +

جواب۔ چونکہ صاحب فنائے قلبی سیر قلبی تمام کر کے اصل میں واصل ہو جاتا ہے۔ امید ہے کہ بقول مذکور وہ رجوع سے مامون رہے۔ یہی حال تمام لطائف کے فنا کا ہے +

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے متعدد مقامات پر تحریر فرمایا ہے کہ اگر صاحب فنائے قلبی کو حضرت نوح علیہ السلام کی ہزار سالہ عمر عطا کی جائے تو بھی اس کے دل میں اس نسیان کی وجہ سے ماسوا اللہ کا خطرہ نہ گذر سکے گا +

---

[1] مکتوب ہفتاد و نہم جلد سوم ۱۲ +

[2] مکتوب صد و نہم جلد دوم ۱۲ +

اِس سے معلوم ہوا کہ فنائے قلبی والے کے لئے رجوع نہیں ہے +

نیز حضرت ممدوح نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صاحبِ فنائے قلبی تلونیات سے گذر کر مقام تمکین میں پہنچ جاتا ہے۔ ہاں آپ نے اپنے مکتوبات کے جلد اول میں ملا عبد الواحد کو لکھا ہے کہ آپ سلامتی قلب پر ہرگز فریفتہ نہ ہوں کہ رجوع کا احتمال باقی ہے +

ممکن ہے کہ حضرت دریافت کر چکے ہوں کہ ملا مذکور ابھی اس حقیقت پر نہیں پہنچ سکے ہیں۔ اس لئے آپ نے اس نقص کو ظاہر فرما دیا +

نیز ممکن ہے کہ اس وقت تک ان کو مقام قلبی کا حصول یقینی نہ ہوا ہو۔ اس لئے رجوع کا احتمال باقی ہو +

نیز ممکن ہے کہ آنحضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ کو مکتوب الیہ کی دنیاوی امور میں کثرت مشغولی معلوم ہوگئی ہو اس لئے تنبیہاً اُن کو یہ لکھا ہو کہ ہنوز تم کو راہ سے رجوع کرنے کا احتمال باقی ہے۔ اس میں احتمالات کا دائرہ وسیع ہے۔ اگر تم کہو کہ فنائے قلبی بغیر فنائے نفسی کے حاصل ہو جاتی ہے اور نفس میں رعونت اور تکبر اور تمام بُرے اوصاف موجود رہتے ہیں۔ پھر رجوع سے کیونکر مامون ہو سکتا ہے +

اس کا ہم یہ جواب دینگے کہ فنائے قلبی کے بعد سالک میں نفس کی بُرائیاں اثر نہیں کرتیں اور اس کے نسیان میں خلل پیدا نہیں ہوتا +

دوسرا جواب یہ ہے کہ فنائے قلبی کے بعد سالک میں نفس کی اس قدر بُرائیاں رہنا مستبعد ہے کیونکہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ فنائے قلبی کے بعد نفس اتنی تیزی پر نہیں رہتا۔ بلکہ نفس قلب کا مطلوب حقیقی میں استہلاک وانہماک دیکھکر اس نیک ہم نشین کی صحبت سے اپنی بہت سی بُرائیوں پر نادم ہو کر اصلاح پر آجاتا ہے +

سوال۔ فنائے قلبی اور روحی وغیرہ میں ہمیشہ حضور الٰہی نیند اور بیداری میں لازم ہے یا نہیں +

جواب۔ لازم ہے۔ کیونکہ فنا اور بقا ہمارے نزدیک دائمی ہے اگر دوام نہ ہو تو پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ فنا و ہلاکت کا معاملہ حضوری سے بھی اعلیٰ اور

ارفع ہے۔ جہاں ہلاکت اور فنا ہو وہاں حضور کا اطلاق شرم ہے +

حالتِ فنا میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خطرہ نہ گذرنا ضروری امر ہے اور دوام حضور میں خطرہ گذر سکتا ہے۔ حضوری حق سبحانہٗ ماسوا کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے جس طرح کہ بہتے ہوئے پانی کے ساتھ خس و خاشاک بہتا رہتا ہے اور پانی کے بہنے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوتی +

فائدہ (۷) مکاتیب[1] معصومیہ۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے الا للہ الدین الخالص اس لئے طالب حق سبحانہ تعالےٰ کے لئے ضروری ہے کہ محبت الٰہی میں یکجہت اور یکرد ہو کہ یہ مرتبہ شرک کو گوارا نہیں کرتا جس قدر سالک کثرت میں پھنسا ہو اور کثرت کے جہات اپنے ساتھ رکھتا ہو خواہ مرتبہ طلب میں ہو یا علم یا محبت میں اسی قدر وحدت حقیقی سے دُور رہیگا جس قدر کثرت کی نسبتوں کو علیحدہ کرتا جائیگا۔ اوتنا ہی وحدت سے قریب ہوتا جائیگا +

جب تک کہ سالک نسبتوں کو علیحدہ کرنے میں مصروف ہے اس وقت تک مقام طریقت میں ہے۔ اور جب کثرت کی نسبتوں سے نکل جائے اور ماسوا کا اس قدر نسیان ہوگا کہ اگر برسوں تک تکلیف کے ساتھ ماسوا کا خطرہ لانا چاہے تو نہ لاسکیگا۔ نہ دنیا کی خوشی دل کو خوش کرسکیگی اور نہ غم دل کو غمگین کرسکیگا +

ولایت کے کمالات میں سے یہ پہلا کمال ہے اور دوسرے کمالات کی ابتدا۔ اِس حالت کو فنائے قلبی کہتے ہیں۔ پس پہلے پہلا کمال حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے بعد دوسرے کمالات کا تذکرہ +

فائدہ (۸) مکاتیب[2] معصومیہ۔ فنائے قلبی برزخ اور حقیقت جامعہ ہے تجلی فعلی کے ساتھ قائم ہے۔ کیونکہ فعل بھی برزخ جامع ہے اور قلب کو اُس سے مناسبت کاملہ ہے۔ اس تجلی فعلی سے سالک کو یقین ہو جاتا ہے کہ فیوضات اور برکات کی عطا حق سبحانہ کے فعل ہیں +

وسائط محض بہانہ ہیں پس اولیاء اللہ سے خواہ وہ بقید حیات ہوں یا

---

[1] مکتوب ہفتاد و ہشتم جلد اول ۱۲ +

[2] مکتوب دو بست و سی و چہارم جلد اول ۱۲ +

نہ ہوں استفادہ یکساں ہوتا ہے اُس وقت وہ اولیاء مرحوم میں سے مثل زندہ اولیاؔ کے فیض حاصل کرتا ہے +

فائدہ (۹) مکاتیب[1] مجددیہ۔ ایک درویش نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ میری محویت اور فنا یہانتک پہنچ گئی ہے کہ جس چیز کو دیکھتا ہوں کچھ نہیں پاتا ہوں۔ آسمان اور زمین عرش اور کرسی میری نظروں میں نہیں ہے۔ یہانتک کہ میں اپنے کو بھی نہیں پاتا ہوں۔ اور کسی اَور کے پاس جاتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا ہوں۔ خدائے تعالٰے بے انتہا ہے اس کی نہایت کو کسی نے نہیں پایا مشائخ نے آج کل اسی کو کمال سمجھ لیا ہے۔ اگر آپ بھی اسی کو کمال سمجھتے ہیں تو آپ کے پاس بھی خدا طلبی کے لئے آنے میں کیا فائدہ۔ اگر اس کے سوا اَور کسی بات کو آپ کمال سمجھتے ہیں تو فرمایئے +

فقیر نے اس کے جواب میں لکھا کہ تمہارا یہ حال تلونیات قلب سے پیدا ہوا ہے اور قلب اس رستہ کا پہلا زینہ ہے جس پر یہ حال طاری ہوا اس نے قلب کا ایک چوتھائی مقام طے کیا ہے۔ اور تین حصہ ہنوز اس کو طے کرنے باقی ہیں۔ اور قلب کے بعد دوسرا زینہ روح ہے اس پر چڑھنا چاہیئے۔ اور اسی طرح سے بقیہ لطائف اور مقامات۔ الی ما شاء اللہ تعالیٰ +

فائدہ (۱۰) مکاتیب[2] معصومیہ۔ تم نے لکھا تھا کہ نہ اپنا شعور باقی رہا اور نہ اپنی عدم شعوری کا امتیاز باقی ہے۔ یہ حالت فنائے قلبی میں پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب قلب میں نسیان دائمی پیدا ہوتا ہے تو نہ ماسواحق کا شعور باقی رہتا ہے اور نہ اس کے عدم کا شعور +

فائدہ (۱۱) مکاتیب[3] معصومیہ۔ جب قلب سے خطرات زائل ہوتے ہیں تو دماغ میں جاتے ہیں اور دماغ حواس باطنہ کا مقام ہے۔ دماغ سے یہ خطرات دفع ہو کر کہاں جائیں گے۔ (مؤلف۔ یہ ایک مخصوص ستر ہے۔ طریقہ نقشبندیہ کا جو خاص فقیر کے پیر و مرشد ہی کو معلوم ہے) +

---

[1] مکتوب دوصد و شصت و چہارم جلد اول ۱۲ +

[2] مکتوب صد و شصت و ششم جلد اول ۱۲ +

[3] مکتوب پنجاہ و پنجم جلد اول ۱۲ +

فائدہ (۱۲) مؤلف۔ اس راز کا ایک شمہ خاتمہ کتاب کے فائدہ (۴) میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان کیا جائیگا ✦

فائدہ (۱۳) مکاتیب[1] معصومیہ جاننا چاہئے کہ اس کمال میں اگرچہ باطن کو حضوری دوامی رہتی ہے اور ماسوا کی گرفتاری سے رہائی ملجاتی ہے۔ لیکن نفس کا وجود باقی اور اس کا علم حضوری اور اس کی انانیت کا فساد موجود رہتا ہے ✦

فائدہ (۱۴) مؤلف کو حضرت پیر دستگیر نے پہلے مرتبہ کے سفر میں چار روز میں فنائے قلبی کی خوشخبری فرمائی تھی اور ارشاد فرمایا تھا کہ نفس ہنوز باقی ہے اس کی فکر میں رہو ✦

پانچویں ہدایت

عدمیت اور فنائے نفس اور اس کی متعلقہ تحقیقات کے بیان میں

اسمیں سولہ ۱۶ فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[2] معصومیہ۔ اولیاء اللہ کی توحید کا دوسرا مرتبہ فنائے نفس ہے جس میں سالک کی ہستی اور علم ہستی زائل ہو جائے۔ اس کی خودی اور بڑائی کا دعویٰ دُور ہو جائے۔ اور اپنے[3] عارضی کمالات کو اپنی اصل (حق جل وعلیٰ) کے عطیات پاتا ہے۔ اور پہلے جو اپنے کو ان کمالات کا آئینہ اور مظہر جانتے ہوئے تھا اب اپنے کو معدوم اور مثل جسم مردہ بے حس و حرکت سمجھتا ہے۔ اور انانیت و خودی کے مٹ جانے کی وجہ سے اپنے لئے لفظ میں نہیں بول سکتا۔ اس منزل میں ذات الٰہی کی توجہ ذات الٰہی کی طرف ہوتی ہے کہ سالک کا نہ نام باقی رہتا ہے نہ نشان ✦

اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ سالک اس وقت عین حق ہو گیا اور ذات الٰہی اور سالک ایک ہو گئے ہیں پس انا الحق کہنا اس منزل تک رسائی نہ ہونے کی

---

[1] مکتوب بست و سوم جلد اول ۱۲ ✦
[2] مکتوب بست و سوم جلد اول ۱۲ ✦
[3] یہاں سے تا "بیحرکت سمجھتا ہے" مکتوب چہل و هفتم جلد اول ۱۲ ✦

علامت ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ خودی اور انانیت مٹ جانے کے بعد انا الحق کہنے کے کیا معنی سبحانی کہنا کس طرح سے ممکن ہے ؎

خیال کج مبر اینجا و بشناس
کسے کو در خدا گم شد خدا نیست

غلط فہمی نہ کر اور اس کو پہچان
مٹا جو حق میں ہو اس کو نہ حق جان

اس کیفیت کے پیدا ہونے کو فنائے نفس کہتے ہیں حقیقی فنا اسی منزل میں حاصل ہوتی ہے۔ پہلی فنا یعنی فنا قلبی میں آئینہ کی ماسوا کے نقوش سے اور غیر اللہ کے خطرات سے خواہ وہ آفاقی ہوں یا انفسی پاکی اور صفائی حاصل ہوتی ہے جس کا حصول تجلّے افعالی سے وابستہ ہے +

اور دوسری فنا یعنی فنا نفسی میں ذات سالک کی فنا ہوتی ہے اور اس کو اپنی ہستی کا بھی علم زائل ہو جاتا ہے جو تجلی صفاتی سے متعلق ہے۔ مگر اس کمال کا حصول تجلی ذاتی سے پیوستہ ہے۔ کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

یک ذرہ اگر در تو زہستی باقی ست
ایمن منشیں کہ بت پرستی باقی ست

یک ذرہ اگر تجھ میں ہے ہستی باقی
بے فکر نہ ہو کہ خود پرستی باقی

فائدہ (۲) مکاتیب[1] معصومیہ۔ وجود اور اس کے متعلقہ کمالات واجب تعالےٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہیں۔ ممکن میں اس کا جو کچھ ظہور ہے بطور پرتو کے ہے اور اسی سے مستفاد اور مستعار ہے۔ ممکن کا کمال ذاتی عدم ہے اس نے عکس واجب سے نمود پائی۔ اور اس وجہ سے وہ عدم محض سے ممتاز ہوا۔ مگر باوجود اس عارضی ہستی کے اس نے اپنے کو کامل اور مرکز بہتری تصور کر کے واجب کے ساتھ (وجود میں) شرکت اور مماثلت پیدا کی اور اپنی ہستی کا مقر ہو گیا۔ اور اپنی اصلی حالت (عدم) کو بھول گیا۔ ہاں اگر کسی عالی ظرف سالک کو اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے تقرب کی دولت سے نوازنا چاہتا ہے تو اس کو اس کی فانی اصلیت کی معرفت بخشتا ہے۔ پس سالک خود فہمی کی منزل سے دور ہو

[1] مکتوب چہل و ہفتم جلد اول ۱۲ +

کہ خداشناسی کا کمال پیدا کرتا ہے اور ہر ایک حسن و کمال کو ذات الہٰی کے کمالات سمجھتا ہے۔ اور بوئی شرک اور دعوٰے خود پرستی سے نجات پاتا ہے۔

رُباعی

وصافیِ خود بر غم حاسد تا کے | ترویج چنیں متاع کاسد تا کے
تو معدومی خیال ہستی از تو | فاسد باشد خیال فاسد تا کے

ترجمہ رباعی

اپنی توصیف و خودستائی کبتک | اس جنس خراب کی بھلائی کبتک
ناپید کو یہ خیال ہستی کیا | بیکار خیال اور برائی کبتک

فائدہ (۳۲) مکاتیب[1] معصومیہ۔ جاننا چاہیئے کہ فنائے نفس میں بہت سے مدارج ہیں ایسے خوش نصیب سالک کم ہیں جو اس کے حقیقی درجہ تک پہنچے ہوں اگرچہ بہت لوگ ایسے ہیں جو عقل اور وہم سے اس معنے کو سمجھ لیتے ہیں۔ اور مراقبہ میں ایک آدھ موتی اس کے دریاؤں میں سے نکال لاتے ہیں۔ اور اس تھوڑے حصول کو ذوق و شوق کے غلبات کی وجہ سے بہت کچھ سمجھتا ہے یا اندراج کی وجہ سے یا پیر کامل کے پرتو کو اپنا حصول سمجھ لیتا ہے۔ مگر حقیقت میں ایسے سالک بہت ہی کم ہیں جو بقدر طاقت بشریہ اس کمال سے پوری طرح سے متصف ہوں پس سالک جب تک اس کمال کی حقیقت تک نہ پہنچے گا اپنی الوہیت کے اثبات سے نجات نہ پا سکے گا۔ بلکہ حقیقت کے برعکس کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تکرار سے اپنی الوہیت کا اثبات کرتا رہیگا۔ اس خیال سے کہ وہ اپنی صفت کمال کے ثابت کرنے کے لئے آیا ہے۔

واضح ہو کہ اگر اس کو بعض اوقات بطور ندرت حقیقی فنا کی جھلک معلوم بھی ہوتی ہے تو وہ بعض لطائف کی فنا و بقا ہوتی ہے نہ کل کی پس جب تک کہ فنائے کامل نہ حاصل ہو پوری طرح نجات نہ پا سکے گا۔

فائدہ (۳۳) مؤلف۔ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ نے ایک روز خلوت میں توجہ دیتے وقت اس فقیر کو القا فرمایا کہ کمال فنا کی علامت یہ ہے کہ کسی لطیفہ

---

[1] مکتوب چہل و ہفتم جلد اول ۱۲

ہیں کسی وقت ذکر محسوس نہ ہو۔

فائدہ (۵) مکاتیب[1] معصومیہ۔ تم نے پوچھا تھا کہ سلوک طے کرنیوالوں پر شیطان کا قابو باقی رہتا ہے یا نہیں۔ پس معلوم ہو کہ خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ جو سالک فنائے نفس کی حد تک نہیں پہنچا جب اُس کو غصہ آئیگا شیطان اس پر قابو پائیگا اور جو فنائے نفس کے مقام تک پہنچ گیا ہے اس میں غصہ باقی نہیں رہتا۔ بلکہ اس کو غیرت ہوتی ہے (جس کو جلال کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے) جہاں غیرت ہو شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔

فائدہ (۶) مکاتیب[2] معصومیہ۔ فنا اور بقا کے مسئلہ میں مشائخ کے اقوال مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے ان معانی کا وہاں سے حاصل کرنا مشکل ہے۔ مگر حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس معاملہ میں جو توضیح فرمائی ہے وہ دوسری ہی چیز ہے۔ جس کو اس کا ذائقہ نہیں ملا وہ اس کے مزہ کو کیا جان سکتا ہے۔

فائدہ (۷) مکاتیب[3] معصومیہ۔ سوال۔ سالک میں اگر ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ خود کو اور ماسوا کو معدوم پائے اور سوائے اللہ تعالٰی کے کسی کو موجود نہ پائے۔ اور یہ حالت اس میں ہمیشہ رہے تو اصطلاح صوفیہ کرام میں وہ مرتبہ فنا پر پہنچ گیا ہے یا نہیں۔

جواب۔ یہ سالک فنائے جذبہ میں پہنچا ہے۔ فنائے مطلق میں اس وقت پہنچیگا جب عدمیت کی یافت خود کو اور عالم کو ظل جانکر اصل میں لاحق ہونے کے علم سے پیدا ہوئی ہو۔ اپنے اس حال کو خود صاحب عدم پا سکتا ہے یا دوسرا کوئی عارف کشف سے اس کی علامتوں سے سمجھ سکیگا۔ اور اس کے نسبت فنا کی رائے قائم کر سکے گا۔ اصل یہ ہے کہ سالک کا مبداءِ تعین جو اسم ہو اس میں واصل ہونے اور اس میں ہلاک ہو جانے پر فنائے مطلق موقوف ہے۔ عدمیت میں وصول اور ہلاکت نہیں ہے۔

انتہا یہ ہے کہ اسم مذکور کی ہستی سالک کے ادراک پر غالب آ جائے اور سالک

---

[1] مکتوب بست و نہم جلد اول ۱۲۔

[2] مکتوب سی و ہشتم جلد ثالث ۱۲۔

[3] مکتوب صد و بستم جلد دوم ۱۲۔

اپنے کو اس کی ہستی میں چھپا ہوا پائے۔ اور اپنے معدوم کو دیکھے جب وہ اس اسم میں فنا ہو کر وجود اور اس کے کمالات کو اسی سے دیکھے گا یا اس میں شامل پائیگا۔ تب کہا جائے گا کہ وہ مرتبہ فنائے مطلق پر پہنچ گیا +

فائدہ (۸) مکاتیب[۱] معصومیہ۔ صاحب فنا کے لئے جذب کی وجہ سے رجوع جائز ہے کیونکہ وہ ابھی راستہ میں ہے اور اس کا جذب سلوک میں منضم نہیں ہؤا۔ فنائے قلبی وہ فنا ہے جو جذبہ اور سلوک پر شامل ہے۔ اس لئے حضرت مجدد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے ایک مکتوب میں فرمایا ہے کہ فناء قلبی اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ولایت بغیر جذب اور سلوک کے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں ولایت کے اجزا ہیں +

فائدہ (۹) مؤلف۔ اس صورت میں جو شخص فنائے قلبی سے مشرف ہوگیا وہ عدمیت کی بشارت کا محتاج نہیں رہا حالانکہ حضرت پیر دستگیر قدس اللہ سرہٗ سالکین کو عدمیت کی بشارت فناء قلبی کی بشارت کے بعد علیحدہ دیتے تھے +

اس کا جواب یہ ہے کہ عدم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ عدم جس کو حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ عدم کا وجود بشریت کے وجود کے ساتھ عود کرتا ہے اور وجود فنا وجود بشریت کے ساتھ عود نہیں کرتا۔ اس عدم سے مراد وہ عدم ہو جو فناء قلبی سے پہلے طاری ہوتا ہے +

دوسرا عدم وہ ہے جو اس قول میں مذکور ہے کہ میں خواہش کرتا ہوں اس عدم کی جو کبھی نہ پلٹے۔ اس عدم سے مراد وہ عدم ہے جو فناء قلب کے بعد طاری ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ معصوم قدس سرہٗ کا یہ ارشاد کہ (فناء قلب کے بعد جو عدم پیدا ہوتا ہے۔ وہ فناء نفس کا مقدمہ ہے) ہمارے اس قول کی تائید کرتا ہے +

فائدہ (۱۰) مکاتیب[۲] معصومیہ۔ فنا و عدم کے معنی تحقیق کے ساتھ معلوم کرنا سالک راہ کے لئے ضروری ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر رحمۃ اللہ علیہم کی عبارتوں میں جو عدم مستعمل ہوا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اسم الٰہی جل سلطانہٗ

---

[۱] مکتوب صد و نہم جلد دوم ۱۲ +

[۲] مکتوب دوازدہم جلد اول ۱۲ +

کی ہستی جو عارف کا مبدا تعین ہے جذب اور محبت کے رستہ سے سالک کے اوراک پر اس طرح طاری ہو جائے کہ سالک اس کے مقابلہ میں چھپ جائے اور اپنی ذات واوصاف کو گم کردے۔ وجود عدم یعنی وہ وجود اور بقا جو عدم کے بعد ظاہر ہوتی ہے اس کے معنے اسی ہستی کے ثابت ہونے کے ہیں +

وجود عدم کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ سالک میں وصف عدم پیدا ہو جائے پس یہ عدم اور وجود عدم فنا اور بقاء جذبی کے معنے میں ہے۔ لیکن اس ظہور کا دوام نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے جو فنا و بقا اس پر شامل ہوگی وہ بھی ہمیشہ نہ رہیگی پس وہ سالک جس کی یہ حالت ہو بشریت کے رجوع سے بیخوف نہ رہے۔ کیونکہ جب تک اس حالت کا ظہور رہے سالک کی ہستی چھپی ہوئی ہے۔ جب ظہور چھپ جائیگا بشریت کا وجود واپس ہوگا +

فناء حقیقی کے معنی یہ ہیں کہ ہستی مطلوب عارف پر اس طرح غالب ہو جائے کہ عارف اپنے اوصاف اور اخلاق کو مطلوب کے اوصاف اور اخلاق کا پرتو جانے اور اپنے تمام اوصاف اور اخلاق کو بالکل اوصاف اور اخلاق الٰہی جانے اور تمام نسبتوں سے خالی ہو جائے تا کہ کسی نسبت کو اس پر راہ نہ ملے وجود فنا اسی بقا کو کہتے ہیں جو اس فنا پر مترتب ہو +

سالک نئی ہستی میں وجود موہوب کے ساتھ موجود ہوتا ہے پس اس فنا اور بقا کا ہمیشہ رہنا لازم ہے۔ اب اس میں وجود بشریت کے لوٹنے کا اندیشہ باقی نہیں رہا +

پہلی صورت میں سالک کی ہستی چھپ جاتی ہے اور دوسری صورت میں اس کی ہستی فنا ہو جاتی ہے۔ اس سے دونوں حالتوں کا فرق ظاہر ہو گیا چھپ جانے والا کبھی ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی پوشیدہ رہتا ہے۔ اور فنا ہونیوالا واپس نہیں ہوتا +

پہلی فنا نہ سالک کی مطلوب ہے اور نہ ولایت کا اس سے کچھ تعلق۔ دوسری فنا سالک کی مطلوب اور حصول مقام ولایت کی شرط ہے +

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طالب کو پہلی حالت میں دوسری حالت کا شبہ ہو جاتا

ہے۔ حالت عدم کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے اپنے کو فانی حقیقی سمجھ لیتا ہے۔ یہ مقام سالک کی لغزش گاہ ہے اس مقام سے گذرنے کے لئے بعنایت الٰہی ایسے پیر کامل کی ضرورت ہوتی ہے جو جذب اور سلوک دونوں سے تربیت پاکر انتہا کو پہنچا ہوا ہو۔ تاکہ بیچارے بھٹکے ہوئے سالک کو اس بھنور سے نکالے اور اُس کی غلطی کو اس پر ظاہر کر کے فناء حقیقی کی طرف رہنمائی کرے +

سوال جب مطلوب کی ہستی کا ظہور دونوں صورتوں میں ہے تو پھر ایک حالت ہمیشہ کیوں نہیں رہتی۔ اور دوسری کیوں رہتی ہے۔ اور ایک حالت ولایت کو کیوں ثابت نہیں کرتی ہے اور دوسری کیوں ثابت کرتی ہے +

جواب۔ پہلی صورت یعنی عدم میں طالب مطلوب تک واصل نہیں ہوا ہے! ورنہ اس کا جذب سلوک میں ضم ہوا اور نہ وہ مقام قلب سے ترقی کر کے مقلب القلوب میں واصل ہوا۔ ابھی طالب اور مطلوب میں پردہ ہے لیکن جذب اور محبت کی وجہ سے پردوں کے پیچھے سے مطلوب کا پرتو طالب کا باطن میں چمک رہا ہے اور اس کو اس کی ہستی سے بھلا رہا ہے۔ چونکہ پردہ بیچ میں حائل ہے اس لئے یہ حالت ہمیشہ نہیں رہتی پس وجود بشریت کے لوٹنے سے بیخوف نہ رہے۔ چونکہ حالت ظاہرہ مطلوب کے ظلال سے ایک ظل اور اس کے پرتوؤں سے ایک پرتو ہے۔ سایہ کی اتنی قوت نہیں کہ سالک کے اوصاف اور تعلقات غیری کو سلب کر کے اس کو فناء حقیقی تک پہنچا سکے۔ اس لئے سالک اس حالت میں اپنے اوصاف اور نسبتوں سے نہیں نکل سکتا ہے اور فناء حقیقی تک نہیں پہنچ سکتا ولایت جذب اور سلوک کے مجموعہ سے وابستہ ہے +

تنہا مرتبہ جاذب کے حصول کی وجہ سے اس حالت پر ولایت کا نام صادق نہ ہوگا۔ دوسری صورت میں عارف مقام قلب سے نکلکر مقلب القلوب میں واصل ہو چکا ہے اور جذب و سلوک کے معاملہ کو انجام تک پہنچا چکا ہے اور مطلوب کو بے پردہ آغوش میں لے چکا ہے۔ اس لئے اس کے حق میں ظہور دائمی ہے اور بشریت کے رجوع سے وہ بیخوف۔ کیونکہ کوئی پردہ بیچ میں حائل نہیں رہا۔ تاکہ محجوبیت متصور ہو سکے۔ وہ وجود اور کمالات جو ممکن کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اور

مطلوب کے کمالات اور وجود کے ظل ہیں مطلوب کے مخفی رہنے کی وجہ سے سالک ان کمالات اور وجود کو اپنی ذات سے منسوب کر رہا تھا۔ امانت میں خیانت کر کے برابری کا مدعی بنا تھا۔ مگر اب اصل کے طلوع ہونے کے وقت ظل کو اصل پر حوالہ کر کے نسبتوں سے خالی ہو کر صحرائے عدم کی طرف کوچ کرتا ہے اور فنا حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اب جو فنا اور بقا مترتب ہوگی اس پر اسم ولایت کا اطلاق درست ہوگا +

رعایت کے دیدار کو اصل کے تفویض کرنا تجلی صفاتی کی وجہ سے ہے اور کمال اس کا تجلی ذاتی سے وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کا پورا ہونا اس مقام سے گذرنے پر موقوف ہے +

فائدہ (۱۱) مکاتیب[^۱] معصومیہ۔ **سوال**۔ فنا کے معنی ماسوا کو بھولنے اور عدم کو پورے طور پر زائل کر دینے کے ہیں پس فنا کے حاصل ہونے کی صورت میں اگر سالک کو اس کے فنا کا علم ہے تو ابھی اس کو فنا حاصل نہیں ہوئی۔ اگر علم باقی نہیں رہا تو وہ کس طرح سے کہتا ہے کہ مجھ کو فنا حاصل ہوئی ہے اور اکثر ارباب فنا نے اس مقام کی خبر دی ہے +

جواب۔ حالت فنا کے ختم ہونے کے بعد سالک معلوم کرے گا کہ فنا حاصل ہوئی ہے اور اس کی خبر دیگا +

فنا کے ہمیشہ رہنے کی صورت میں جیسا کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ العزیز کا مختار ہے فنا کے لئے بقا لازمی ہے سالک عین فنا میں باقی اور عین بقا میں فانی ہے پس اس مقام میں عارف کے صفات اور افعال اس سے فانی ہو کر اللہ تعالٰے کے صفات اور افعال کے ساتھ باقی ہونگے +

مثلاً سالک کا علم اس سے فنا ہو کر اللہ تعالٰے کے علم کے ساتھ بقا پائیگا اسی طرح تمام صفتیں۔ اس لئے اگر عارف فانی اس مقام میں کسی شے کو علم باقی سے معلوم کرے تو اس کی فنا کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے فنا شدہ علم سے معلوم نہیں کیا ہے تاکہ اعتراض لازم آسکے +

[^۱]: مکتوب نود و سوم جلد اوّل ۱۱+

یہ علم ہی دوسرا ہے جس سے سالک ادراک کر رہا ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ میں نے اللہ کو اللہ سے پہچانا اور اللہ کو اللہ کے نور سے پایا +

سالک کی یہ معرفت اس کے نسیان کی مخالف نہیں ہے +

دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فنا ایک لطیفہ کی تھی اور علم دوسرے لطیفہ سے ہے۔ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ فنا کی ہمیشگی کی صورت میں جس طرح عارف فنا سے پہلے تھا اسی طرح فنا کے بعد بھی ہے۔ زن و فرزند اور دوست و احباب کو پہلے کی طرح پہچانتا ہے اس لئے اگر باطن کے بعض حالات سے واقف رہے تو کوئی تعجب نہیں۔ اگر تم کہو کہ محل دانش قلب ہے جب قلب فانی ہوگیا تو ظاہر بھی دانش سے محروم رہیگا۔ ہم جواب دینگے کہ بغیر دانش قلب کے ظاہر کا دانش سے محروم رہنا اور دانش کا قلب پر موقوف رہنا ناجائز ہے۔ کیونکہ ہم علانیہ دیکھتے ہیں کہ قلب ماسوا کی دید و دانش سے مطلقاً چھوٹ جاتا ہے مگر ظاہر کی دانش بدستور باقی رہتی ہے۔ اگر اس قول کے اور دوسرے معنی ہوں تو وہ بھی ہمارے مدعا کے مضر نہیں +

تحقیق یہ ہے کہ فناءِ قلب ثابت ہونے کے بعد قلب کا جس دانش سے تعلق تھا وہ دوسرے مقام پر منتقل ہو جاتی ہے اور وہی مقام دانش کا محل ہو جاتا ہے والسلام والاکرام اولاً و آخراً +

فائدہ (۱۲) مکاتیب[۱] معصومیہ۔ **سوال**۔ صاحب نزہت کا قول ہے ؎

گوئیں رعناں خود چہ تابے	گم شو کہ چو گم شوی بیابے
ایں نکتہ نمود نا صوابم	چوں گم شوم انگھے چہ یابم
یابندہ اگر کسے دگر خواست	از گم شدنم پس او چہ بخواست

جواب۔ مختصر یہ ہے کہ گم ہونا ماسوا کی نسبت ہے اور یافت کی نسبت حق جل شانہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لئے دونوں میں کوئی منافات نہیں مفصل **جواب** یہ ہے کہ گم ہونا مقام فنا میں جو عین الیقین کا مقام ہے متحقق ہے

[۱] مکتوب نود و چہارم جلد اول ۱۲ +

کیونکہ اس مقام میں علم عینیت کا منافی ہے +

مقام بقا کی یافت عین الیقین میں حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے گم ہونا یافت کی شرط ہے۔ اگرچہ دونوں ایک وقت میں جمع نہ ہوں۔ اب کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا ہے +

یہ مطلب اس صورت میں ہے اگر ہم یافت سے ادراک مرکب کا ارادہ کریں۔ اگر ادراک غیر مرکب کا ارادہ کریں تو گم ہونے کے وقت ادراک بسیط حاصل ہوگا کسی بزرگ کا قول ہے۔ رباعی

از حضرت ذات بہرہ استہلاک ست — استہلاکے کہ از تصور پاک ست

آں معرفتے کہ نامش ادراک بسیط — آنجا چہ محل دانش و ادراک ست

اب کوئی اعتراض نہ رہا کیونکہ فنا مذکور شہودی ہوئی نہ کہ وجودی۔ اگر فنا وجودی فرض کی جائے تو وہی جواب ہوگا جو پہلی صورت میں دیا گیا۔ کیونکہ وجود موہوب کی ایجاد کے بعد جو ولایت ثانیہ سے متعلق ہے یافت حاصل ہے +

فائدہ (۱۳۱) مکاتیب[1] معصومیہ۔ ذوق و شوق و وجد کا جوش جو سکر اور غلبہ محبت سے پیدا ہوا تھا وضاحت سے انجام کو پہنچا مبارک ہو۔ خدائے پاک تمہارے ذوق و شوق کو زیادہ کرے۔ محبت ہی کے جوش نے لطیف اور کثیف رذیل اور شریف اوصاف کو برابر کر دیا ہے۔ محبت ہی کے سکر نے اسلام اور کفر کو مساوی کر کے برائیوں کو چھپا دیا۔ اور محبوب کے سوا سب کو بھلا دیا ہے یہ پھول مقام جمع کے چمن سے شگفتہ ہوئے ہیں۔ یہ حیرت اور عدمیت مقام عین الیقین سے آئی ہے۔ جو فنا اور بے شعوری کا مرتبہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مقام بہت اچھا ہے مگر اس میں ٹھیر جانا اچھا نہیں ہے۔ فنا اگرچہ کمال ہے مگر دوسرے کمالات کا زینہ اور مقام قرب میں عروج کرنے کی شرط ہے ؎

ہیچکس را تا نہ گردد او فنا — نیست رہ در بارگاہ کبریا

جب تلک کوئی نہ ہو جائے فنا
بارگاہ حق میں پائے راہ کیا

[1] مکتوب بست و ششم جلد اول ۱۲ +

فائدہ (۱۴۳) مکاتیب مجددیہ۔ اگر کوئی شخص شطحیات کی گفت گو کرے اور سب کے ساتھ مقام صلح میں رہے اور سب کو سیدھے رستہ پر خیال کرے اور حق و خلق میں تمیز نہ کرے اور امکان و وجوب کے وجود کا قائل نہ ہو تو اگر وہ مقام جمع میں پہنچکر کفر طریقت سے موصوف ہو چکا ہے اور ماسوا کو بھول گیا ہے تو وہ مقبول ہے اور اس کی باتیں اگرچہ ظاہر کے خلاف ہیں مگر وہ سُکر سے پیدا ہوئیں ہیں۔ اس لئے وہ معذور ہے ۔

اور اگر وہ اس حال اور کمال کو بغیر پہنچے ہوئے ایسی گفت گو کرتا ہے اور سب کو برحق اور سیدھے رستہ پر خیال کرتا ہے اور باطل و حق میں تمیز نہیں کرتا تو وہ زندیق اور ملحد ہے اس کا مقصود شریعت کو باطل کرنا اور اس کا مطلوب انبیاء کرام کی تبلیغ کو برباد کرنا ہے پس کلمات خلافیہ سچے سے بھی ظاہر ہوتے ہیں اور جھوٹے سے بھی۔ مگر سچے کے لئے آبحیات ہیں اور جھوٹے کے لئے زہر قاتل۔ جیسے دریائے نیل کا پانی فرعونیوں کے لئے خون ناگوار اور بنی اسرائیل کے لئے آب خوشگوار تھا اس لئے یہ مقام اہل اسلام کے لئے لغزش گاہ ہے۔ پس جو لوگ کہ ارباب سکر کے کلام کی پیروی کی وجہ سے سیدھے رستہ سے پلٹکر گمراہی اور نقصان کی گلیوں میں پریشان ہیں۔ اور اپنے دین کو برباد کر چکے ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ ان باتوں کا قبول کرنا ان شرائط پر موقوف ہے جو ارباب سکر میں موجود اور ارباب شہود میں ناپید ہیں ۔

سب سے بڑی شرط ماسوائے حق سبحانہ کو بھول جانے کی ہے جو اس قبولیت کے گھر کی دہلیز ہے سچے اور جھوٹے کا امتیاز شریعت کی پیروی سے ہوتا ہے۔ جو سچے ہیں وہ باوجود سکر اور بے تمیزی کے شریعت کے بال برابر خلاف نہیں کرتے حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ باوجود اناالحق کہنے کے قید خانہ میں ہر رات پانسو رکعتیں نفل نماز کی پڑھا کرتے تھے۔ اور ظالموں کے ہاتھ کا کھانا حالانکہ وجہ حلال سے ہوتا تھا نہیں کھاتے تھے! اور جو شخص جھوٹا ہے اس پر احکام شریعت کی تعمیل کوہ قاف کیطرح بھاری ہے بلفحوائے آیت کریمہ کہ "مسلمانوں کی ہدایت پر چلنا مشرکوں پر بہت گراں ہے۔" ان کے حال کی سچی نشانی ہے۔ اے خدائے کریم

ہم کو اپنی رحمت عطا فرما اور اپنے فضل سے ہم کو ہدایت فرما اور سلام اس پر ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔

فائدہ (۱۵) مکاتیب[1] مجددیہ۔ مشائخ قدس اللہ اسرارہم میں سے جنہوں نے شطحی کلام کیا۔ اور ان سے ظاہر شریعت کے خلاف باتیں سرزد ہوئیں وہ کفر طریقت کے مقام پر تھے۔ جو سکر اور بے تمیزی کی جگہ ہے۔ جو بزرگان دین اسلام حقیقی کی دولت سے مشرف ہو گئے ہیں وہ ان باتوں سے پاک اور مبرا ہیں۔ ظاہرا و باطنا انبیاء کرام کی پیروی کرتے اور ان کے پیرو رہتے ہیں علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔

فائدہ (۱۶) مکاتیب[2] معصومیہ۔ مرتبہ جمع سے مرتبہ فرق میں اور عین الیقین سے حق الیقین میں اور فنا سے بقا میں اور کفر طریقت سے اسلام طریقت میں عروج کرنا چاہیئے اور عدم سے وجود میں اور جہل سے علم میں جانا چاہیئے۔ تاکہ اسلام کا حسن جلوہ گر اور کفر کی برائی ظاہر ہو۔

چھٹی ھدایت

مقام بقا کے بیان میں

اسمیں چار فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[3] معصومیہ۔ جب سالک کی اس مقام سے ترقی ہوتی ہے اور جس فنا میں وہ گم ہوا تھا اس کے اوصاف اور اخلاق اس پر ظاہر ہوتے ہیں اور وہ ان سے مزین ہو جاتا ہے اور حق الیقین اس پر ظاہر ہوتا ہے۔ تب وہ فنا سے بقا میں عروج کرتا ہے۔ اس وقت اسلام کا حسن اس پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور حیرت و مدہوشی سے نکل جاتا ہے اور خدائے تعالےٰ کو خود خدائے تعالےٰ سے پاتا ہے۔ نہ اپنے سمجھ اور اپنے علم سے (جو اس سے فنا ہو چکے ہیں) خدائے پاک فرماتا ہے کہ کیا ہم نے انسان مردہ کو زندہ نہیں کیا اور کیا ہم نے اس کو ایسا نور عطا نہیں کیا جس سے وہ لوگوں میں پھرتا ہے۔

---

[1] مکتوب نود و پنجم جلد دوم ۱۲
[2] مکتوب بست و ششم جلد اول ۱۲
[3] مکتوب چہل و ہشتم جلد دوم ۱۲

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس کو میں نے شہید کیا اس کی دیت میں ہوں[۵]

باد رو بساز چوں دوائے تو منم   در کس منگر چو آشنائے تو منم

درد پیدا کر دوا میں ہوں تیری

مجھ میں گم ہو تو شفا میں ہوں تیری

گر بر سر کوئے عشق ما کشتہ شوی   شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

میری خاطر تو فنا ہو گا اگر

شکر دل سے کر بقا میں ہوں تیری

فائدہ (۲) مکاتیب معصومیہ۔ آپ نے عالم میں جو دیکھا تھا کہ فقیر آپ سے یہ کہہ رہا ہے کہ فنا فی اللہ ہونے کی کوشش کرو نہ بقا باللہ کی۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ابھی بقا کا وقت نہیں آیا ہے۔

نیز یہ معنی بھی ہیں کہ بقا محض بخشش الٰہی کا نام ہے جس سے پہلے فنا نیست کا ہونا ضروری ہے پس اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بقا حاصل کرنے کی فکر مت کرو کہ وہ خود بخود فنا کامل حاصل ہونے کے بعد تمہاری کوشش کے بغیر محض اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے سرفراز ہو جائیگی۔ بخلاف فنا کے کہ اگرچہ وہ بھی اللہ تعالٰے کی ایک بخشش ہے مگر اس کے آغاز کے لئے کسب اور محنت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ فنا نابودی یعنی مٹ چکنے کو کہتے ہیں۔ جو نفی کا نتیجہ ہے۔ اور نفی ایک کسبی شے ہے پس جاننا چاہیئے کہ خود کی نفی کرنا طریقت ہے اور نفی ہو جانا حقیقت ہے۔

طریقت ظاہر میں کسب سے وابستہ ہے۔ اور حقیقت بخشش الٰہی پر منحصر ہے فنا فی اللہ ہو یعنی اس کے مقدمات حاصل کرنے میں کوشش کرو۔ اور اپنی نفی کو کمال پر پہنچاؤ تاکہ کمال درجہ کی نیستی حاصل ہو۔ علاوہ اس کے سیر و سلوک کا مقصود ماسوائے حق سبحانہ کی گرفتاری سے چھوٹنا اور نفس کی برائیوں اور خودی سے رہائی پانا ہے۔ جو مقام فنا میں حاصل ہوتا ہے۔ اور بقا سالکوں کی لغزش کر جانے کا مقام ہے کیونکہ اس میں بعض ناقصوں کو یہ وہم پیدا ہو جاتا ہے کہ بندہ عین حق ہو گیا ہے حالانکہ خدا کی شان نہایت بلند ہے۔

---

[۵] مکتوب سی و ہشتم جلد سوم ۱۲

اس توہم کے دفعیہ کا یہ علاج ہے کہ سالک اپنے اخلاق بشری سے رہائی پانے کے بعد اخلاق حسنہ الٰہیہ سے متصف ہوتا ہے۔ یہی فنا اور بقا کی حقیقت ہے اس لئے کہا گیا کہ فنا ہو یعنی فنا کے طالب ہو بقا کے طالب مت ہو کہ اگر وہ نعمت عظمیٰ سرفراز ہوگی تو خود بخود ہوگی۔ امید ہے کہ اس صورت میں تم لغزشوں سے محفوظ رہو گے +

فائدہ (۳) مکاتیب[1] معصومیہ۔ جو سالک اپنے کو عالم کشف میں زیور سے آراستہ اور موتیوں اور یاقوت سے پیراستہ دیکھتا ہے۔ درحقیقت وہ اس کے حق میں بقا کی خوشخبری ہے +

فائدہ (۴) مکاتیب[2] معصومیہ۔ تم جو اپنے آپ کو انوار میں گھرا ہوا اور نور کے دریاؤں کو اپنے اندر حلول کرتے ہوئے دیکھتے ہو اور نور کے ہر جزو کو اپنا جزو جانتے ہو یہ سب بقا کی علامت ہے +

ساتویں ہدایت

مراتب ظلال اور ولایت صغریٰ کے بیان میں

اس میں چھ فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[3] معصومیہ۔ واضح ہو کہ اشخاص عالم یعنی سارا جہان خدائے تعالےٰ کے اسما اور صفات کے ظلال ہیں +

اس امر کو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ ہر ایک اسم کے کتنے ظلال طے کرنے کے بعد ہر ایک شخص تک نوبت پہنچی ہے پس ہر ایک سالک فنا اور بقا کے مدارج میں ترقی کرتے کرتے اس اسم کے ظل تک پہنچتا ہے۔ جو اس کا مبداء تعین ہے۔ اور یہ اپنی جملہ نسبتوں یعنی تعلقات کو اس اخیر ظل کے حوالہ کر کے جو سالک سے پیوستہ ہے اس اسم کے اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے کیونکہ

---

[1] مکتوب سی و ہفتم جلد سوم ۱۲ +
[2] مکتوب صد و دوم جلد اول ۱۲ +
[3] مکتوب چہل و ہفتم جلد اول ۱۲ +

ہر اسم اسماء اور صفات الٰہیہ کا مجموعہ ہے۔ پس اس اسم سے موصوف ہونے کے بعد جب وہ اور اوپر ترقی کرتا جاتا ہے تو ہر ایک تحتانی اسم کو فوقانی اسماء پر چھوڑتا ہوا ان کے اصول میں داخل ہوتا ہوا سالک اپنی اصل سے واصل ہو جاتا ہے۔ کہ اصل کی اصل میں جو گویا دوسری اصل ہے۔ پھر اسی طرح تیسری اور چوتھی اور پانچویں اصل میں واصل ہوتا ہوا جہاں تک منظورِ خدا ہو اخیر اسم میں بقا پاتا ہے۔ کون ایسا صاحبِ اقبال ہو گا جو ظلال کے تمام مراتب سے گذر کر اصل اسم الٰہی سے جو اس کا مربی ہے واصل ہو +

فائدہ (۲) مکاتیب[ا] مجددیہؒ۔ یہ اصول باوجودیکہ ان کی تعداد کثیر ہے اور ان کے مراتب بلند تاہم یہ اصول سالک کے اجزاء ہو جاتے ہیں۔ تاکہ قطرہ کو دریا اور تنکے کو پہاڑ بنائیں +

جب یہ اصول سالک کے اجزاء ہو جائیں گے تو ان کے کمالات اور برکات سے بھی اس کو پورا حصہ ملے گا۔ اور سالک ان تمام اصول کے کمالات کا جامع ہو جائے گا۔ پس اس سے انسان کامل اور دیگر انسانوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ انسان کامل دریائے محیط ہے اور اور انسان اس کے حقیر قطرے ہیں اس لئے انسان کامل کی شناخت دشوار ہے اور اس کے کمالات بے پایاں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ خدایا تو نے اپنے دوستوں کو سبحان اللہ کیا مرتبہ عطا فرمایا ہے جس نے ان کو پہچانا تجھے پہچانا۔ اور جس نے تجھے نہ پہچانا ان کو نہ پہچانا +

جس طرح انسان کامل اور انسان ناقص میں بلحاظ کمالات اور عدم کمالات فرق ہے۔ اسی طرح ان کی نیکیوں اور عبادتوں میں بھی فرق ہے پس جس شخص کو سو زبانیں دی جائیں اور وہ ہر زبان سے یادِ حق کرتا ہو اس کو ایسے شخص سے کیا مناسبت جس کو ایک زبان دی گئی ہو اور وہ اسی سے یادِ حق کرتا ہو۔ اسی پر ایمان اور معرفت اور تمام کمالات کو قیاس کرنا چاہیئے +

فائدہ (۳) مکاتیب[ب] مجددیہؒ۔ ظلال کا دائرہ خلائق کے تعینات کے

[ا] مکتوب سی ام جلد سوم ۱۲ +

[ب] مکتوب دو صد و ہفتم جلد اول ۱۲ +

مبادی کو شامل ہے سوائے انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔ ہر اسم کا ظل مبدا تعین شخصی ہے۔ یہانتک کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا مبدا تعین (جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضل بشر ہیں) اس دائرہ میں سب کے اوپر ہے +

فائدہ (۴) مکاتیب[۵۱] معصومیہؒ۔ حضرت مجدد قدس اللہ سرہٗ الاقدس نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کی بہشت اپنے درجوں کی بلندی اور پستی میں اس اسم الٰہی کا مظہر ہے جو اس سالک کا مبدا تعین ہے۔ اور وہ جنت کے نہروں اور درختوں اور حور و قصور کے لباس میں حسب مراتب اسماء و صفات الٰہیہ بہ تفصیل اندازہ بلندی اور پستی اور جامعیت و بلا جامعیت کے جلوہ گر ہوا ہے +

فائدہ (۵) مکاتیب[۵۲] معصومیہؒ۔ جاننا چاہئے کہ مبدا تعین اسم کے ظلال تک پہنچنے اور اس کے مراتب میں سیر کرنے کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں جو اولیاء کی ولایت ہے +

فائدہ (۶) مکاتیب[۵۳] معصومیہؒ۔ واضح ہو کہ ولایت صغریٰ کے کل کمالات میں بہترین شئے مراقبہ اور ذکر قلبی اسم ذات اور نفی و اثبات ہے +

آٹھویں ہدایت

ولایت کبریٰ اور مراتب اصول کے بیان میں

اسمیں نو فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[۵۴] مجددیہؒ۔ اس کے بعد اگر دائرہ اسماء و صفات میں جو دائرہ ظل کی اصل ہے سیر فی اللہ کے طور پر عروج واقعہ ہو تو یہ ولایت کبریٰ کی ابتدا ہے۔ ولایت کبریٰ اصل میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے لئے مخصوص ہے۔ ان کی اتباع میں ان کے اصحاب کرام کو بھی اس دولت کا حصہ

[۵۱] مکتوب بست و چہارم جلد اول ۱۲ +
[۵۲] مکتوب چہل و ہفتم جلد اول ۱۲ +
[۵۳] مکتوب صد و سی و ہشتم جلد اول ۱۲ +
[۵۴] مکتوب دوصد و شصتم جلد اول ۱۲ +

ملتا ہے۔ اس دائرہ کا نصف تحتانی حصہ اسماء اور صفاتِ زائدہ کو اور اوپر کا نصف حصہ شیون اور اعتباراتِ ذاتیہ کو شامل ہے۔ اس کے بعد اگر فضلِ ایزدی سالک کے شاملِ حال ہو تو مقامِ صفات اور شیونات سے آگے کو ترقی ہوگی۔ اور اُن کے اصول کے دائرہ میں سیر ہوگی۔ اس دائرہ سے گزرنے کے بعد اس کے مافوق دائرہ میں جو کہ اصل الاصل ہے سیر ہوتی ہے +

اس کے ختم ہونے کے بعد ایک قوس ظاہر ہوتی ہے اس کو بھی طے کیا جاتا ہے۔ اگر قوس کے سوا اور کچھ ظاہر نہ ہو تو اسی کو کافی سمجھنا چاہیئے یہاں ایک راز ہے جس کو ظاہر نہیں فرمایا گیا۔ اسماء اور صفات کے یہ تین اصول جو مذکور ہوئے ذاتِ الٰہی کے اعتبارات ہیں۔ اور صفات و شیوناتِ الٰہیہ کے مبدا ان تین اصول کے کمالات کا حاصل کرنا نفسِ مطمئنہ کے لئے مخصوص ہے۔ اور اُس کو اسی مقام میں پہنچکر اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اور حصول شرحِ صدر کا بھی یہی مقام ہے۔ نیز سالک اسلامِ حقیقی سے مشرف ہوتا ہے۔ اسی مقام میں نفسِ مطمئنہ تختِ صدر پر جلوس کرتا ہے۔ اور مقامِ رضا میں رسائی پاتا ہے یہ مقام ولایتِ کبریٰ کا منتہا ہے۔ جو انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے +

فائدہ (۲) مکاتیب[۱] مجددیہ۔ باوجودِ اطمینان نفس بدن کے اجزائے جو مختلف طبیعتوں سے مرکب ہیں۔ ہر ایک کی طبیعت ایک امر کی خواہاں اور دوسرے امر سے گریزاں رہتی ہے۔ اس لئے سرکشی سے باز نہیں رہتا (اگر کسی میں قوتِ شہوانی ہے تو اسی قالب سے پیدا اور اگر غضبی ہے تو اسی سے ہویدا مثلاً جسم کا جزوِ ناری باوجود اطمینان نفس خود پسندی اور مغروری سے باز نہیں آتا۔ اور اس کا جسم خاکی اپنے اوندے پنے اور کمینے پن سے شرمسار نہیں ہوتا۔ یہی حالت تمام اجزاء کی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ تمام حیوانات ہیں باوجود اُن کے نفس ناطقہ نہ رکھنے کے سب صفاتِ رذیلہ ان میں موجود ہیں۔ یعنے شہوت و غصہ و حرص وغیرہ سے وہ متصف ہیں) پس اجزاءِ جسمیہ کا یہ جد و جہد اور ان کی باہمی مخالفت جو مصلحتوں اور منفعتوں کے لئے ہے ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ مگر امید ہے کہ نفس کی نافرمانی

---

[۱] مکتوب پنجاہم جلد دوم ۱۲ +

بفضلہ تعالےٰ ترک مستحبات سے زیادہ موثر نہ ہوگی۔ اور مکروہ تنزیہی کے ارتکاب سے آگے نہ بڑھے گی۔

فائدہ (۳۳) مکاتیب[۵۱] معصومیہؒ۔ آپ نے لطیفہ روحی اور سری اور خفی اور اخفیٰ کی فنائیت کے علامات اور باہمی امتیاز کی کیفیات دریافت کی تھیں۔ بالفعل تفصیل کا وقت نہیں ہے۔ اتنا معلوم کر لو کہ نفس کی فنا اگر تمام وکمال حاصل ہو جائے تو ان لطائف کی فنائیت کو شامل ہے کیونکہ نفس ہی ان دس لطیفوں کا سردار ہے۔ فنا سے پہلے اور فنا کے بعد بھی۔ خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا فی الدین۔

فائدہ (۳۴) مکاتیب[۵۲] معصومیہؒ۔ واضح ہو کہ نفس کی فنا اور فنائیت کا اطمینان جس پر اسلام حقیقی موقوف ہے۔ اگرچہ اس کی ابتدا ولایت صغریٰ سے ہوتی ہے۔ مگر اس کی تکمیل ولایت کبرے کے کمالات کے حصول پر منحصر ہے بلکہ دوائر محبت یعنی اصول ثلاثہ کے حاصل کرنے کے بعد جو کہ دائرہ اقربیت یعنی دائرہ اسماء وصفات وشیون واعتبارات کے اوپر ہیں۔ اور ولایت کبریٰ انہی تینوں اصول اور دائرہ اقربیت کا مجموعہ ہے پس دائرہ ولایت کبریٰ عالم امر کے عروج کی انتہا ہے۔ اس کے اوپر عالمِ امر کا گذر نہیں ہے۔ البتہ نفس ان اصول کے کمالات کے حصول کا امیدوار ہے حقیقی اطمینان اور شرح صدر اسی مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے تحریر فرمایا ہے کہ نفس مطمئنہ ہو کر شرح صدر کے حاصل ہونے کے بعد جو ولایت کبریٰ کے لوازم سے ہے اپنے مقام سے عروج کرتا ہوا تختِ صدر پر قیام کر کے تمکین کی سلطنت کو حاصل اور ممالکِ قرب پر غلبہ پاتا ہے۔

یہ تخت نشینی حقیقت میں مرتبۂ ولایتِ کبریٰ کے تمام مقامات کے اوپر ہے اگر کوئی (سوال) کرے کہ نفس کا مقام دماغ میں ہے جو اس کو سینہ پر برتری

---

[۵۱] مکتوب صد وسی وسوم جلد اول ۱۲۔

[۵۲] مکتوب نود وہفتم ونیز مکتوب نود ویکم جلد دوم ۱۲۔

حاصل ہے۔ اس لئے اس کا سینہ میں اُترنا ظاہراً تنزل ہے۔ پھر اس کو عروج کیونکر کہتے ہیں ✦

جواب۔ دماغ کو سینہ پر ظاہر میں اگرچہ برتری ہے لیکن حقیقت میں معاملہ برعکس یعنی سینہ کو دماغ پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ سر غرور اور خودی کا مقام اور تکبر و انانیت کا مقر ہے۔ اور سینہ ایمان اور الہام اور واردات کا محل اور انوار و اسرار کا موطن ہے۔ آیت کریمہ۔ اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ترجمہ۔ جس شخص کا سینہ اللہ تعالے نے دین اسلام کے لئے کھولدیا تو اس نے خدا کا نور پالیا۔ اور حدیث شریف میں ہے النور اذا دخل الصدر انفتح ترجمہ نور جب کسی کے سینہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ کشادہ ہوجاتا ہے اس دعوےٰ کی دلیل ہے ✦

پس نفس جب رذیل اوصاف سے پاک ہوکر خود پسندی اور غرور کے دعوے سے باز آجاتا ہے تو بموجب آیت کریمہ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ الظَّالِمِ اَهۡلُهَا ترجمہ۔ اے میرے خدا مجھ کو اس گاؤں سے رہائی دے جس کے باشندے ظالم ہیں، اپنی جگہ کو چھوڑ کر نافرمانی کی سرزمین سے ہجرت کرتا ہے اور لطائف عالمِ امر کا جو صالحین سے ہیں پڑوس اختیار کرلیتا ہے۔ اور بمصداق حدیث شریف خِيَارُكُمۡ فِي الۡجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمۡ فِي الۡاِسۡلَامِ اِذَا فَقِهُوۡا ترجمہ۔ کفر اور جہالت میں جو لائق ہوتے ہیں وہ اسلام میں بھی دینی سمجھ حاصل کرنے کے بعد لیاقتمند ہوتے ہیں ✦

وہ عالمِ امر کے لطائف کا بھی رئیس بن جاتا ہے۔ اور تختِ صدر پر ٹھہر کر تمکین کی سلطنت پیدا کرتا ہے۔ تختِ صدر حقیقت میں ولایت کبریٰ کے تمام مقامات کے عروجات میں بالاتر ہے۔ صاحب تخت کی نظر باطن کے بطون میں نفوذ کرتی ہے۔ اس لئے مطمئنہ کو نہ مخالفت کی گنجائش رہتی ہے اور نہ سرکشی کا موقع۔ چونکہ وہ اپنی ہستی اور خودی سے قربت اور نیستی میں آگیا اور عالم کے ہر قسم کے لگاؤ اور تعلقات سے خالی ہوکر اُن نسبتوں کو اُن کے اہل کی تفویض کرچکا ہے اور موت اور عدمیت کے ساتھ موافقت کرچکا ہے

اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس کو یہ بزرگترین مرتبہ عطا فرمایا۔ اور اس سلطنت کی خلعت سے مشرف کیا فَانْظُرْ اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ترجمہ اب تو اللہ تعالےٰ کی رحمت پر نظر کر کس طرح اس نے مردہ زمین کو زندہ فرمایا۔ اس وقت اس کو بجائے اوصاف ذمیمہ اور عادات رذیلہ کے نیک اوصاف اور اخلاق سے نوازے ہوتے ہیں۔ اس میں نیکی کے سوا دوسرا اثر نہیں رہتا اور اب وہ لوگوں کو حق کی طرف ہدایت کر سکتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور وہ بڑا مہربان ہے +

فائدہ (۵) مکاتیب[1] معصومیہ۔ فناء نفس کا کمال یہ ہے کہ جس طرح صفات کمال اصل سے (یعنی خدائے تعالےٰ سے) ملحق ہو جاتی ہیں۔ اور عدم کے سوا سالک میں کچھ نہیں رہتا۔ اسی طرح یہ عدم بھی جو کمالات کا آئینہ ہے عدم مطلق میں ضم ہو جائے اس وقت عارف میں نہ عین باقی رہتا ہے نہ اثر آیت لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ پس اس کے بعد بموجب حدیث شریف مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ مرتبہ بقا اور مقام ولایت کبریٰ ہے۔ اگرچہ فنا اور بقا نے ولایت صغریٰ میں صورت قائم کر لی تھی لیکن حقیقی فنا اور بقا ولایت کبریٰ میں حاصل ہوتی ہے۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ عدم خاص کا عدم مطلق میں شامل ہونا ولایت کبریٰ سے مختص ہے +

فائدہ (۶) مکاتیب[2] مجددیہ۔ آفاق اور انفس کی سیر کے بعد جو سیر حاصل ہوتی ہے وہ اقربیت کی سیر ہے تجلی فعلی اور تجلی صفتی و تجلی ذاتی اسی مرتبہ میں متحقق ہوتی ہیں۔ وہم کے اشمات اور خیال کے تعلقات سے سالک کو اس مقام میں نجات ملتی ہے۔ کیونکہ وہم اور خیال کی سلطنت آفاق اور انفس تک ہے ان کے اوپر اس کو کچھ قابو نہیں ہے وہم کی انتہا ظل تک ہے۔ جہاں ظل کا لگاؤ نہیں ہے وہاں وہم کا بھی علاقہ نہیں ہے۔ اس لئے ولایت ظلی کے سالک کو موت کے بعد وہم سے خلاصی ملتی ہے۔ کیونکہ اس کا وہم اس کی موت کے

---

[1] مکتوب صد و پنجاہ و دوم جلد سوم ۱۲ +

[2] مکتوب سوم جلد دوم ۱۲ +

ساتھ معدوم ہوتا ہے بخلاف ولایت اصلی کے کہ ولایت کبرٰے میں وہم اور خیال کی قید سے اس دار دنیا میں رہائی ملجاتی ہے۔ باوجود قید وہم کے وہم سے آزادی ہوتی ہے +

جو بات پہلی جماعت کو یعنی صاحب ولایت صغریٰ کو آخرت میں حاصل ہو گی وہ دوسری جماعت یعنی صاحب ولایت کبریٰ کو اسی دارِ دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے ولایت ظلی میں اس دار دنیا میں مطلوب کا حصول وہمی اور خیالی ہے۔ ولایت اصلی میں مطلوب کا حصول وہم اور خیال سے پاک ہے +

غالباً اسی وجہ سے حضرت مولانا روم نے وہم کی قید اور خیال کی پابندی سے تنگ آکر موت کی آرزو کی تھی تاکہ مطلوب کو وہم اور خیال کے لباس سے عریاں حاصل کریں چنانچہ آپ نے مرض الموت میں لوگوں کو الفاظ دعائیہ عافاک اللہ (اللہ تعالےٰ آپ کو صحت دے) کہنے سے منع کیا تھا ؂

من شوم عریاں زتن او از خیال   تا خرامم در نہایات الوصال

میں ہوں عریاں تن سے اور وہ از خیال
تاکہ پہنچوں میں بہ قرب و اتصال

فائدہ (۷) مکاتیب[1] مجددیہ۔ آفاق اور نفس کے آئینوں میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ ظلیت کے داغ سے ملوث ہے پس نفی کی ضرورت اصل کے اثبات کیلئے ہے۔ جب نفس اور آفاق سے معاملہ آگے بڑھ گیا ظلیت کی قید باقی نہ رہی دائرہ ظلال کے منتہیوں کو تجلی برقی جو مرتبہ اصل سے پیدا ہے حاصل ہوتی ہے تاکہ وہ بھی ایک ساعت کے لئے آفاق اور نفس کی قید سے رہا ہو جائیں +

اگر جو جماعت آفاق اور نفس کے دائرہ سے گذر گئی ہے اور ظل کو طے کر کے اصل میں مل گئی ہے اس کے لئے یہ تجلی دائمی ہو جاتی ہے۔ ان بزرگوں کا مقام دائرہ اصل ہے جہاں سے تجلی برقی کی پیدائش ہے +

ولایت ظلی یعنی دائرہ ولایت صغریٰ میں تجلی برقی کا حصول انتہائی کمال ہے مگر ولایت کبرٰے یعنی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں پہلا قدم تجلی برقی ہے

[1] مکتوب سوم جلد دوم ۱۲ +

اور آخری قدم تجلی دائمی۔ ولایت صغریٰ اولیاء اللہ کی ولایت ہے قدس اللہ تعالیٰ باسرارہم +

یہاں سے ولایت اولیا اور ولایت انبیا میں فرق ظاہر ہوگیا۔ کہ ولایت صغریٰ کی انتہا ولایت کبریٰ کی ابتدا ہے۔ پھر نبوت انبیا علیہم السلام کے کمالات کا کیا بیان ہو سکتا ہے۔ ولایت کبریٰ کی انتہا سے نبوت کی ابتدا ہوتی ہے۔ مگر حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے ولایت انبیا اتباع اور پیروی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل فرمائی ہے اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم سلوک کی انتہا کو ابتدا ہی میں درج کرتے ہیں +

فقیر بھی اس قدر جانتا ہے کہ نسبت اور حضور نقشبندیہ کا کمال ولایت کبریٰ سے ملحق اور اس سے مستفید و بہرہ یاب ہے۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کی انتہا تجلی برقی تک ہے +

فائدہ (۸) مکاتیب[1] معصومیہ۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میں سات سال تک مولانا عارف کے ہمراہ اس تلاش میں مصروف رہا کہ اصل سے آگاہی پاؤں۔ اسی لئے میں نے حجاز کا سفر کیا۔ اگر مولانا کے کسی مماثل بزرگ کو یا کسی مشابہت رکھنے والے کو بھی میں وہاں پا لیتا تو ہرگز واپس نہ ہوتا +

فائدہ (۹) مکاتیب[2] مجددیہ۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے فقیر کو جس طریقہ سے ممتاز فرمایا ہے وہ ابتدا سے انتہا تک نسبت نقشبندیہ ہے کہ متضمن اندراج نہایت بہ بدایت ہے اسی بنیاد پر کیسی کیسی عمارتیں تعمیر کی گئیں اور محل بنائے گئے۔ اگر اس طریقہ میں یہ بات نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ بڑھتا کہ سمرقند اور بخارا سے تخم لاکر سرزمین ہند میں جس کا خمیر خاک یثرب اور بطحا سے تیار ہوا ہے بو یا گیا۔ فضل و کمال کے پانی سے برسوں سینچا گیا اور مرتبہ ولایت کی تربیت سے پرورش کیا گیا جب وہ کھیتی کمال کے درجہ تک پہنچ گئی تو اس

---

[1] مکتوب چہل و ہفتم جلد اول و صد و چہل و چہارم جلد اول ۱۲ +

[2] مکتوب دو صد و شصتم جلد اول ۱۲ +

ہیں ان علوم اور معارف کے پھل لگے ؛
سب تعریفیں خدائے تعالےٰ کے لئے ہیں جس نے ہم کو ہدایت کی۔ اگر وہ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم کسی طرح سے راہ نہ پاتے۔ بیشک ہمارے پروردگار کے رسول دین حق لیکر آئے ؛

نویں ہدایت (۹)

ولایت علیا کے بیان میں

اسمیں نو فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب مجددیہ[۱]۔ جب سلوک کی سیر ولایت کبرےٰ تک پہنچ گئی تو خیال پیدا ہوا کہ اب سلوک پورا ہوگیا۔ عالم غیب سے یکایک ندا آئی کہ جو کچھ ظاہر ہوا ہے یہ سب تفصیل اِسْمُ الظَّاهِرُ کی تھی۔ جو عالم قدس میں اُڑنے کا ایک بازو ہے۔ دوسرا بازو جو اِسْمُ الْبَاطِنُ ہے ابھی باقی ہے۔ اگر اس کی سیر کو بھی تفصیل کے ساتھ پورا کرلوگے تو اڑنے کے لئے ہر دو بازو مہیا ہوجائینگے اس کے بعد اللہ پاک کی عنایت سے اِسْمُ الْبَاطِنُ کی سیر بھی پوری ہوگئی اور دونوں بازو مکمل ہوگئے ؛

تمام تعریفیں خدا کے لئے مخصوص ہیں جس نے ہم کو یہ راہ دکھائی۔ اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم کہاں سے رستہ پاتے۔ بیشک رسول سچا دین لے کر آگئے ہیں ؛

اے فرزند! اسم باطن کی سیر کا حال کیا بیان ہوسکتا ہے اُس کا پوشیدہ رکھنا ہی مناسب ہے۔ صرف اتنے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ اسم ظاہر کی سیر میں اگرچہ صفات کی سیر ہے لیکن اس کے ساتھ ذات ملحوظ نہیں ہے ؛

اسم الباطن کی سیر بھی اگرچہ اسما میں ہوتی ہے مگر ان کے ضمن میں ذات پاک ملحوظ رہتی ہے لیکن یہ اسما سپر کیطرح ذات حق سبحانہ کے روپوش ہوتے ہیں

[۱] مکتوب دوصد و شصتم جلد اول ۱۲

جیسے صفت العلم میں ذات العلیم مقصود نہیں ہے اور اسم العلیم میں صفت کے پردہ میں ذات بھی ملحوظ ہے کیونکہ علیم وہ ذات ہے جس کو علم حاصل ہے پس علم میں سیر کرنا اسم ظاہر کی سیر ہے اور علیم میں سیر کرنا اسم باطن کی سیر اسی مقام پر تمام اسماء وصفات قیاس کئے جا سکتے ہیں۔ اسم باطن اور اس سے تعلق رکھنے والے اسما ملائکہ ملاء اعلےٰ کے مبادی تعینات ہیں عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّاتُ +

اِن اسما کی ابتدا ولایت علیا یعنی ولایت ملائکہ ملاء اعلیٰ میں قدم رکھنے سے ہوتی ہے جو فرق کہ علم اور علیم میں اور اسم الظاہر اور اسم الباطن میں بیان کیا گیا اس کو تھوڑا مت خیال کرو اور یہ نہ سمجھو کہ علم سے علیم تک تھوڑی سی مسافت ہے۔ نہیں بلکہ جو فرق کہ مرکز خاک اور محدب عرش میں ہے وہ مثل ایک قطرہ کے ہے بمقابلہ دریائے محیط کے۔ کہنے میں نزدیک ہے اور حاصل کرنے میں بہت دور +

فائدہ (۲) مکاتیب[1] معصومیہ۔ یہ مقام ولایت کے مدارج میں سب سے بلند ہے بلکہ ولایت انبیا علیہم السلام سے بھی فوقیت رکھتا ہے +

رہی یہ بات کہ انبیاء کو ملائک پر جو فضیلت حاصل ہے وہ باعتبار ان کی نبوت کے ہے۔ اس دائرہ میں قلب کی وسعت اس وسعت سے کہیں زیادہ ہے۔ جو سابق میں حاصل ہوئی ہے۔ کیونکہ پہلے مقام میں اسما اور صفات اور شیون کی وسعت بلا لحاظ ذات تھی۔ اور اس وسعت میں ذات پاک مع کمالات ملحوظ ہے پس ظاہر ہے کہ ان دونوں وسعتوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ اسما اور صفات کو ذات کے مقابلہ میں کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اور ان کی کیا گنتی +

فائدہ (۳) مکاتیب[2] معصومیہ۔ ایک حقیقت کی فوقیت دوسری حقیقت فوقانی پر عروج کر کے قرب کے مزید مراتب کو حاصل کر لے۔ اور حقیقت فوقانی

---

[1] مکتوب صد و چہل و یکم جلد دوم ۱۲ +

[2] مکتوب صد و ہشتاد و سوم جلد اول ۱۲ +

کا سالک اپنی حقیقت میں پھنسا رہے۔ اور اپنی حقیقت سے عروج نہ کرے اور ازدیادِ مراتبِ قرب کو جس پر فضلیت کا دارومدار ہے حاصل نہ کرے ٭

آپ جانتے ہیں کہ ولایت ملاءِ اعلیٰ ولایت بشری پر فوقیت رکھتی ہے۔ مگر فضیلت خواص بشر کو ہے اس اعتبار سے کہ ان کو حقائق ملک سے آگے تک عروج ہوتا ہے اور ملک کو اپنی حقیقت سے آگے عروج نہیں ہوتا ہے وَمَامِنَّآ اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ ترجمہ۔ فرشتوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا ایک مقام مقرر نہ ہو٭

شرح مواقف میں مذکور ہے کہ ملائکہ بعض امور میں بشر پر فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر کثرتِ ثواب کی وجہ سے افضلیت بشر کو ملک پر حاصل ہے۔ نیز عالم امر عالم خلق کے اوپر ہے۔ مگر فضیلت عالمِ خلق کو ہے کیونکہ عالمِ خلق کا تقرب اللہ تعالےٰ سے اصلی ہے۔ اور عالم امر کا ظلی۔ عنصر خاک عالم امر اور عالم خلق کے سب لطائف میں نیچے کا لطیفہ ہے مگر اس کی پستی اس کی رفعت کا سبب ہوگئی۔ پس جو قرب خاکیوں کو حاصل ہے قدسیوں کو میسر نہیں سے

زمیں زادہ بر آسماں تاختہ ۔۔۔ زمین و زماں را پس انداختہ

طے زمین و آسماں کر کے بہم
خاکیوں نے عرش پر رکھا قدم

فائدہ (۴۷) مکاتیب[1] مجددیہ رضہ۔ اگر ولایت کو نبوت پر فضیلت ہوتی تو ملائکہ ملاءِ اعلےٰ جن کی ولایت سب ولایتوں سے اکمل ہے وہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہوتے ٭

ایک جماعت صوفیہ جو ولایت کو نبوت سے افضل جانتی ہے وہ ملائکہ اعلیٰ کی ولایت کو انبیاء کرام کی ولایت سے افضل جانتی ہے۔ اسی لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر ملائک علیین کی افضلیت کے قائل ہو کر جمہور اہلسنت سے علیحدہ ہوگئے۔ یہ خرابی عظیم محض حقیقت نبوت سے ناواقف رہنے کے سبب سے واقع ہوئی ٭

---

[1] مکتوب دو صد و شصت و ہشتم جلد اول ٭٭

فائدہ (۵) مکاتیب[1] مجددیہ۔ ہر دو بازو (ظاہر و باطن) حاصل ہونے کے بعد جب مجھ کو عروج واقع ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ ترقی بالاصالۃ عناصر ثلثہ آگ باد اور آب کو ہوئی ہے کیونکہ ملائکہ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات میں ان تینوں عناصر کو دخل ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ملائکہ آگ اور برف سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ان کی تسبیح سُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الثَّلْجِ وَالنَّارِ ہے +

فائدہ (۶) مکاتیب[2] معصومیہ۔ لطائف کا اپنے اصول سے عروج کرنا ولایت کے لئے مشروط ہے۔ ولایت صغریٰ میں لطائف کا عروج اسما اور صفات کے ظلال تک ہوتا ہے۔ لطائف امری کا انتہائی عروج ولایت کبریٰ کے پہلے دائرہ (اقربیت) تک ہے۔ اس میں بڑا تعلق عالم خلق سے ہے ولایت کبرےٰ کے باقی دائرے نفس سے متعلق ہیں اور ولایت علیا کا سوائے عنصر خاک کے بقیہ دیگر عناصر ثلثہ سے تعلق ہے +

فائدہ (۷) مکاتیب[3] مجددیہ۔ اس مقام کی سیر میں منکشف ہوا کہ میں راستہ چل رہا ہوں اور چلتے چلتے تھک گیا۔ چاہتا ہوں کہ ایک عصا یا لکڑی ملجائے تو اس کی امداد سے چل سکوں مگر نہیں ملتی۔ بالآخر خس و خاشاک پر سہارا لینے کے لئے ہاتھ مار رہا ہوں تاکہ کوئی سہارا ملجائے۔ چلتے چلتے دُور پہنچکر ایک شہر کا حصار نظر آیا۔ اس حصار کو طے کر کے شہر میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ شہر تعین اول ہے۔ اور تمام مراتب اسما و صفات و شیون و اعتبارات کا جامع ہے نیز ان مراتب کے اصول اور ان کے اصول کا جامع ہے۔ اور اعتبارات ذاتیہ کی انتہا ہے۔ جو مرتبہ علم حصولی میں ممتاز ہیں +

اس کے بعد اگر کسی کو سیر میسر ہو تو وہ مرتبہ علم حضوری سے متعلق ہوگی

اے فرزند۔ علم حصولی اور علم حضوری کے الفاظ کا استعمال حضرت حق جل شانہ میں بطور مثال کے ہے۔ کیونکہ صفات زائدہ بر ذات حق سبحانہ تعالےٰ کا علم علم حصولی کے مناسب ہے۔ اور اعتبارات ذاتیہ کا علم جو کسی طرح سے ذات پر ذات نہیں ہیں۔ علم حضوری کے مناسب ہے جو یہ نہ تسلیم کیا جائے تو لازم آئے گا تعلق علم کا معلوم سے بلا حاصل ہونے کسی چیز کے معلوم میں عالم سے

[1] مکتوب و صد و شصتم جلد اول ۱۲ + [2] مکتوب صد و بست و ہشتم جلد سوم ۱۲ + [3] مکتوب دو صد و شصتم جلد اول ۱۲ +

فَافْہَمْ۔ یہ تعینِ اوّل کہ شہر جامع جس سے کنایہ ہے مرتبہ مجموعۂ کمالاتِ ولایاتِ انبیاء کرام اور ملائکہ عظام ہے۔ اور وہ مقام ولایت علیا کا انتہائی مرتبہ ہے جو ملائکہ مقربین سے مخصوص ہے ❊

فائدہ (۸) مکاتیب[1] معصومیہؒ۔ ولایت کبریٰ یعنی ولایتِ انبیاء اور ولایتِ علیا یعنی ولایتِ ملائکہ حاصل کرنے کے لئے بہترین شے ذکر لسانی نفی و اثبات ہے ❊

فائدہ (۹) مکاتیب[2] معصومیہؒ۔ تم نے دریافت کیا تھا کہ کلمہ طیبہ کی تکرار کے وقت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو بھی ملالیں یا نہیں۔ اگر ملا لیا جائے تو کتنے مرتبہ کے بعد ❊

اس کا جواب یہ ہے کہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ہر اٹھارہ[۱۸] یا ہر بیس[۲۰] یا ہر پچاس[۵۰] یا ہر سو[۱۰۰] کے بعد (مگر بعدد طاق) ملا لیا کریں تو مناسب ہے ❊

دسواں حصہ

کمالاتِ نبوت کے بیان میں

اسمیں چوبیس فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[3] معصومیہؒ۔ ساتواں مرتبہ اللہ تعالےٰ کی ذات کو اس کے اسماء اور صفات سے ممتاز کرنا ہے۔ کیونکہ عاشق ذات پردۂ صفات کی آڑ اور شرک پر صبر و قرار نہیں پا سکتا ہے۔ اگرچہ ذات کا صفات سے الگ ہونا ممکن نہیں ہے اور کسی وقت میں بھی ذات اور صفات میں علیحدگی نہیں ہو سکتی لیکن اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کی رُو سے ذاتِ حق سے محبت رکھنے والے کو اللہ تعالےٰ کی ذات سے ایک ایسی معیت ہو جاتی ہے کہ اس میں صفات کا لحاظ نہیں رہتا۔ پس ذات کا صفات سے جدا ہونا حقیقت

---

[1] مکتوب صد و سی و ہفتم جلد اول ۱۲ ❊
[2] مکتوب صد و چہل و دوم جلد اول ۱۲ ❊
[3] مکتوب چہل و ہفتم جلد اول ۱۲ ❊

نفس الامری میں نہیں ہے۔ بلکہ محض دید محسب میں ہے جو نتیجہ معیت ہے +

فائدہ (۲) مکاتیب[1] معصومیہ۔ یہ مرتبہ کمالات نبوت سے پیدا ہوتا ہے جو بالاصالت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوتا ہے۔ ہاں اُن کی پیروی سے جس کو حاصل ہو جائے اس کا حصہ +

فائدہ (۳) مکاتیب[2] معصومیہ۔ اگر کسی ولی کو انبیاء کی پیروی سے کمالات نبوت حاصل ہوں تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ولی نبی ہو جائے۔ یا نبی کے برابر۔ کیونکہ کمالات نبوت کا حاصل ہو جانا ایک چیز ہے اور منصب نبوت کا حاصل ہونا امر آخر ہے جس کی تفصیل مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس میں بخوبی مذکور ہے +

فائدہ (۴) مکاتیب[3] مجددیہ۔ لطائف انسانی میں سے بڑا حصہ کمالات نبوت کا بالاصالت عنصر خاک کے لئے ہے۔ باقی لطائف خواہ وہ امری ہوں یا خلقی اس مقام میں عنصر خاک کے تابع ہیں۔ اور اسی کے طفیل میں اس دولت سے مشرف ہوتے ہیں۔ چونکہ عنصر خاک بشر کے ساتھ مختص ہے اس لئے خواص بشر خواص ملک سے افضل ہیں کیونکہ جو کمال عنصر خاک کو حاصل ہے دوسرے عناصر کو نہیں ہے +

اس سیر میں ظاہر ہو جاتا ہے کہ ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ اور ولایت علیا کے کمالات نبوت کے ظلّ ہیں۔ بلکہ وہ ان کمالات کے شبہ اور مثال ہیں +

سیر کمالات نبوت کے ضمن میں ایک ایک نقطہ جو قطع ہوتا ہے وہ مقام ولایت کے تمام کمالات سے بڑھ کر ہے۔ اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مجموعہ کمالات نبوت کے ساتھ کمالات ولایت کو کیا نسبت ہوگی۔ دریائے محیط کو قطرہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ہوتی ہے مگر یہاں اتنی بھی نہیں ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ مقام ولایت کی نسبت مقام نبوت کیساتھ ایسی ہے جیسے غیر متناہی کی نسبت

[1] مکتوب چہل وہفتم جلد اوّل ۱۲ +
[2] مکتوب صد و نود و دوم جلد اول ۱۲ +
[3] مکتوب دو صد و شصتم جلد اول ۱۲ +

تناہی کے ساتھ۔

ایک ناواقف بیان کرتا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ دوسرا اُس کی توجیہہ کرتا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۔ یہ بڑی بڑی باتیں جو منکروں کے مُنہ سے نکل رہی ہیں سب جھوٹی ہیں۔

فائدہ (۵) مکاتیب[۱] معصومیہ۔ جب تک سالک کی سیر اصول یعنی ولایت میں رہتی ہے شوق وذوق معارف میں لب کشائی اور اسرار ومعرفت بیان کرنا اور احاطہ وسریان کی نسبت کا ثبوت اور اصالت وظلیت کا لگاؤ اور عکس وشخص کا علاقہ رہتا ہے۔ اور جب معاملہ اصول سے گذر جاتا ہے اور سالک اصول کو بھی ظلّ کی طرح چھوڑ دیتا ہے تو اس کی زبان بند ہو جاتی ہے اور نسبت مذکورہ پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ خاک کو اس کے خالق سے کیا نسبت۔ اور اس قسم کی معرفت اور ذوق وحلاوت جاتی رہتی ہے۔

اس مقام میں اگر علم اور لذت ہے تو وہ دوسری وجہ سے ہے جس کو جہل اور حیرت کے الفاظ سے تعبیر کرنا مناسب تر ہے۔ مَنْ لَّمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ۔ اس سے مراد وہ جہل اور حیرت نہیں ہے جو عوام کو حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ یہ جہل اور حیرت وہ ہے جو علم اور دانش پر بدرجہا فضیلت رکھتی ہے۔ بقول مولانا رومی قدس سرہٗ العزیز۔

درحقِ او مدح ودرحقِ تو ذم درحقِ او شہد ودرحقِ تو سمّ

اُس کے حق میں مدح تیرے حق میں ذم
اس کے حق میں شہد تیرے حق میں سم

فائدہ (٦) مکاتیب[۲] معصومیہ۔ باطن کی نسبت اپنے انتہائی درجہ میں پہنچکر ادراک سے دُور ہو جاتی ہے اور سالک عالم ظاہر کے تعلقات سے بالکل بیگانہ اور ناآشنا ہو جاتا ہے۔

---

[۱] مکتوب ہشتاد وچہارم جلد اول ۱۲۔

[۲] مکتوب صد ونہم جلد اول ۱۲۔

سالک کی معشوقیت کہ ناز اور استغنا اور اس کے لوازم سے ہے کمال درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔ باطن کی نسبت جس قدر جہالت کی طرف کھینچے بہتر ہے۔ کہ فرمایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ۔ ظاہر کی پیاس اسی وقت تک ہے جب تک کہ ظاہر کا کارخانہ قائم رہے اور جب ظاہر کا کارخانہ نہ رہے باطن کی نسبت میدان خالی پاکر بصد آب و تاب بے پردہ جلوہ ظہور میں آتی ہے۔ چونکہ موت قیامت کے مقدمات میں سے ہے اس لئے شہود وہاں اکمل ہوتا ہے۔ نیند بھی موت کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے اس لئے بعض سالکوں کو نیند میں ایسی حالت طاری ہوتی ہے۔ جو حالت موت کے مشابہ ہوتی ہے اور بیداری پر فوقیت رکھتی ہے +

جب برزخ صغرےٰ کا معاملہ انجام کو پہنچ جائے اور برزخ کبرےٰ ظاہر ہو اور اجزائے منتشرہ کو یکجا جمع کرلیں۔ اس وقت قرب کی دولت اصلی طور پر بدن عنصری کے لئے نصیب ہوگی! اور عزت و مرتبہ کے ساتھ اس کو عالم امر کے لطائف کا پیشوا بنائیں گے +

معاملہ دنیوی میں باطن اصل ہے اور ظاہر اس کا تابع رہتا ہے۔ مگر برزخ کبرےٰ میں ظاہر اصل ہے اور باطن اس کا تابع رہیگا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ باطن کی نسبت سلب ہوکر ظاہر کو ملجائیگی اور باطن ظاہر کا تابع رہیگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ باطن کی نسبت حسب حال بحال رہیگی اور ظاہر کو ایسا تقرب اور مرتبہ حاصل ہوگا کہ باطن باوجود اپنے مرتبہ اور عزت کے ظاہر کی اتباع کریگا اور اپنی نسبت کو ظاہر کے مقابلہ میں ناچیز دیکھیگا +

تنبیہہ۔ بعض کاملین اسی عالم میں وہ کمالات حاصل کرتے ہیں۔ جو دوسروں کو قیامت میں دیئے جائینگے اس لئے اسی عالم میں ان کے ظاہر کو باطن پر فوقیت دیکر باطن کو ظاہر کا پیرو بناتے ہیں۔ اور اُن کی دنیا کو آخرت کا حکم دیتے ہیں۔ اسی سے اُن کی آخرت کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے +

چنانچہ حضرت مجدد صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بشارت دی گئی تھی کہ ہم نے تیری دنیا کو آخرت بنایا ہے +

واضح ہو کہ قرب نبوت عالم خلق سے اور قرب ولایت عالم امر سے متعلق ہے۔ جو عارف مرتبۂ قرب نبوت تک واصل ہوتا ہے اسی کو یہ کمال حاصل ہوتا ہے۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد

ترجمہ دیکھئے یہ کمال کس کو ملے

فائدہ (۷) مکاتیب[۱] مجددیہ۔ کمالات نبوت مراتب عروج میں رہتے ہیں اور عروجات نبوت میں توجہ حق سبحانہ کی طرف رہتی ہے +

اکثر صوفیہ غلطی سے خیال کرتے ہیں کہ ولایت کی توجہ حق سبحانہ کی طرف رہتی ہے۔ اور نبوت کی توجہ خلق کی طرف۔ اور ولایت مراتب عروج میں رہتی ہے اور نبوت مراتب نزول میں۔ اسی لئے وہم کرتے ہیں کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اتنا نہیں جانتے کہ ولایت اور نبوت دونوں کے لئے عروج اور نزول ہیں اور عروج میں دونوں کی توجہ حق کی طرف رہتی ہے۔ اور نزول میں خلق کی طرف۔ غایتہ مافی الباب مرتبہ نزول میں نبوت بالکل خلق کی طرف متوجہ رہتی ہے مگر ولایت مرتبہ نزول میں بالکل خلق کی طرف نہیں رہتی۔ بلکہ اس کا باطن حق سبحانہ کی طرف متوجہ اور ظاہر خلق کی طرف رہتا ہے +

اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب ولایات مقامات عروج کو پورا کئے بغیر نزول میں جاتا ہے۔ اس لئے عروج کی نگرانی اس کو دامنگیر رہتی ہے اور خلق کی طرف پورے طور سے متوجہ نہیں ہونے پاتا۔ برخلاف صاحب نبوت کے کہ وہ مقامات عروج کو ختم کر کے نزول میں آتا ہے۔ اس لئے پورے طور پر اللہ تعالے کی طرف سے دعوت خلق کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اس امر کو خوب سمجھو کیونکہ یہ اسرار ہیں کسی نے ان کو بیان نہیں کیا ہے +

فائدہ (۸) مکاتیب[۲] مجددیہ۔ جس طرح کہ عنصر خاک مراتب عروج میں تمام لطائف سے اوپر جاتا ہے اسی طرح مراتب نزول میں تمام لطائف سے

---

[۱] مکتوب دو صد و شصتم جلد اول ۱۲ +

[۲] مکتوب دو صد و شصتم جلد اول ۱۲ +

نیچے آتا ہے۔ کیونکہ عنصرِ خاک کا مکان طبعی تمام عناصر سے نیچے ہے۔ چونکہ یہ عنصر تمام لطائف سے نیچے اتر آتا ہے اس لئے اس عنصر کی دعوت بھی اتم اور اس کا فائدہ اکمل اور عام ہوتا ہے +

فائدہ (۹) مکاتیب[1] مجددیہ۔ اے فرزند سُنو۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دعوت کو عالمِ خلق کے لئے خاص فرمایا ہے۔ اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ چونکہ قلب کو عالمِ خلق کے ساتھ زیادہ تر مناسبت ہے اس لئے اس کی تصدیق کے لئے بھی حکم دیا گیا۔ مگر قلب کے سوا اور چیزوں سے گفتگو نہ کی گئی اور اُن کو مقاصد میں داخل نہیں کیا گیا۔ اور بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کی تکلیفیں عالمِ خلق سے وابستہ ہیں۔ اور عالمِ امر کے ساتھ ان کو متعلق نہیں کیا گیا۔ فرض اور واجب و سنت کا ادا کرنا قالب سے متعلق ہے جو عالمِ خلق سے ہے۔ صرف اعمالِ نافلہ عالمِ امر سے متعلق ہیں۔ اسی لئے ادائے فرائض کے قرب کا ثمرہ عالمِ خلق کے حصہ میں ہے اور ادائے نوافل کے قرب کا ثمرہ عالمِ امر کے لئے ہے +

اس میں کوئی شک نہیں کہ نفل کو فرض سے کوئی مناسبت نہیں ہے کاش کہ دریا کے ساتھ قطرہ کی سی نسبت ہوتی۔ ہاں نفل کو سنت سے اتنی نسبت ہے۔ اور سنت و فرض میں بھی قطرہ اور دریا کی مناسبت ہے۔ اسی سے دونوں قربوں کا باہمی فرق واضح ہو جاتا ہے اور عالمِ خلق کی فضیلت عالمِ امر پر ظاہر ہو جاتی ہے +

فائدہ (۱۰) مکاتیب[2] مجددیہ۔ جبکہ اصل علوم و معارف مقام نبوت کے مناسب ہیں۔ اور نبوت کی ولایت انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں ہیں پس جس قدر مراتب نبوت میں تفاوت ہوتا ہے اتنا ہی اُن کے شرائع میں بھی فرق ہوتا ہے مشائخ کے شطحیات نیز وہ علوم جو توحید اور اتحاد کی خبر دیتے ہیں اور سریان و احاطہ قرب و معیت مرآتیت و ظلیت کی اطلاع دیتے ہیں اور شہود و مشاہدہ کو ثابت کرتے ہیں مقامِ ولایت اولیاء کے مناسب ہیں۔ پس انبیاء کے معارف کتاب و

---

[1] مکتوب دوصد و شصتم جلد اوّل ۱۲ +

[2] مکتوب دوصد و شصتم جلد اوّل ۱۲ +

سنت ہیں اور اولیا کے معارف فصوص و فتوحات مکیہ ہیں۔ ع

قیاس کُن زگلستانِ مَن بہارِ مرا

ترجمہ ہے شان جو چمن کی وہ میری بہار کی

ولایتِ اولیا قربِ حق کا سراغ لگاتی ہے اَور ولایت انبیا اقربیت کا پتہ دیتی ہے۔ ولایتِ اولیا شہود کا راستہ بتاتی ہے اور ولایت انبیا مجہول الکیف نسبت کا اثبات کرتی ہے۔ اولیا کی ولایت اقربیت اور جہالت کو نہیں پہچانتی کہ کیا چیزیں ہیں۔ انبیا کی ولایت اقربیت کے قرب کو عین بعد اَور شہود کو نفسِ غیبت جانتی ہے +

فائدہ (۱۱) مکاتیب[۵۱] معصومیہ۔ فناءِ نفس کی ابتدا ولایت صغریٰ میں ہوتی ہے مگر اُس کے کمالات ولایت کبریٰ سے متعلق ہیں بلکہ عناصرِ اربعہ کے اعتدال کے ساتھ کمالاتِ نبوت سے وابستہ ہیں +

فائدہ (۱۲) مکاتیب[۵۲] معصومیہ۔ شہود اَور مشاہدہ ظلال سے وابستہ ہے اور اک اَور وصل کی رسائی اصول تک ہے۔ جب سلوک ظلال سے گذر جاتا ہے اَور اصول بھی ظلال کی طرح راستہ میں رہ جاتے ہیں تو کام غیب الغیب سے پڑتا ہے گذشتہ معاملات گویا بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور ایمانِ شہودی ایمانِ غیب سے مبدّل ہوتا ہے۔ بجائے لذّت و حلاوت و ذوق کے بیمزگی اور درد و حُزن پیدا ہوتے ہیں +

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین اَور فکر مند رہتے تھے۔ اِن بزرگوں کا ذوق و لذت محبوب کی اطاعت میں ہے۔ اور اُن کا اُنس بندگی میں منحصر ہے۔ اولیا اللہ شہود کی لذت سے مزہ اٹھاتے ہیں اور وصال کے خیال میں مست رہتے ہیں +

انبیا کرام شہود سے آنکھ بند کر کے وصالِ اولیاء کو خیالی تصوّر کر کے غیب کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ جو مرتبہ شہود پر ہزار درجہ فوقیت رکھتا ہے

---

[۵۱] مکتوب ہشتاد و پنجم جلد دوم ۱۲ +

[۵۲] مکتوب ہشتاد و ہفتم جلد دوم ۱۲ +

اللہ تعالےٰ کی بندگی میں کمرِ ہمت باندھ کر امام کے پیچھے تحریمۂ اولیٰ کو پالینا تجلیات اور ظہورات سے بہتر جانتے ہیں اور خشوع و خضوع اور سجدہ گاہ پر نظر جمانے کو شہود اور مشاہدہ سے بہتر دیکھتے ہیں +

فائدہ (۱۳) مکاتیب[۵۱] معصومیہ۔ جب سیر سلوک اصل سے بڑھ جاتی ہے اور بساطت صرفہ پیش آتی ہے تو مراتب کوتاہی کرتے ہیں اور فنا و بقا راستہ میں رہ جاتے ہیں +

فائدہ (۱۴) مکاتیب[۵۲] مجددیہ۔ اے فرزند عشق کا ولولہ محبت کی سوزش شوقیہ نعرے درد آمیز فریاد وجد و تواجد رقص و رقاصی تجلیاتِ ظلیہ اور مقاماتِ ظلال میں پیدا ہوتے ہیں۔ وصول میں پہنچنے کے بعد ان امور کا خیال بھی نہیں رہتا اس مقام میں محبت کے معنی ارادہ اطاعت کے ہیں۔ جیسا کہ علما نے بیان فرمایا ہے بعض صوفیہ محبت کے معنی ذوق کے لیتے ہیں جو صحیح نہیں ہیں +

فائدہ (۱۵) مکاتیب[۵۳] معصومیہ۔ تم نے لکھا تھا کہ جب کمالات نبوت کا معاملہ ذاتِ بحت سے متعلق ہے تو حقیقتِ کعبہ اور حقیقتِ قرآنی تک ترقی کیونکر ممکن ہوگی +

میرے مخدوم یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ معاملاتِ نبوت ذاتِ صرفہ سے تعلق رکھتے ہیں اور فقیر سے کس نے نقل کیا ہے +

فقیر نے یہ ہرگز نہیں کہا اور نہ ہمارے حضرت قدس سرہٗ کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے تینوں ولایتوں کے حاصل ہونے کے بعد اور اسماء و صفات و شیون و اعتبارات و تنزیہات و تقدیسات سے گذرنے کے بعد اور اسمِ ظاہر اور اسمِ باطن سے ترقی کرنے کے بعد یہ کمالات حاصل ہوتے ہیں (ملاحظہ ہو مکتوب[۲۶] جلد اول) مگر ان کمالات کے ذات بحت سے متعلق ہونے میں کلام ہے۔ شعر

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا ۔۔۔ قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ حُیُوْفٌ

---

[۵۱] مکتوب صد و سی و ہفتم جلد سوم ۱۲ +
[۵۲] مکتوب سہ صد و دوم جلد اول ۱۲ +
[۵۳] مکتوب صد و سی جلد سوم ۱۲ +

رسائی کس طرح ہو تجھ سے محبوب کئے دیتی ہے سختی راہ کی مرغوب

کمالاتِ نبوت ذاتِ صرفہ سے کیونکر متعلق ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے اُسی مکتوب میں ارشاد فرمایا ہے کہ حقیقتِ کعبہ جو عظمت اور کبریائی کے پردوں سے مراد ہے کمالاتِ نبوت سے اوپر ہے اور یہ کمالاتِ عنصر خاکی کے لئے ثابت ہیں +

ہیئتِ وحدانی کو جو عالمِ خلق اور عالمِ امر کا مجموعہ ہے حقیقتِ کعبہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی مکتوب میں جہاں آپ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات اس وجود اور عدم کے سوا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ مرتبہ ذات ان کمالات سے ارفع و اعلیٰ ہے +

فائدہ (۱۶) مکاتیب[۱] **معصومیہ۔ سوال** ۔جب کمالاتِ نبوت کا مرتبہ اسماء اور صفات اور شیون و اعتبارات کے مرتبہ سے بلند تر ہے تو حقیقتِ کعبہ اور اُس کے مماثل حقائق کہ جن میں مسجودیت کا اعتبار ملحوظ ہے کمالاتِ نبوت پر فوقیت رکھنے کے کیا معنی ہیں +

جواب ۔ یہ شبہ تفصیل کا خواہاں ہے اتنا معلوم کر لو کہ کمالاتِ نبوت کا مرتبہ اُن اسماء و صفات و شیونات سے بلند ہے جو ولایت کبرےٰ اور عُلیا میں ثابت ہو چکے ہیں +

فائدہ (۱۷) مکاتیب[۲] مجددیہ۔ کمالاتِ نبوت بلاکسی واسطہ اور کسی کی پیروی کے اصل میں انبیاءِ کرام کو حاصل ہوتے ہیں۔ ان کی پیروی اور توسط سے ان کے اصحاب کو بھی یہ دولت نصیب ہوتی ہے اور دوسروں کے لئے بھی اُن کی پیروی اور ہدایت سے اس دولت تک وصول ممکن ہے۔ ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

فیض حق کا گر دوبارہ ہو نزول
انبیاء کا فیض ہو سب کو حصول

۱؎ مکتوب صد و پنجاہ و چہارم بنام میر محمد اسحاق جلد دوم ۱۲ +
۲؎ مکتوب سہ صد و یکم جلد اول ۱۲ +

میرا خیال ہے کہ اکابر تابعین پر بھی کمالات نبوت کا پرتو پڑا تھا اور تبع تابعین کے اکابر پر بھی یہ آفتاب سایہ فگن ہوا مگر اُس کے بعد پوشیدہ ہوگیا یہاں تک کہ زمانۂ بعثت آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم سے الف ثانی تک نوبت پہنچی اس وقت پھر یہ دولت نبوت کی اتباع سے ظاہر ہوئی اور آخر کو اول سے مشابہ کیا گیا ؎

اگر بادشہ بر درِ پیرزن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

اگر بادشہ آئے بڈھی کے گھر
تو اے خواجہ اُس پر تعجب نہ کر

سلام اس پر ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی اور متابعت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم کرلیا کامل صلوٰۃ و سلام ہو آپ پر اور آپ کے آل اور اصحاب پر +

فائدہ (۱۸) مکاتیب[1] مجددیہؒ۔ ان علوم و معارف کا مالک۔ اِس الف کا مجدد ہے جن لوگوں نے مجدد الف کے ان علوم و معارف کو جو ذات اور صفات اور افعال سے متعلق ہیں اور احوال و وجد و تجلیات و ظہورات سے مشابہ ہیں دیکھا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ معارف اور علوم بہ نسبت علوم مجددیہ کے بمنزلہ ایک چھلکے کے ہیں اور وہ علوم بمنزلہ مغز کے۔ خدائے پاک سیدھے راستہ پر چلانے والا ہے +

واضح ہو کہ ہر صدی کے آغاز میں ایک مجدد آتا ہے مگر صدی کا مجدد علیحدہ ہے اور مجدد الف علیحدہ۔ جو فرق سو اور ہزار میں ہے وُہی فرق ان دونوں میں ہے بلکہ اس سے زیادہ +

مجدد الف وہ شخص ہے کہ اس مدت میں امت کو جو فیض پہنچے اُسی کے توسط سے پہنچے۔ اگرچہ اس وقت اقطاب اور ابدال و اوتاد ہی کیوں نہ موجود ہوں۔ مصرعہ

خاص کند بندہ مصلحت عام را

فائدہ (۱۹) مکاتیب[2] معصومیہؒ۔ جب معاملہ ظلال اور اصول سے گذر

---

[1] مکتوب چہارم جلد دوم ۱۲ + [2] مکتوب چہل و ہفتم جلد اولی ۱۲ +

جاتا ہے اور سالک اصول کو بھی ظلال کی طرح چھوڑ دیتا ہے۔ اور انتہائی بلندی اور بے امتیازی کی وجہ سے مقامِ حیرت و جہل پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اب کلمہ طیبہ سے جو کمالات وابستہ تھے پورے ہو گئے۔ کلمہ طیبہ کا ذکر اس مقام میں نفع نہیں دیتا اس مقام کی ترقی نماز مفروضہ اور تلاوت قرآن مجید سے وابستہ ہے۔

ہم نے حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا ہے کہ اس مقام میں کلمہ طیبہ کو قرآن مجید کی طرح تکرار کیا جائے اور ابتدا اعوذ سے شروع ہو تو سالک کو تلاوت قرآن مجید کا نفع اور فائدہ ہوتا ہے۔

فائدہ (۲۰) مکاتیب[1] معصومیہ۔ اس مقام کے بعد ایسا مقام آتا ہے جہاں عمل کا کوئی نتیجہ نہیں اور نہ اعتقاد کا کوئی اثر۔ فقط فضل اور احسان خداوندی پر ترقی منحصر ہوتی ہے۔

فائدہ (۲۱) مکاتیب[2] معصومیہ۔ اصل میں یہ مقام انبیاء اولوالعزم کے لئے مخصوص ہے۔ البتہ ان کی اتباع میں دوسروں کو حاصل ہوتا ہے۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست

کام یہ مشکل کریموں پر نہیں۔

فائدہ (۲۲) مکاتیب[3] معصومیہ۔ اس کے بعد وہ کمالات ہیں جن میں سالک کی ترقی تفصیل سے محبت کی طرف ہوتی ہے۔ اس کمال میں ترقی محبت صرفہ پر موقوف ہے۔

مقامِ محبت میں بھی دو کمال ہیں۔ محبیت اور محبوبیت۔ محبیت ذاتیہ کا کمال اصل میں حضرت کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص ہے اور محبوبیت ذاتیہ کے کمالات حضرت حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص ہیں۔ اور دونکو ان کے طفیل میں ان کمالات کے حصول کی توقع ہو سکتی ہے

فائدہ (۲۳) مکاتیب[4] معصومیہ۔ سوال۔ جب عارف کا معاملہ

---

[1] مکتوب صد و سی و ہفتم جلد اول ۱۲

[2] مکتوب صد و سی و ہفتم جلد اول و مکتوبات مجددیہ جلد دوم ۱۲

[3] مکتوب صد و سی و ہفتم جلد اول ۱۲

[4] مکتوب

فضل اور محبت صرفہ سے متعلق ہوگیا تو اس مقام میں اعمال صوریہ جیسے ذکر لسانی و تلاوت وغیرہ عارف کے لئے ترقی بخش اور سودمند ہوتے ہیں یا نہیں *

جواب - اعمالِ مذکورہ نفع دیتے ہیں اور درجاتِ آخرت کو بلند کرتے اور گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں اور کدورتِ بشری اور ظلماتِ جسمانی کو زائل کرتے ہیں *

حدیث میں آیا ہے کہ میرے قلب پر پردے ڈالے جاتے ہیں اور میں اللہ تعالٰے سے ہر روز ستّر بار استغفار کرتا ہوں۔ مگر اس مقام میں عارف کو جو کچھ ترقی حاصل ہوئی وہ ان اعمال سے نہیں۔ بلکہ محبت صرفہ اور فضل محض سے ہر ایک کے مرتبہ کے موافق وابستہ ہے *

فائدہ (۲۴) مکاتیبِ[1] مجددیہؒ۔ عنایاتِ الٰہی اور طفیل نبوی سے جب کمالاتِ نبوت یعنی تجرید ذات کی سَیر انجام پر پہنچ گئی تو مشہود ہوا کہ اگر دوسرا قدم اور اُٹھایا جائے تو عدم محض میں پڑے گا۔ کیونکہ اس سَیر کے بعد عدمِ محض کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اے فرزند۔ یہ وہم مت کرو کہ عنقا شکار میں آگیا اور سیمرغ جال میں پھنس گیا ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چین کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

عنقا شکار ہو نہیں سکتا ہے جال میں
عنقا وہ کب ہے جو کوئی پھنستا ہے جال میں

پس خدائے پاک ورا الورا اور پھر ورا الورا ہے ؎

ہنوز ایوانِ استغنا بلند است مرا فکرِ رسیدن ناپسند ست

ابھی تک شان استغنا ہے اعلٰی
خیال و فہم کے پانے سے بالا

یہ ورائیت حجاب کے لحاظ سے نہیں ہے کیونکہ حجاب کل اٹھ گئے ہیں بلکہ اس کی عظمت اور کبریائی کا ثبوت ہے۔ جو ادراک کا مانع اور وجدان کے منافی ہے پس خدائے پاک وجود میں بالکل قریب اور وجدان میں بہت دور ہے *

[1] مکتوب دوصد و شصتم جلد اول ۱۲ *

گیارھویں ہدایت

کعبۂ ربانی کی حقیقت کے بیان میں

(اسمیں آٹھ فائدے ہیں)

فائدہ (۱) مکاتیب[1] مجددیہ بعض اولیاء کاملین ایسے ہیں کہ انبیاء کرام کے طفیل میں عظمت اور کبریائی کے خیموں میں جگہ پاتے اور محرم بارگاہ بن جاتے ہیں پس ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو انبیاء کے انبیاء کے ساتھ کیا گیا ⁘

اے فرزند۔ یہ معاملہ انسان کی ہیئت وحدانی پر جو عالمِ خلق اور عالمِ امر کا مجموعہ ہے ظاہر ہوتا ہے۔ باوجود اس کے اس مقام میں بھی کل عناصر کا سردار عنصرِ خاک ہے ⁘

فائدہ (۲) مکاتیب[2] مجددیہؒ۔ جاننا چاہئے کہ یہ مقام (جو کہ سالک کی ہیئت وحدانی سے مخصوص اور عظمت وکبریائی کے خیموں کے ظاہر ہونے کا مقام ہے) کعبۂ ربانی کی حقیقت سے متعلق ہے ⁘

فائدہ (۳) مکاتیب[3] مجددیہؒ۔ ارباب ولایت قلب سے مراد حقیقت جامعہ انسانی رکھتے ہیں جو عالمِ امر سے ہے اور صاحب نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اصطلاح میں قلب وہ مضغہ ہے جس کی درستی پر بدن کی درستی اور اُس کے فساد پر بدن کا فساد موقوف ہے ⁘

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آدمی کے جسم میں ایک مضغہ یعنی ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو بدن بھی درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ فاسد ہو جاتا ہے تو بدن بھی فاسد ہو جاتا ہے ⁘

آگاہ رہو کہ اس کا نام قلب ہے حقیقت جامعہ جب نہایت النہایات

---

[1] مکتوب دوصد و شصتم جلد اول ۱۲ ⁘
[2] مکتوب دوصد و شصتم جلد اول ۱۲ ⁘
[3] مکتوب بست ویکم جلد اول ۱۲ ⁘

پر پہنچتی ہے اور ولایتِ خاصہ سے وافر حصہ حاصل کرتی ہے۔ تو اگر مطلوب کی نمائندگی پیدا کرے تو اس میں مطلوب کا ظلّ پیدا ہوگا نہ عین مطلوب جس طرح آئینہ میں مثال ظاہر ہوتی ہے نہ عین شخص۔ بخلاف مضغۂ قلب کے کہ اس میں آئینہ کے خلاف عین مطلوب ظاہر ہوتا ہے نہ عین ظلِ مطلوب۔ اسی لئے فرمایا کہ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنُ یہ معاملہ نظر اور فکر سے ماوراء ہے۔ ہرگز اس میں حلول اور تمکّن کا خیال مت کرو کہ وہ الحاد اور زندقہ ہے۔ اگرچہ دنیاوی عقل اس کو باور نہیں کرتی کہ شے کا عین دوسری شے میں ظاہر ہو۔ اور حلول اور تمکن نہ ہو تو یہ اُس کا قصور ہے +

اے بھائی اس مضغہ کو گوشت کا ٹکڑا مت خیال کرو کیونکہ اس میں عالمِ امر کے خزانے اور عالمِ امر کے مخفیات مدفون ہیں۔ اور وہ خاص معاملات جو ہیئت وحدانی سے مخصوص ہیں اس کے علاوہ ہیں +

پہلے اجزاءِ عشرہ کو تصفیہ اور تزکیہ کر کے جذب اور سلوک فنا اور بقا سے پاک کیا گیا۔ اور ماسوا اللہ کے تعلقات کی آلودگی سے آزاد کیا گیا +

مثلاً قلب کو تقلّب سے چھڑا کر تمکن پر پہنچایا گیا اور نفس کو امّارگی سے اطمینان پر لایا گیا۔ جزوِ ناری کو سرکشی اور نافرمانی سے روک کر جزوِ خاکی کو پستی سے بلندی کی طرف لے آئے۔ اسی طرح سالک کے تمام اجزاء کو افراط اور تفریط سے توسّط اور اعتدال پر لے آئے۔ پھر اپنے فضل و کرم سے اِن اجزاء کو ترکیب دیکر شخص معین بنا کر انسان کامل بنایا گیا پس عارف کے قلب کو جو اس کا خلاصہ اور اس کے وجود کا مرکز ہے مضغہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے +

فائدہ (۴) مکاتیب[۱] معصومیہ۔ تم نے دریافت کیا تھا کہ حقائق ثلثہ تک پہنچنا تفضّل میں داخل ہے۔ یا کسبیات و ریاضیات سے متعلق ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ اِن حقائق کا معاملہ کمالاتِ نبوت سے بالا ہے لہذا تفضّل میں داخل ہے +

فائدہ (۵) مؤلف۔ اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ کمالاتِ نبوت سے

---

[۱] مکتوب صد و پنجاہ جلد سوم ۱۲ +

اوپر کا معاملہ تفضل میں داخل ہے۔ اس لئے جو سالک حقیقتِ کعبۂ ربانی سے متصف ہو اس نے مقامِ تفضل سے ضرور حصہ پالیا ہے +

فائدہ (۶) مؤلف فقیر نے حضرت پیر دستگیر کی زبانِ گوہر فشاں سے سُنا ہے کہ ہر مسجد میں حقیقتِ کعبۂ معظمہ کا ظہور ہے +

فائدہ (۷) مکاتیبِ معصومیہ۔ **سوال**۔ حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ کعبۂ ربانی کی حقیقت حقیقتِ محمدیؐ سے اوپر ہے۔ اس سے لازم آتا ہے۔ کہ حقیقتِ کعبہ حقیقتِ محمدیؐ سے افضل ہو جائے۔ حالانکہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل المخلوقات ہیں۔ حدیث شریف لَوْلَاهُ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ وَلَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوبِيَّةَ۔ آپ کی شان میں ناطق ہے +

جواب حقیقتِ کعبہ مقامِ معبودیت و مسجودیت میں ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال عبودیت اور عابدیت کے مقام میں ہے۔ پس ممکن ہے کہ حقیقتِ کعبہ خود ذاتِ الٰہی ہو۔ یعنی وہ حقیقت جو اس صورت کی معبودیت اور مسجودیت کا منشا ہے وہ حقیقت میں ذاتِ حق ہے +

اس لئے اگر اس حقیقت کو حقیقتِ محمدیؐ پر تفوق ہو تو کیا استحالہ ہے اگر تم کہو کہ حقیقتِ ممکن یعنی صورتِ کعبہ داخلِ ممکنات ہونا چاہیئے اس کو واجب کیونکر کہا جائے۔ اس کا اندفاع یوں ہو سکتا ہے کہ حقیقتِ شے طائفہ فقرا کی اصطلاح میں ذاتِ شے نہیں ہے۔ بلکہ مبداءِ فیوضِ وجودی اور اس کے توابعات مراد ہوتے ہیں اور ذاتِ شے بمنزلہ اُس کے محل کے ہے +

قوم کا مقررہ قاعدہ ہے کہ حقیقتِ محمدیؐ تعینِ اوّل ہے جس کو وحدت کہا جاتا ہے۔ اور تمام ممکنات کے حقائق یعنی اعیانِ ثابتہ کو تعینِ ثانی یعنی مرتبۂ واحدیت میں ثابت کیا جاتا ہے۔ اِن دونوں تعینات کو وجوبی اور قدیم جانتے ہیں نقش الفصوص کے مقدمہ میں ہے کہ ممکن ہی وجود متعین ہے۔ پس امکان ان کا اس کے تعین وجود کے اعتبار سے ہے۔ اور وجوب اس کا اس کی حقیقت کے لحاظ سے ہے پس جس مقام میں حقیقتِ کعبہ کو مراتبِ وجود میں ثابت کیا گیا ہے

سلہ مکتوب اول جلد دوم ۱۲ +

وہ اصطلاح قوم کے لحاظ سے ہے۔ اور جہاں حقیقتِ ممکن کو ممکن کہا گیا ہے وہ قوم کی اصطلاح نہیں ہے۔ بلکہ وہ دوسری تحقیق ہے اور جداگانہ کلام ٭

تم نے لکھا تھا کہ کعبہ کی صورت یہی صورتِ ظاہری ہے یا دوسری چیز میرے مخدوم ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کعبہ کی صورت سے سنگ و کلوخ مراد نہیں ہے کیونکہ اگر اس کے سنگ و کلوخ نہ رہیں تو بھی کعبہ کعبہ ہے اور خلائق کا مسجود الیہ رہیگا۔ بلکہ صورتِ کعبہ باوجودیکہ عالمِ خلق سے ہے مگر حقائق اشیا کی طرح پوشیدہ امر ہے۔ عالمِ محسوسات سے ہے مگر حس وخیال کے دائرہ سے باہر ہے اور اشیاء کا متوجہ الیہ ہے مگر کسی کی توجہ میں نہیں ہے۔ ایسی ہستی ہے جو نیستی کا لباس پہنے ہوئے ہے۔ ایسی نیستی ہے جو ہستی کے لباس میں ظاہر ہوئی جہت میں بیجہت اور سمت میں بے سمت ہے ٭

الحاصل یہ صورتِ حقیقت منش ایسا عجوبہ ہے کہ جس کی تشخیص میں عقل عاجز اور عقلا حیران ہیں۔ گویا عالمِ بیچونی و بیچگونی کا نمونہ اور بے شبہی اور بے نمونگی کی نشانی اس میں پوشیدہ ہے ٭

دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک حقیقت کی دوسری حقیقت پر برتری موجب فضیلت نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ولایتِ ملاء اعلیٰ کے بیان میں گذر چکی ہے ٭

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ حقیقتِ محمدیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تنزیہہ اور تقدیس سے مقاماتِ نزول میں اترنے کی انتہا ہے اور حقیقتِ کعبہ عروج کعبہ کا انتہائی مقام ہے پس حقیقتِ محمدی کے پہلی مرتبہ تنزیہہ پر عروج کرنے کے لئے پہلا زینہ جنت کعبہ ہے ٭

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انتہائی عروج کا علم سوائے خدائے پاک کے اور کسی کو نہیں ہے ٭

پس اس صورت میں جب حقیقتِ کعبہ کی فوقیت جمیع وجوہ سے نہ ثابت ہوں اس کی فضیلت کا کیا تذکرہ ٭

چوتھا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں محمدؐ اور احمدؐ۔ ہر اسم کی ولایت علیحدہ ہے۔ آپ کا نام نامی محمد باعتبار آپ کے وجود

عنصری کے اور اس عالم ظلمانی کے ہدایت اور ارشاد کرنے کے اعتبار سے ہے
اس اسم مبارک کی ولایت اس اسم الٰہی سے متعلق ہے جو عالم سفلی کی تربیت سے
مناسبت رکھتا ہے۔ اسی کو حقیقت محمدی کہا جاتا ہے ❊

اور آپ کے وجود روحانی کے اعتبار سے جو عالم ملکوت و روحانیت کا
مربی ہے۔ اور قبل وجود عنصری جس وجود کے ساتھ آپ نبی تھے (کُنْتُ نَبِیًّا
وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ ترجمہ میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی
اور مٹی میں تھے) ❊

آپ کا نام پاک احمد ہے۔ اس نام پاک کی ولایت اس شانِ جامع سے متعلق
ہے جو حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا مبدا و اصل ہے۔ اور عالم نورانی کی تربیت
کے لئے مناسب ہے۔ اس کو حقیقت احمدیہ اور حقیقت کعبہ ربانی کہا جاتا ہے ❊

نشاء عنصری سے آپ کی نبوت کا تعلق دونوں اعتبار سے ہے کسی ایک
حقیقت کی خصوصیت نہیں ❊

اس مرتبہ میں آپ کا مبدا اور رب وہی شانِ جامع ہے۔ اس لئے اس
مرتبہ کی دعوت سابقہ دعوت سے اکمل ہے۔ کیونکہ پہلی دعوت عالم امر و روحانیت
سے متعلق تھی اور یہ دعوت عالم خلق و عالم امر دونوں کو جامع ہے ❊

گویا یہ دونوں حقیقتیں آپ کے دو اسم مبارک کے اعتبار سے آپ کا مکان
طبعی ہیں۔ ان دونوں کے اوپر آپ کے عروجات بحد و بحساب ہیں جن کا علم
اللہ تعالےٰ کو ہے۔ اور یہی پر فضل اور برگزیدگی اور تفوق کا دار و مدار ہے ❊

اس تحقیق سے روشن ہو گیا کہ آپ کی حقیقت جامعہ کا ایک جزو ہے
جو آپ کے کمالات جسمانی اور روحانی و خلق و امر کا جامع ہے صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم ❊

نیز یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ فوقیت متنازعہ اس بنا پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعض کمالات بعض پر تفوق رکھتے ہیں۔ اختصار کے لحاظ سے اتنا
ہی بیان کیا گیا۔ ورنہ اس تحقیق کی انتہا نہیں ❊

فائدہ (۸) مکاتیب[1] مجددیہ۔ اگرچہ شانِ علم شانِ حیات کے تابع

[1] مکتوب ہشتاد و ششم جلد سوم ۱۲ ❊

ہے۔ مگر ذاتِ تعالٰے و تقدس ہیں اعتبارات صفات و شیون سے قطع نظر کرنے کے بعد علم کی ایسی شان ہے جو اور صفات اور شانوں کو تو کیا حاصل ہوتی خود شانِ حیوٰۃ کو بھی حاصل نہیں۔ اور جس مرتبہ ہیں کہ ذات تعالٰے نور مطلق ہونے کے سوا اور کوئی دوسری نسبت اپنے لئے تجویز نہ فرمائے ہیں خیال کرتا ہوں کہ اس مرتبہ ہیں بھی علم کی گنجائش ہے۔ علم حصولی اور حضوری کا ذکر نہیں ہو رہا ہے کیونکہ یہ دونوں قسمیں توصفتِ حیوٰۃ کی تابع ہیں۔ یہاں جو کچھ تذکرہ ہے اُس علم کا ہے جو اس بیچون و بیچگون کو مرتبۂ ذات ہیں حاصل ہے اور وہ ایک شعور بیچون ہے بلا اعتبار عالم و معلوم کے اس مرتبہ کے اُوپر وہ مرتبہ ہے جہاں شیونات کی طرح علم کی بھی گنجائش نہیں ہے یہاں نور ہی نور ہے وہ اس شعور متذکرہ صدر کی اصل ہے۔ جو بیچون و بیچگون ہے۔ جب نور کا ظِلّ ہی بیچون و بیچگون ہو تو اصل کی بیچونی کہ عین نور ہے کیا بیان میں آسکتی ہے۔ اور ہر قسم کے کمالات خواہ وہ وجوبی ہوں یا امکانی نور کے ظلال ہیں اور اس سے قائم۔ اور نور ہی سے موجود ہیں اور آثار کے مبدا چونکہ حضرتِ نور کا پہلا مرتبہ بوئے اختلاط رکھتا ہے اور وہ شعور نور کا جامع ہے اس لئے مخبر صادق نے اُس کو مخلوق فرمایا ہے۔ اور کبھی اس مرتبہ کو عقل سے تعبیر فرمایا کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ یعنی پہلی چیز جو اللہ تعالٰے نے پیدا کی وہ عقل ہے۔ اور کہیں نور سے یاد فرمایا ہے اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ہے یعنی پہلی چیز جو خدا نے پیدا کی وہ میرا نور ہے +

دوسرا مرتبہ جو نورِ صرف ہے اور لاتعین کے نام سے متعین ہے اُس کو اوروں کی طرح تم ذاتِ بحت اور احدیتِ مجردہ مت خیال کرو کیونکہ یہ بھی نورانیتِ صرفہ کے حجابوں میں سے ایک حجاب ہے۔ اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ وَظُلْمَةٍ یعنی اللہ تعالٰے کے لئے نور اور ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں یہ مرتبہ اگرچہ تعین نہیں ہے مگر مطلوبِ حقیقی کا حجاب ہے گو آخری حجاب ہو اللہ تعالٰے اوراء الوراء ہے۔ یہ بلند مرتبہ تجلیات ذاتیہ کے اوپر ہے۔ کیونکہ تجلی بغیر آمیختگی تعین کے نہیں ہوتی۔ اور یہ مقام تمام تعینات کے اُوپر ہے۔ مگر منشا ان تمام تجلیاتِ ذاتیہ کا نورِ صرفہ ہے کہ تجلی بغیر اس نور کے ممکن نہیں ہے +

اگر بالفرض نور نہ ہو تو تجلی بھی نہیں ہو سکتی ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی بھی نور ہے جو تمام کائنات کا مسجود اور تمام تعینات کی اصل ہے ✣

اور جبکہ یہ نور تمام تجلیاتِ ذات کا ملجا اور ماوا ہے دوسروں کی مسجودیت ہے اس کی کیا تعریف کی جائے ✣

اور جبکہ کمالِ فضل و عنایتِ جل سلطانہ سے ہزاروں میں سے کسی ایک عارف کو اس دولت تک وصول سے مشرف کرتے ہیں اور اس مقام کے فنا اور بقا سے سرفراز کرتے ہیں ممکن ہے کہ وہ اس نور سے بقا پاکر فوق اور فوق الفوق سے حصۂ وافر حاصل کرلے ✣

کوئی شخص یہ وہم نہ کرلے کہ اس عارف نے ذات کے تمام حجابات طے کرلئے ہیں کیونکہ یہ نور بھی ایک آخری حجاب ہے ✣

بارہویں ہدایت

قرآن مجید کی حقیقت کے بیان میں

اسمیں پانچ فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیبات مجددیہ ۔ مرتبۂ عالیۂ نور صرف جس کو اس فقیر نے حقیقتِ کعبۂ ربانی دریافت کرکے لکھا ہے اس کے اوپر ایک مرتبہ مقدسہ حقیقتِ قرآن مجید ہے ۔ کعبۂ معظمہ قرآن مجید کے ہی حکم سے سارے جہان کا قبلہ قرار پایا اور مسجودیتِ عالم کی دولت سے مشرف ہوا ✣

پس قرآن مجید امام ہے اور کعبۂ معظمہ ماموم ۔ یہ مقدس مرتبہ ذاتِ تعالےٰ کی بیچونی کی وسعت کا نیز اس بیچونی و بیچگونی کے امتیاز کا مبداء ہے کہ درجہ اعلیٰ ہے اس مقدس مرتبہ حقیقت القرآن میں ذاتِ پُرنور کے اطلاق کرنے کی بھی گنجائش نہیں ہے ۔ دوسرے تمام ذاتی کمالات کی طرح سے نور بھی راستہ ہی میں رہجاتا ہے یہاں بیچون کی وسعت اور بیچگون کے امتیاز کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش

ــــــــ

سلہ مکتوب ہفتاد وہفتم جلد سوم ۱۲ ✣

نہیں ہے۔ آیت کریمہ لَقَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللهِ نُوْرٌ میں اگر نور سے مراد قرآن مجید ہے تو باعتبار اُس کی تنزیل کے ہو سکتا ہے چنانچہ کلمۂ مذکورہ میں اس کیطرف اشارہ بھی موجود ہے۔

فائدہ (۲) مؤلف حضرت مخدوم زادہ محبوب ربانی سیف رحمانی سلمہ اللہ تعالےٰ کی زبان گوہر فشان سے میں نے سُنا ہے کہ انوارِ قرآن مجید کے انکشاف کی علامت عارف کے باطن پر ثقل کا وارد ہونا ہے۔ آیت کریمہ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝ میں اس معرفت کی طرف اشارہ ہے۔

فائدہ (۳) مکاتیب[1] معصومیہ۔ اس بیان سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ قرآن مجید کی حقیقت صفت (یا شان) کلام سے پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے ولایت کبریٰ میں داخل ہوگی۔ کمالاتِ نبوت سے فوق ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس حقیقت کے معنی ذات بیچون کی وسعت کا مبدا ہے۔ جو تینوں ولایتوں اور کمالاتِ نبوت نیز حقیقتِ کعبہ سے بلند ہے فافہم۔

فائدہ (۴) مکاتیب[2] معصومیہ۔ علماء اہلِ سنت وجماعت کا مذہب مسئلہ کلام میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ازل سے ابد تک کلام واحد بسیطِ حقیقی سے متکلم ہے کثرت اور تفصیل کی اس میں گنجائش نہیں۔ اسی ایک کلمۂ بسیط سے امرو نہی اور استفہام و تمنّی و ترجی و اخبار و انشا و وعدہ و وعید صادر ہوئے۔

یہی کلمۂ بسیط قرآن اور توریت اور زبور و انجیل کے ناموں سے موسوم ہے۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارہ میں یکتا ارشاد ہے جو تحقیق و تدقیق کے بعد فرمایا گیا ہے کہ کلامِ الٰہی میں اجمال اور عدمِ تجزّی کے باوجود تفصیل بھی ثابت ہے۔ اور وسعت اور تمیز بھی موجود ہے اور امر و نہی سے ممتاز ہے اور اخبار و انشا سے علیحدہ۔

چنانچہ مرتبۂ ذات میں بھی اجمال کے باوجود ہم تفصیل اور وسعت ثابت

---

[1] مکتوب صد و بست و ہشتم جلد سوم ۱۲۔

[2] مکتوب شصت و ہفتم جلد اول ۱۲۔

کرتے ہیں کیونکہ وسعت اور تفصیل بھی صفات کمالیہ سے ہے کہ خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۔

واضح ہو کہ اس بلند مرتبہ میں اجمال و تفصیل سے مراد وہ اجمال و تفصیل نہیں ہے جو ہمارے فہم و ادراک میں آسکے۔ کیونکہ یہ تبعض اور تجزی کے بموجب ہیں۔ جس سے اللہ تعالےٰ پاک اور بلند ہے۔ بلکہ وہ اجمال و تفصیل بھی ذات و صفات کے ساتھ بیچون و بیچگون ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ۔ میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا ۔

یہ معرفت اگرچہ طور عقل سے علیحدہ ہے مگر کشفِ صحیح والہامِ صریح کی تائید سے موئید ہے جس تمیز کی علماءِ کرام نفی کرتے ہیں وہ ایسی تمیز ہے جو چون و چند کی قسم اور بساطت کے منافی ہے ۔

فائدہ (۵) مکاتیب[1] معصومیہ۔ حضرت تعالےٰ و تقدس میں اجمال اور وحدت کے لفظ کو لفظِ تفصیل سے اس وجہ سے زیادہ مناسبت ہے کہ لفظِ تفصیل تبعض و تجزّی کا وہم پیدا کرتا ہے۔ اس لئے ہم نے الفاظِ اجمال اور وحدت کو اُس حریم عالی پر اطلاق کرنے کے لئے اختیار کیا ہے۔ ورنہ اللہ تعالےٰ اِس اجمال اور تفصیل سے جو ہمارے اِدراک میں آسکتی ہے منزّہ اور مبرّا ہے۔ اگر ہم اُس کو وحدت اور وسعت بیچون کہیں تو درست ہے ۔

تیرھویں ہدایت

صلوٰۃ کی حقیقت کے بیان میں

اِس میں پانچ فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[2] مجددیہ۔ مرتبہ مقدسہ حقیقت قرآن کے اوپر ایک نہایت ہی بلند مرتبہ حقیقتِ صلوٰۃ ہے مصلیانِ ارباب نہایت کے لئے اس

[1] مکتوب شصت و ہفتم جلد اول ۱۲ ۔

[2] مکتوب ہفتاد و ہفتم جلد سوم ۱۲ ۔

مرتبہ کی صورت عالمِ شہادت میں قائم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ قصہ معراج کی اس حدیث میں کہ ٹھہر جائے محمد اللہ تعالےٰ نماز پڑھ رہا ہے اسی حقیقتِ صلوٰۃ کی طرف اشارہ ہو مرتبہ تجرّد و تنزیہہ کے شایان وہ عبادت ہے جو مراتب وجوب سے صادر ہو۔ اور اطوار قدم سے ظاہر ہو پس اُس کی مقدس جناب کے لائق وہ عبادت ہے جو مراتبِ وجوب سے ہو پس وہی عابد اور معبود ہے۔ اس مقدس مرتبہ میں کمالِ وسعت اور امتیاز بیچون ہے +

فائدہ (۲) مکاتیب[۱] معصومیہ۔ اس پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ مبدأ شے کو تقدم اور فوقیت ہوا کرتی ہے پس چاہئے کہ حقیقت قرآنی بھی حقیقتِ صلوٰۃ پر مقدم ہو۔ حالانکہ حقیقتِ صلوٰۃ کو حقیقتِ قرآن مجید سے مافوق لکھا گیا ہے +

جواب۔ ممکن ہے کہ یہ مبدائیت سالک کے عروج کے لحاظ سے ہو یعنی مدارجِ عروج میں وسعت کا آغاز حقیقتِ قرآنی سے ہوتا ہے جس کا کمال اوپر کی حقیقت یعنی حقیقت صلوٰۃ میں ہوگا۔ اس معنے سے مبدائیت کو تاخر ہوا +

دوسرا جواب یہ ہے کہ اَور اعتبار سے تفوق طرفین کے لئے ہے۔ حقیقتِ قرآنی حقیقتِ صلوٰۃ کا جزو ہے۔ اور جزو کو کل پر تقدیم ہوا کرتی ہے اور کل کو بزرگی ہوتی ہے اس کے اجزاء پر کہ وہ اس جزو کے سوا اور اجزا کو بھی شامل ہوتا ہے۔ اس لئے تفوق صوری جزو کے لئے ہے اور تفوق معنوی و رتبی کل کے لئے +

فائدہ (۳) مکاتیب[۲] مجددیہ۔ حقیقتِ کعبہ بھی حقیقتِ صلوٰۃ کا جز ہے اور حقیقتِ قرآن بھی اسی کا حصہ ہے کیونکہ صلوٰۃ اُن تمام مراتب کمالات عبادت کو جامع ہے جس کو اصل الاصل سے نسبت ثابت ہے +

فائدہ (۴) مکاتیب[۳] معصومیہ۔ ہمارے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوبات[۴] میں تحریر فرمایا ہے کہ ادائے نماز میں مصلی کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اُس میں نفس کو دخل نہیں۔ اس لذت کے وقت وہ نالہ و فریاد میں رہتا ہے۔ نیز یہ کہ دنیا دنیا میں نماز کا رتبہ مساوی ہے۔ آخرت میں رویت کے مرتبہ کے +

۱ے مکتوب صد و چہلم جلد سوم ۱۲ +
۲ے مکتوب ہفتاد و ہفتم جلد سوم ۱۲ +
۳ے مکتوب دو صد و بست و پنجم جلد اول ۱۲ +
۴ے مکتوب دو صد و شصت و نہم جلد اول ۱۲ +

فائدہ (۵) مکاتیب[1] مجددیہ۔ حمد و نعت و تبلیغ دعوات کے بعد میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو۔ خدا اُسکو سیدھا راستہ بتائے کہ ارکان اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے۔ جو تمام عبادات کا جامع ہے! ور ایسا جزو ہے کہ جس نے جامعیت کی وجہ سے کلیت کا حکم حاصل کر لیا ہے! ور سب مقرب کرنے والے عملوں میں افضل ہے +

دیدار حق تعالےٰ کی دولت جو حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو بہ شب معراج بہشت میں حاصل ہوئی تھی دنیا میں نزول فرمانے کے بعد اس عالم کے مناسب آپ کو نماز میں حاصل ہوتی تھی

اسی لئے آپ نے فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ نماز میں قریب ہو جاتا ہے +

آپ کے اکمل تابعین کو اس دولت کا اس دنیا میں نماز میں پورا حصہ حاصل تھا۔ اگرچہ دیدار حق میسر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس عالم میں اس کی تاب نہیں ہے اگر نماز کے لئے ارشاد نہ ہوتا تو مقصود کا چہرہ کون کھولتا! ور طالب کو مطلوب تک کون پہنچاتا غمگساروں کو لذت بخشنیوالی اور بیماروں کو راحت دینے والی چیز نماز ہے۔ اَرِحْنِیْ یَابِلَالُ میں اس ماجرا کا ایک رمز ہے۔ اور قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ میں اس آرزو کی طرف اشارہ ہے۔ اذواق اور مواجید اور علوم و معارف اور احوال و مقامات اور انوار والوان اور تلوینات و تمکینات اور تجلیات متکیفہ و غیر متکیفہ اور ظہورات متلونہ و غیر متلونہ اور جو چیزیں کہ نماز کے سوا میں حاصل ہوں اور حقیقت نماز سے آگاہی کے بغیر حاصل ہوں وہ سب ظلال اور امثال ہیں۔ بلکہ وہم اور خیال سے پیدا ہوئے ہیں۔ جو مصلی حقیقت نماز سے آگاہ ہے وہ ادائے نماز کے وقت گویا اس عالم سے نکلکر عالم آخرت میں پہنچتا ہے پس لئے آخرت کی مخصوص دولت سے پورا حصہ لیتا ہے۔ اور اصل کو بغیر ظل کی آمیزش کے حاصل کرتا ہے کیونکہ عالم دنیا کمالات ظلی تک محدود ہے۔ ظلال کے سوا جو کچھ معاملہ ہے وہ آخرت سے مخصوص ہے۔ اس لئے مومنوں کے حق میں نماز معراج ہوئی۔ یہ

---

[1] مکتوب دو صد و شصت و یکم جلد اول ۱۲ +

دولت اس امت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں مخصوص ہوئی ہے کیونکہ آپ معراج کی رات دنیا سے آخرت میں تشریف لے گئے اور بہشت میں جاکر دیدار حق تعالےٰ کی دولت سے مشرف ہوکر اس کمال سے ممتاز ہوئے۔

اے اللہ جزا دے آپ کو ہماری طرف سے جس کے آپ مستحق ہیں اور وہ جزا ہماری طرف سے عطا فرما۔ جو اُن جزاؤں سے افضل ہو جو تو نے اوروں کی طرف سے ان کے انبیا علیہم السلام کو دی ہیں۔ اور تمام انبیا کو بھی جزائے خیر عطا کر کیونکہ وہ سب کے سب مخلوق کو تیری طرف اور تیرے بقا کی طرف پہنچانے والے ہیں۔

صوفیہ کی ایک جماعت کو حقیقتِ نماز کی طرف سے بے خبر رکھا گیا ہے اور اس کے کمالات سے اطلاع نہیں دی گئی۔ وہ اپنی بیماری کے علاج دوسرے امور سے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اور اپنی مرادوں کے حصول کو دوسری چیزوں سے وابستہ کر رہے ہیں۔

بلکہ ایک جماعت ان کی نماز کو مقصد سے دُور سمجھ کر غیر اور غیریت پر اُس کی بنا رکھتی ہے اور صوم کو صلوٰۃ سے افضل جانتی ہے۔ صاحب فتوحاتِ مکیہ نے لکھا ہے کہ روزہ میں کھانا پینا چھوڑنے کی وجہ سے صمدیت کی صفت متحقق ہوتی ہے۔ اور نماز میں عارف غیریت میں آتا ہے۔ اور عابد و معبود کو جانتا ہے۔

تم خوب جانتے ہو کہ یہ قول مسئلہ توحید وجودی پر مبنی ہے۔ جو اصحابِ سُکر کا حال ہے۔ حقیقتِ نماز سے آگاہی نہ رکھنے کی وجہ سے کہ ایک جماعت صوفیہ کی نغمہ کے پردوں میں اپنے اضطراب کی تسکین دیکھتی ہے۔ اور سماع و نغمہ وجد و تواجد میں اپنے مطلوب کو ڈھونڈھتی ہے۔ اس لئے رقص و رقاصی کی عادت کر لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ نے حرام میں شفا نہیں پیدا کی۔ مگر ڈوبنے کو تنکے کا سہارا کافی ہے۔ اور شے کی محبت اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔ اگر نماز کے کمالات کی حقیقت سے اُن پر ایک شمّہ بھی منکشف ہو جاتا تو ہرگز سماع و نغمہ و وجد و تواجد کو اختیار نہ کرتے مصرعہ

چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

ترجمہ نہ کھلی اُن پہ حقیقت تو پڑے قصوں میں

اے برادر جتنا فرق نماز اور نغمہ میں ہے اتنا ہی فرق دونوں کے کمالات میں ہے۔ عاقل کے لئے اشارہ کافی ہے حقیقت وہ کمال ہے جو ایک ہزار سال کے بعد ظہور میں آیا۔ اور باوجودیکہ یہ اخیر زمانہ ہے مگر سابقین کے رنگ میں ظاہر ہوا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان کے پہلے بہتر ہیں یا بیچ کے کیونکہ اول کے ساتھ آخر کی مناسبت تردد کا باعث ہوئی +

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ اس امت کا بہترین حصہ اس کا اول ہے یا آخر اور بیچ کے حصہ میں کدورت ہے۔ اس امت کے متاخرین میں اگرچہ نسبت بلند ہے مگر تھوڑی ہے۔ اور متوسطین میں نسبت بلند نہیں ہے مگر کثیر ہے وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ كَمِّيَّةٌ وَكَيْفِيَّةٌ لیکن نسبت کے قبل حصہ نے متاخرین کو بلند درجہ پر پہنچایا۔ اور سابقین کی نسبت کے ساتھ ان کو بشارت دی +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِيْبًا وَ سَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ۔ اسلام غربت سے شروع ہوا اور اسی حالت میں لوٹ آئیگا پس خوشخبری ہے غریبوں کے لئے +

اس امت کی آخریت کا آغاز ہجرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہزار سال گذرنے کے بعد ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک ہزار سال کے گذرنے کو امور کے متغیر ہونے اور اشیاء کے بدلنے میں عظیم الشان خاصیت ہے۔ چونکہ اس امت میں نسخ اور تبدیل نہیں ہے اس لئے سابقین کی نسبت بھی اسی تازگی اور آبداری سے متاخرین میں جلوہ گر ہوئی +۔ اور مجدد الف ثانی نے شریعت کی تائید اور ملت کی تجدید فرمائی حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان اس پر گواہ عادل ہیں +

اے برادر۔ یہ باتیں بہت لوگوں کو گراں گذرتی ہیں وہ اُس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اگر نظر انصاف سے علوم اور معارف کا موازنہ کریں اور احوال کے صحت اور سقم کی شریعت سے مطابقت کریں اور شریعت و نبوت کی تعظیم و توقیر کو دیکھیں

کہ کون سا سلسلہ اس کا پابند ہے تو ورطۂ حیرت اور تعجب سے نکلجائیں گے +

فقیر نے اپنے مکاتیب میں کثرت سے لکھا ہے کہ طریقت اور حقیقت شریعت کے خادم ہیں۔اور نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ نبی کی ولایت کیوں نہ ہو۔اور ولایت کے کمالات کو نبوت کے کمالات سے اتنی نسبت بھی نہیں ہے جتنی قطرہ کو دریا سے ہے خصوصاً ایک مکتوب[1] جو فرزند کے نام سے لکھا گیا ہے اس میں اس کی تفصیل دیکھو +

اس گفتگو سے ہمارا مقصد حق سبحانہ تعالےٰ کی نعمت کا اظہار اور اس طریقہ کے طالبوں کو ترغیب دینا ہے نہ دوسروں پر اپنی فضیلت۔خدا کے بزرگ بزرگ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو اپنے کو کافر فرنگ سے بہتر جانتا ہو۔پھر اکابر دین سے بہتری کا خیال کجا۔نظم

ولے چوں شہ مرا برداشت از خاک سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

اٹھایا مجھ کو شہ نے خاک سے جب
بڑھا نہ سر افلاک سے تب

من آں خاکم کہ ابر نوبہاری کند از لطف بر من قطرہ باری

کہیں ہوں خاک اور وہ ابر نیساں
ہمیشہ فضل سے ہے اپنے ریزاں

اگر بروید از من صد زبانم چو سوسن شکر لطفش کے توانم

اگر ہر بال ہیں ہیکر زباں ہو
نہ اس کے لطف کا شمہ بیاں ہو

اس مکتوب کے مطالعہ کے بعد اگر تعلیم نماز اور اس کے کمالات کا تم میں شوق پیدا ہو اور وہ تم کو بے چین کرے تو استخاروں کے بعد ادھر متوجہ ہو۔اور عمر کا ایک حصہ تعلیم نماز میں صرف کرو۔خدائے پاک سیدھے رستہ پر چلانے والا ہے۔اور اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کو اختیار کیا اور متابعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم کرلیا۔آپ اور آپ کی اولاد پر اکمل ترین درود وسلام ہو +

[1] مکتوب دوصد و شصتم جلد اول ۱۲ +

چودھویں ہدایت

معبودیت صرفہ کے بیان میں

اس میں دو فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب مجددیہؒ - مرتبہ حقیقت صلوٰۃ سے بالا معبودیت صرفہ کا مقدس مرتبہ ہے - جس کا استحقاق اس مرتبۂ فوق کو حاصل ہے جو کل کی اصل ہے اور سب کی جائے پناہ - اس مقام میں وسعت بھی کوتاہی کرتی ہے - اور امتیاز بھی راستہ میں رہ جاتا ہے اگرچہ وہ بیچون وبیچگون ہو - پس جاننا چاہیئے کہ اکابر انبیاء و اولیاء کی رسائی کی انتہا مقام حقیقت صلوٰۃ تک ہے جو عابدوں کی عبادات کا انتہائی مرتبہ ہے - اس مرتبہ کے بعد مقام معبودیت صرفہ ہے اس مرتبہ میں کسی شخص کو کسی طرح کی شرکت نہیں ہے کہ قدم بڑھا سکے کیونکہ جب تک عبادت اور عابدیت کے تعلق کی گنجائش ہے نظر کی طرح قدم کی بھی گنجائش ہے - مگر جب معاملہ معبودیت صرفہ سے پڑتا ہے - قدم کوتاہی کرتا ہے اور سالک کی سیر ختم ہو جاتی ہے - لیکن خدائے پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ نظر کو سیر کرنے سے ممانعت نہیں ہے اور بقدر استعداد گنجائش دیگئی - مصرعہ

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے

ع بڑی مشکل تھی گر یہ بھی نہ ہوتا

ممکن ہے کہ امر قف یا محمدؐ میں اسی کوتاہی قدم کی طرف اشارہ ہو یعنی اے محمدؐ ٹھہرو قدم آگے مت بڑھاؤ کیونکہ یہ مقام مرتبہ صلوٰۃ سے بالاتر ہے جو مرتبۂ وجوب سے صادر اور مرتبۂ تنزیہہ محض ذات واجب تعالےٰ ہے - یہاں جولانگاہی کی بلکہ قدم رکھنے کی گنجائش نہیں ہے - کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی حقیقت اسی مقام میں متحقق ہوتی ہے - اور آلۂ غیر مستحقہ کی نفی ہوتی ہے - معبود حقیقی کا اثبات جس کے سوا عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے - اور عابدیت اور معبودیت

لہ مکتوب ہفتاد و ہفتم جلد سوم ۱۲

میں امتیازِ کامل ظاہر ہوتا ہے۔ اور عابد معبود سے کماحقہ جدا ہوتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے معنی منتہیوں کے لئے لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کے ہیں۔ جو کلمۂ طیبہ کے شرعی معنی قرار پائے ہیں۔ لَا مَوْجُوْدَ اور لَا وَجُوْدَ اور لَا مَقْصُوْدَ کہنا مبتدی اور متوسط درجہ والوں کے لئے ہے۔ اور لَا مَقْصُوْدَ کا مرتبہ لَا مَوْجُوْدَ اور لَا وَجُوْدَ کے اوپر ہے اور لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کے نیچے۔

جاننا چاہئے کہ اس میں مقام میں ترقی نظر کی اور حدّت بصر کی عبادت صلوٰۃ سے متعلق ہے جو منتہیوں کا کام ہے۔ اور دوسری عبادتیں تکمیل صلوٰۃ میں مدد دیتی اور اس کی کمی کو پورا کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے صلوٰۃ کو ایمان کی طرح حَسَنٌ لِذَاتِہٖ کہا گیا ہے۔ اور دوسری عبادتوں میں حسن لذاتہ موجود نہیں ہے۔

فائدہ (۲) مکاتیب[۱] معصومیہ۔ سوال۔ جب رویتِ بصری اور مشاہدہ قلبی دنیا میں نہیں ہو سکتے تو وصول نظری کے کیا معنی ہیں۔

جواب۔ وصولِ نظری رویت اور مشاہدہ سے علیحدہ متشابہات کی طرح ایک بے کیف امر ہے جب تک تم اس مقام تک نہ پہنچو اس کے معنی نہیں معلوم کر سکتے۔

ہمارے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وصول نظری اور وصول قدمی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس مقام میں مشاہدہ اور شہود ہے۔ یا قدم کی گنجائش ہے۔ اس مقام میں قدم تو کیا ایک بال کی بھی گنجائش نہیں ہے وصول نظری کے معنی مجہول الکیف وصول کے ہیں اگر صورتِ مثالیہ کی نظر میں مرتسم ہو جائے تو اُس کو وصولِ نظری کہیں گے۔ اور اگر قدم میں مرتسم ہو تو وصول قدمی کہیں گے نظر اور قدم اس مقدس جناب میں حیران اور پریشان ہیں۔

سوال۔ جب مرتبۂ معبودیتِ صرفہ میں نظر ممنوع نہیں ہے تو ممکن ہے کہ رویت عالم دنیا میں ہو سکے حالانکہ وہ باجماع امت ناجائز ہے۔

جواب۔ اصلی شے کا حاصل ہونا دوسری چیز ہے۔ اور اس سے حصّہ حاصل کرنا اور بات ہے۔ اصل رویت کا آخرت میں وعدہ کیا گیا اور دنیا

[۱] مکتوب صد و نود دہم جلد دوم ۱۲

میں ممنوع کیا گیا ہے +

چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اگرچہ دنیا میں اصل رویت نہیں ہے مگر رویت کے مشابہ ہے۔ پس سمجھو کہ ہمارا کلام اشارت و بشارت ہے +

پندرھویں ھدایت

نزول کے اُس مرتبہ کے بیان میں جو لحوق حقیقۃ الحقائق سے تعلق ہے اور اُس کی تحقیقات بنا کعبہ کے بیان میں

اسمیں سات فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[1] مجددیہ۔ یہ سب مقامات مصرحہ بالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے عروج سے تعلق رکھتے ہیں جن کا حاصل ہونا عروج سے وابستہ ہے متابعت کا یہ ساتواں درجہ ہے جو نزول اور ہبوط سے تعلق رکھتا ہے اور متابعت کے تمام مراتب سابقہ کا جامع ہے۔ کیونکہ اس مقام میں نزول بھی قلب کی تصدیق اور اس کی تمکین اور نفس کا اطمینان اور اجزاء قالب کا اعتدال ہے جو طغیان اور سرکشی سے رُک گئے ہیں۔ سابقہ مراتب گویا اس متابعت کے اجزاء تھے اور یہ مقام ان اجزاء کا کُل ہے۔ اس مقام میں تابع اور متبوع میں ایسی مشابہت پیدا ہوتی ہے کہ گویا تبعیت کا نام درمیان سے اٹھ گیا۔ اور تابع و متبوع کا امتیاز زائل ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا متبوع کی طرح تابع بھی جو کچھ حاصل کر رہا ہے۔ اصل سے لے رہا ہے۔ اور دونوں ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے اور ایک دوسرے سے ہم کنار اور ایک ہی بستر پر شیر و شکر کی طرح ہیں۔ تابع کہاں اور متبوع کون اور تبعیت کیسی اتحاد نسبت میں تغایر کی گنجائش نہیں ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ عارف اپنے آپ کو طفیلی اور وارث نبی علیہ الصلوٰۃ جانتا ہے۔ حالانکہ تابع دوسری چیز ہے۔ اور طفیلی و وارث دوسری شے ہے

---

[1] مکتوب پنجاہ و چہارم جلد دوم ۱۲

اگرچہ یہ دونوں تبعیت کی صفت میں شامل ہیں۔ ظاہرا تابع میں متبوع کی جیلولت درکار ہے۔ اور طفیلی و وارث میں کسی جیلولت کی ضرورت نہیں۔ تابع پس خوردہ کھاتا ہے۔ اور طفیلی ہم نشین کا ضمنی جلیس ہے۔

الحاصل ہر ایک دولت انبیاء کرام کے لئے ہے۔ امت کی سعادت ہے کہ ان کے طفیل میں اس دولت سے حصہ لیتی ہے۔ اور ان کا اولش تناول کرتی ہے ؎

در قافلۂ کہ اوست دانم نرسم — ایں بسکہ رسد ز دور بانگ جرسم

جس قافلہ میں ہے پہنچنا محال ہے
لیکن جرس کی صوت سے خوش خستہ حال ہے۔

فائدہ (۲) اس مرتبہ کا حاصل ہونا حقیقۃ الحقائق یعنی حقیقت محمدیہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تک وصول کا ثمرہ ہے۔

فائدہ (۳) مکاتیب[1] مجددیہ۔ اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسط کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سالک اور اس کے مطلوب میں حائل ہیں۔

دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اور آپ کی متابعت سے سالک اپنے مطلوب تک واصل ہو پس طریق سلوک اور حقیقۃ محمدیہ میں واصل ہونے تک آپ کا توسط ہر دو معنی سے ثابت ہے۔ اور حقیقۃ الحقائق تک پہنچ جانے کے بعد بھی آنحضرت کا توسط دوسرے معنی کے لحاظ سے رہتا ہے۔

اب یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس صورت میں عدم توسط سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں نقص لازم آئیگا۔

جواب۔ یہ عدم توسط قصور کا مستلزم نہیں ہے۔ بلکہ مستلزم کمال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ متبوع کا کمال یہ ہے کہ اس کا تابع اس کے طفیل اور اس کی متابعت سے تمام مراتب کمال کو پہنچے اور کوئی دقیقہ

---

[1] مکتوب صد و بست و یکم جلد سوم ۱۲۔

چھوڑے۔ عدم توسط یعنی عدم حیلولت کی صورت میں یہ معنی پیدا ہو سکتے۔ اور وجود توسط میں نہیں۔ کہ اس میں شہود بے پردہ ہے جو کہ درجاتِ کمال کی انتہا ہے۔ اور اس میں در پردہ۔ یہ مخدوم کی شوکت اور عظمت ہے کہ اس کا خادم کسی مقام میں اس سے پیچھے نہ رہے۔ اور اس کی متابعت سے اس کے ہمسروں کے مرتبہ میں شریک رہے +

حدیث میں ہے کہ میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں کہ مثل نبیوں کے آخرت میں ان کو بھی دیدار الٰہی بلا توسط اور بلا حیلولت کے میسر ہو گا +

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز میں داخل ہوتا ہے تو جو پردہ بندہ اور خدائے تعالےٰ میں ہے وہ اٹھ جاتا ہے +

یہ معرفت فقیر کے مخصوص معارف لدنیہ سے ہے۔ ارباب ظواہر عدمِ توسط یعنی حیلولت کو جو کمالِ ایمان ہے کفر جانتے ہیں۔ اور اس کے قائل کو اپنی نادانی سے گمراہ بتاتے ہیں۔ اور توسط یعنی حیلولت کو کمالِ ایمان سمجھتے ہیں اور توسط کے قائل کو کامل تابعین سے شمار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ حقیقتِ حال سے لاعلمی ہے +

فائدہ (۴۴) مکاتیبِ[1] مجددیہؓ۔ سوال تحقیق گذشتہ سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور وراثت میں دوسروں کو حقیقۃ الحقائق تک وصول اور الحاق و اتحاد حاصل ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات خاصہ میں شرکت ہوتی ہے پس اس صورت میں متبوع اور تابع اصلی اور طفیلی میں کیا فرق رہا۔ اور کونسی فضیلت باقی رہی +

جواب حقیقۃ الحقائق تک دوسروں کا وصول اور الحاق ایسا ہی ہے جیسا کہ الحاق خادم کا مخدوم سے اور طفیلی کا اصلی تک اگر وہ اخص خواص اُمت سے ہے تو خادم ہے اور اگر انبیاء کرام سے ہے تو طفیلی ہے۔ خادم مخدوم کا پس خوردہ کھاتا ہے مخدوم کے ساتھ کیا شرکت کر سکتا ہے۔ مخدوم کے مقابلہ میں اُس کی کیا

---

[1] مکتوب صد و بست و دوم جلد سوم ۱۲ +

عزت اور وقعت ہو سکتی ہے طفیلی اگرچہ اصل ہم نشین اور ہم لقمہ ہے مگر طفیلی طفیلی ہی ہوتا ہے +

جو خادم مخدوم کے اتباع سے بلند مقامات پر پہنچتے ہیں اور مخدوم کے مخصوص کھانوں سے پس خوردہ کھاتے ہیں اور عزت و احترام پیدا کرتے ہیں وہ مخدوم ہی کی بزرگی ہے اور اس کی متابعت کی بلندی۔ گویا مخدوم کو باوجود ذاتی عزت کے خادموں کے لحاق سے اور دوسری شان پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے مراتب کی بلندی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے تابع کو متبوع کے ساتھ کیا شرکت ہو سکتی ہے اور برابری کا وہم کس طرح +

فائدہ (۵) مکاتیب[1] مجددیہ۔ اجزاءِ قالب کے اعتدال کے بعد نفس کو بدرجہ کمال اور بے تکلف اطمینان ہو جاتا ہے +

فائدہ (۶) مکاتیب[2] مجددیہ۔ **سوال** جب اجزاء قالب اعتدال پر آگئے اور نافرمانی و سرکشی سے رُک گئے تو پھر ان کے ساتھ مجاہدات کی کیا ضرورت رہی۔ نفس مطمئنہ کی طرح اُن سے بھی جہاد نہیں کرنا چاہئے حالانکہ امر طے شدہ ہے کہ ہمیشہ مجاہدہ قائم رہتا ہے +

جواب نفس مطمئنہ اور ان معتدل اجزاء قالب میں فرق ہے مطمئنہ صاحب نیستی و نابودی ہے اور عالمِ امر سے ملحق جو کمالِ نیستی اور سُکر سے متصف ہے اجزاءِ قالب احکام شرعیہ کی رُو سے جن کا مبنیٰ ہوشیاری ہے نیستی اور مستی سے تعلق نہیں رکھتے بست میں مخالفت کی گنجائش نہیں اور ہوشیار ہیں مصالح اور منافع کی وجہ سے بعض امور میں مخالفت کا امکان ہے فضلِ الٰہی سے اُمید رکھنی چاہئے کہ یہ مخالفت ترک استحباب اور ارتکاب کراہت تنزیہہ سے زیادہ نہ ہو گی +

فائدہ (۷) مکاتیب[3] معصومیہ۔ تم نے پوچھا تھا کہ آپ طالبوں کو حقائق ثلثہ کے وصول کے بعد حقیقۃ الحقائق کے محوق کی بشارت دیتے ہیں۔ حالانکہ حقائق ثلثہ مراتب وجوب میں داخل ہیں اور حقیقۃ الحقائق امکانی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے

---

[1] مکتوب پنجاہم جلد دوم ۱۲ +
[2] مکتوب پنجاہم جلد دوم ۱۲ +
[3] مکتوب صد و چہل و چہارم جلد سوم ۱۲ +

یہ شبہہ میرے دل میں مدت سے کھٹک رہا ہے تسکین فرمائیے +

جواب - میرے مخدوم اس میں کوئی دشواری نہیں ہے - اس وجہ سے کہ حقیقۃ الحقائق کے لحوق اور مراتبِ ثلثہ کے وصول میں کوئی ترتیب نہیں ہے - اور نہ ایک دوسرے کا موقوف علیہ ہے - جائز ہے کہ کسی کو مقامِ حقیقت الحقائق حاصل ہو جائے اور اُس کو حقائق ثلثہ تک وصول نہ ہو یہ بھی ممکن ہے کہ وصول حقائق حاصل ہو جائے اور لحوق بحقیقۃ الحقائق نہ ہو - انبیاء کرام اپنی حقیقت سے حقیقتِ کعبہ تک اور اس کے اوپر تک پہنچ جاتے ہیں - جو سالک اُن کے نقش قدم پر چلے ممکن ہے کہ وہ حقائق ثلثہ تک واصل ہو جائے اور حقیقت الحقائق اس کے بیچ میں نہ آئے اور اس وصول کے بعد شیخ کے توسط سے حقیقۃ الحقائق سے ملحق ہو جائے پس جبکہ قبلِ وصول حقائق ثلثہ حقیقت الحقائق کا لحوق ممکن ہے +

فقیر نے بعض دوستوں کو حقائق ثلثہ کے اصول کے بعد لحوق بحقیقۃ الحقائق کی خوشخبری دی تھی +

اِس سے واضح ہوگا کہ حقائق ثلثہ کے بعد حقیقت الحقائق کا لحوق ہونا لازمی اور کوئی کلیّہ قاعدہ نہیں ہے - بلکہ یہ امر اتفاقی ہے - اگر کسیکو وصول حقائق ثلثہ کے بعد لحوق بحقیقۃ الحقائق کی طرف توجہ ہو تو اس کو بشارت مذکورہ دیجا سکتی ہے - اور اگر کسی کو حقائقِ ثلثہ کے وصول سے پہلے ہی لحوق کی طرف توجہ ہو جائے تو وہ بھی ممکن ہے - اور اس صورت میں یہ کہا جائیگا کہ اس کو حقائق ثلثہ کے وصول کا راستہ حقیقت الحقائق کے لحوق کے بعد منکشف ہوا - وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ +

سولھویں ہدایت

تعین اول کے معنی کے بیان میں

اسمیں ایک فائدہ ہے

کہتے ہیں کہ حقیقۃ الحقائق یعنے حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت

ذات کے مرتبہ اطلاق کا تعین ہے +

فائدہ (۱) مکاتیب[1] مجددیہؒ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ ظہور اوّل ہے حقیقت الحقائق ہے۔ دوسری حقیقتیں عام ازیں کہ انبیاءِ کرام کی حقیقتیں ہوں یا ملائکہ عظام کی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلال ہیں۔ اور حقیقت محمدیہ اصل حقائق ہے +

سترھویں ہدایت

تعیّن وجودی کے بیان میں

اسمیں ۲ دو فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[2] مجددیہؒ بفضل خداوندی سے جو کچھ آخر میں منکشف ہؤا یہ ہے کہ ذات تعالیٰ وتقدس کا تعیّن اوّل حضرت وجود ہے جو تمام اشیاء کو محیط اور تمام اضداد کو جامع ہے اور خیر محض اور کثیر البرکت ہے گروہِ صوفیہ کے اکثر مشائخ نے اسی تعین کو عین ذات کہا ہے۔ اور اس سے ذات پر زیادتی کرنے کو منع کیا ہے۔ سبحانہ۔ یہ نکتہ نہایت دقیق اور لطیف ہے ہر شخص کی آنکھ اس کو نہیں پا سکتی اور اس تعین کو اصل سے جدا نہیں کر سکتی۔ یہ تعین اس وجہ سے یہ تعین اس مدت تک مخفی رہا۔ اور اُن کی نظروں میں اصل ذات متعین سے متمیز نہ ہو سکی۔ ایک جماعت عظیم اس تعینِ وجودی کو خدا سمجھ کر پرستش کرتی رہی اور انہوں نے اس کے ماسوا یعنی اصل مطلوب کی تلاش اور طلب نہ کی۔ بلکہ اس تعین کو مبداء آثار خارجی تصور کرنے اور حوادث یومیہ کا خالق و موجد سمجھنے لگے۔ ماسوائے حق سے حق کی تمیز کی یہ دولت فقیر کے لئے ذخیرہ رکھی گئی تھی۔ کیونکہ غیر معبود کی مشارکت معبود سے نفی انبیاء کرام کا اولش تھا جو اُن کے اس زلزلہ رُبا کے لئے مخصوص رکھا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو

[1] مکتوب صد و بست و دوم جلد سوم ۱۲ +

[2] مکتوب نود و سوم جلد سوم ۱۲ +

ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے بے شک ہمارے پروردگار کے رسول دین حق لیکر آئے +

فائدہ (۲) مکاتیبؒ مجددیہؒ۔ سوال۔ تعینِ اول وجودی کا وجود خارج میں موجود ہے یا صرف مرتبہ ثبوتِ علمی میں ہے۔ دونوں صورتیں درست نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ ان بزرگوں کے نزدیک خارج میں سوائے ایک ذات تعالےٰ کے اور کچھ موجود نہیں اور تنزلات و تعینات کا خارج میں نام و نشان نہیں ہے اور اگر کہا جائے کہ تعینِ وجودی محض ثبوتِ علمی ہے تو لازم آئیگا کہ تعینِ علمی ذات سے سابق ہو۔ حالانکہ یہ خلافِ مقررہ ہے +

جواب ہم کہتے ہیں کہ تعینِ وجودی نفس الامر میں ثابت ہے۔ اگر اس کو اس لحاظ سے کہ ماورائے علم میں بھی اس مرتبہ کا ثبوت ہے ثبوتِ خارجی کہا جائے تو بھی درست ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم +

اٹھارہویں ہدایت

تعیّن حُبّی کے بیان میں

اسمیں دو فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیبؒ مجددیہؒ۔ مراتبِ ظلال کے طے کرنے کے بعد فقیر پر منکشف ہوا کہ حقیقتِ محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم تعین اور ظہور حُبّی ہے جو ظہورات کا مبداء اور خلق مخلوقات کا منشا ہے +

مشہور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ یعنی میں ایک چھپا ہُوا خزانہ تھا میں نے چاہا پہچانا جاؤں اس لئے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ پس پہلی چیز جو گنجینۂ مخفی سے یہ ظہور پر جلوہ گر ہوئی وہ حُبّ ہے جو پیدائش خلائق کا سبب ہوئی اگر حُبّ نہ

اے مکتوب اڈدو سوم جلد سوم ۱۲ +
سے مکتوب صد و بست و دوم جلد سوم ۱۲ +

ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا۔ اور عالم عدم میں ہمیشہ کے لئے مخفی رہ جاتا حدیث قدسی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ترجمہ اگر تم اے پیارے محمدؐ نہ ہوتے تو میں افلاک کو نہ پیدا کرتا۔ کے راز کو جو خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں وارد ہوئی۔ یہاں ڈھونڈھنا چاہئے۔ اور حدیث لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ ترجمہ اگر تم اے پیارے محمد نہ ہوتے تو میں اپنی صفت ربوبیۃ کو ظاہر نہ کرتا۔ کی حقیقت کو اسی مقام میں تلاش کرنا چاہیئے۔

سوال۔ صاحب فتوحات مکیہ نے تعین اول کو کہ حقیقت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے حضرت اجمال علم کہا ہے۔ آپ نے اپنے رسائل میں تعین اول کو تعین وجودی کہا ہے۔ اور اس تعین کے مرکز کو جو اس کے اجزاء میں اشرف ہے حقیقت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم قرار دیا ہے۔ اور تعین حضرت اجمال کو تعین وجودی کا ظل لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ تعین اول تعین حُبی ہے۔ اور یہی حقیقت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ ارشاد ہو کہ ان اقوال میں مطابقت کی کیا صورت ہے

جواب۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظل شے اصل شے معلوم ہوتی ہے اور سالک اس کی طرف کھینچ جاتا ہے پس یہ دونوں تعین (یعنی تعین علمی اور وجودی) تعین اول یعنی تعین حبی کے ظل ہیں جو عارف کو عروج کے وقت اصل تعین اول معلوم ہونے لگتے ہیں (جو درحقیقت تعین اول نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے ظل ہیں)۔

سوال تعین وجودی کو تعین حُبی کا ظل کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے حالانکہ وجود کو حُب پر سبقت ہے کیونکہ حب وجود کی فرع ہے۔

جواب فقیر نے اپنے رسائل میں تحقیق کیا ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالےٰ اپنی ذات سے موجود ہے نہ کہ وجود سے موجود۔ اسی طرح سے واجب تعالےٰ کے صفات ثمانیہ ذات واجب سے موجود ہیں۔ نہ وجود سے۔ کیونکہ وجود بلکہ وجوب کی اس مرتبہ میں گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ وجوب اور وجود دونوں اعتبارات ہیں پس پہلا اعتبار جو ایجاد عالم کے لئے ظاہر ہوا وہ حُب ہے۔ اس کے بعد وجود جو ایجادِ عالم کا مقدمہ ہے کیونکہ ذاتِ واجب تعالےٰ بغیر

ف۱؎ مکتوب دو صد وسی وچہارم جلد اول و مکتوب دوم وسوم جلد دوم ۱۲

اعتبار حُبّ اور وجود کے عالم اور ایجادِ عالم سے مستغنی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ترجمہ: اللہ دوجہان سے بے پرواہ ہے۔ تعینِ علمی اجمالی کو ان دونوں تعین کا ظلّ کہنا اس اعتبار سے ہے کہ ہر دو تعین باعتبار ذاتِ واجب تعالےٰ کے بلا ملاحظہ صفات ہیں۔ اور تعینِ علمی میں صفت ملحوظ ہے جو ذات کے ظل کی طرح ہے عزّ شانہٗ +

فائدہ (۲) مکاتیب[ل] مجددیہؒ۔ سوال حقیقتِ محمدی سے ترقی کرنا (جو تعینِ حُبّی اور حقیقۃ الحقائق ہے اور کوئی حقیقت حقائق ممکنات سے اس کے اوپر نہیں ہے) جائز ہے یا نہیں۔

آپ نے اپنے رسائل میں تحریر فرمایا ہے کہ حقیقتِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے اوپر ترقی ہوئی اس کی کیا حقیقت ہے +

جواب۔ اس حقیقت سے ترقی کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس رتبہ کے بعد مرتبہ لاتعین ہے جس سے تعین کا الحاق اور وصول ناممکن ہے۔ وصول اور الحاق کو بے کیف کہنا خالی ایک افواہ ہے جس سے حقیقت معاملہ تک پہنچنے سے پہلے تسلّی کرلی جاتی ہے اور اس حقیقت تک رسائی ہوجانے کے بعد عدم وصول اور عدم الحاق کا حکم کرنا ضروری ہے۔ شک و شبہ کا وہاں میل نہیں رہتا +

میں نے جو لکھا ہے کہ حقیقتِ محمدیہ سے ترقی فوق ہوئی میری غرض اس سے ظلِّ حقیقتِ محمدیہ تھی جس کو اجمالِ حضرتِ علم کہا جاتا ہے۔ اور وحدت سے تعبیر کیا جاتا ہے +

اس وقت تک ظلّ کا اصل سے اشتباہ تھا مگر جب کہ فضلِ الٰہی سے اس ظل سے اور تمام ظلال سے رہائی ملگئی تو معلوم ہوا کہ حقیقت الحقائق سے ترقی نہیں ہوئی۔ بلکہ یہاں سے قدم آگے بڑھانا ممکن نہیں ہے کیونکہ آگے قدم بڑھانا امکان سے نکلکر وجوب میں داخل ہونا ہے جو شرعاً اور عقلاً محال ہے +

[ل] مکتوب صد و بست و دوم جلد سوم ۱۲ +

انیسویں ۱۹ ہدایت

فوق تعین حبی کے بیان میں

اسمیں چار فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[1] معصومیہ۔ ہمارے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخری چیز جو تحریر فرمائی ہے وہ مکتوب[2] ہے جو تیسری جلد کے آخر میں مولانا حسن دہلوی کے نام مرقوم ہے۔ اس مکتوب میں تعین وجودی کے اوپر تعین حُبی کا اثبات فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ اس مقام سے ترقی ممنوع ہے۔ ہر روز حضرت ان معارف عالیہ کی تحریر میں مصروف رہتے تھے! ور شب میں آپ کو بخار آتا تھا۔ آٹھویں دن اسی بخار میں آپ کا وصال ہوگیا حضرت کے وصال کے بعد یہ مکتوب دستیاب ہوا اور مخلصین نے اِس کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا۔ اور اِس کی نقلیں لی گئیں۔ ان روشن معارف کی تحریر کے بعد مرض موت کی سختیوں کی حالت میں بھی آپ نے بہت سے معارف اور اسرار بیان فرمائے اور وصیتیں کیں۔ منجملہ اِن اسرار کے جس رات کی صبح کو حضرت کا وصال ہونیوالا تھا حضرت مخدومی میاں جیو سلمہ اللہ تعالےٰ خدمتِ شریف میں حاضر تھے مرض کا غلبہ اور ضعف کمال درجہ کا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو بٹھاؤ۔ فقیر نے اپنی گود میں اس پیشوائے عارفین کو بٹھایا۔ آپ کا سارا وزن اس ذرہ بیمقدار پر تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وزن سے کیا کیا نعمتیں مجھ پر نازل ہوئیں۔ اور کیسے عالی قدر اسرار فقیر کے قالبِ مجروح پر کھلے۔

الحاصل آپ نے ارشاد فرمایا کہ داعی وصال لایزالی نے میرے باطن میں ندا دی ہے کہ بادشاہِ عالم مجھ کو طلب کرتا ہے۔ میرے مرغ بلند پرواز نے آشیانۂ قدس کا رُخ کیا اور جہاں تک پہنچنا تھا پہنچا۔ بارگاہِ عالی جاہ سے ارشاد ہوا کہ بادشاہ

---

[1] مکتوب صد و ہشتاد و سوم جلد اول ۱۲۔
[2] مکتوب صد و بست و دوم جلد سوم ۱۲۔

مکان میں نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہ مقام حقیقتِ کعبہ ربّانی ہے میں نے اس مقام سے آگے عروج کیا اور مقامِ صفاتِ حقیقیہ پر جو وجود زائد سے موجود ہیں پہنچا۔ یہ صفات کا مقام صورِ علمیہ کے صفات کے ماسوا ہے جو مرتبہ تعینِ علمی میں ہیں۔ اور اُن صفات کے بھی ماسوا ہے جو مرتبۂ تعیّنِ وجودی اور تعین حبّی میں ہیں۔ اس مقام سے بھی میں نے بالا عروج کیا۔ اور ان صفات کے اصول تک پہنچا جو شیون ذاتیہ اور اعتبارات مجردہ ہیں۔ اور ذات عزشانہٗ میں واصل ہوا تم دونوں بھائی ہر ایک اس مقام میں میرے ہمراہ تھے۔

یہاں سے مجھ کو اور فوق کی طرف لے گئے اور ذاتِ بحت میں جو نسب و اعتبارات سے مجرد ہے پہنچادیا۔

مخدوم میاں جیو کو ارشاد ہوا کہ تم میری امامت کی وجہ سے میرے ہمراہ تھے۔ کیونکہ آپ ایام مرض میں حضرت کی امامت کرتے تھے۔

فقیر کو ارشاد ہوا تھا کہ مسجد میں دوستوں کے ہمراہ نماز پڑھو اور امامت کرو۔ فقیر بے پر و بال ادائے حکم کے لئے جماعت احباب کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا اور باقی وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔

الحاصل اس فقیر کو دوسرے راستہ سے ان مراتب عالیہ کے وصول کا اشارہ فرمایا گیا۔ (مؤلف کہتا ہے کہ دوسرے راستہ سے مراد اصالت ہے)
اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں اسی عالت کے زمانہ میں ارشاد ہوا کہ اس درجہ کمال کا حاصل ہونا اور اس رتبۂ عالیہ تک واصل ہونا کلام مجید کی تلاوت پر موقوف ہے میں قرآن مجید کے طفیل اور توسط سے ممتاز ہوا۔ قرآن مجید کے ہر ایک حرف کو دریا پاتا ہوں۔ جو کعبۂ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ آپ اس اثنا میں اس بیت کو پڑھتے تھے اور مزہ لیتے تھے ؎

اندر غزلِ خویش نہاں خواہی بود
تا بر لب تو بوسہ زنم چوں ش بخوانی

واضح ہو کہ یہ اسی غزل کا شعر ہے جس کو حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر سُن کر اس کے قائل کی زیارت کے لئے دُور دراز مقام کو تشریف لے گئے

تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ہمارے حسبِ حال ہم کو یوں کہنا چاہیئے ؎

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت
تا بر لب او بوسہ زنم چونش بخوانند

محب کا کلام محبوب کے لب تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔ محبوب ہی کے کلام کو اس سے قرب حاصل ہے۔ اس کی باتوں سے اُس تک پہنچ سکتے ہیں نہ کہ اپنی گفت گو سے کیونکہ ہمارا کلام رسائی سے کوتاہ ہے ✦

فقیر کہتا ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ اس پر گواہ ہے یعنی جس نے خدا کو پہچانا اس کی زبان بند ہو گئی۔ مصرع

پس سخن کوتاہ باید والسّلام
ترجمہ گفت گو کو ختم کرو والسّلام

فائدہ (۲) مکاتیبِ معصومیہ۔ اس مقام پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں ✦

سوالِ اوّل۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب[ل] اخیر میں تحریر فرمایا ہے کہ تعین اول یعنی تعینِ حبی سے ترقی نہیں ہوتی۔ اس کے اوپر مرتبہ لاتعین ہے۔ یہاں قدم رکھنا گویا امکان سے نکلکر وجوب میں متحقق ہونا ہے جو محال ہے یہ تمام عروجات جو واقع ہوئے تعین حبی سے آگے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے ✦

جواب۔ وصولِ قدمی ممنوع ہے جن مراتب کا وصول مذکور ہوا ہے ممکن ہے کہ وہ وصول نظری ہو۔ اب کوئی منافات نہ رہی۔ غالباً اس معنی کا حضرت نے اُسی مجلس میں استفادہ فرمایا تھا ✦

سوال دوم۔ آنحضرت کی بعض عبارتوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ حقیقتِ کعبہ اعتبارات و شیون سے فوق ہے۔ مگر ماسبق سے اس کے خلاف مفہوم ہوتا ہے ✦

جواب۔ اُن صفات و شیون سے مراد جن سے حقیقتِ کعبہ کو تفوق ہے صفات کی صورِ علمیہ ہیں۔ جو مرتبہ تعین علمی اجمالی ہے کیونکہ اصطلاحِ قوم میں

[ل] مکتوب صد و ہشتاد و سوم جلد اول ۱۲ ✦

صفات و شیون سے مراد یہی صورِ علمیۂ تفصیلیہ ہیں۔ اس مرتبۂ اجمال کو مرتبۂ ذات کہتے ہیں۔ اور اس کی تجلّی کو تجلّی ذات جانتے ہیں +

نیز ان صفات سے مرتبۂ تعین وجودی کے حصص کی تفصیل مراد ہے اسی تعین کے اثبات میں ہمارے حضرت خاص طور پر ممتاز ہیں +

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے تابعین قدس اللہ اسرارہم کے نزدیک یہی مرتبہ مرتبہ لاتعین اور مرتبۂ اطلاق ہے کیونکہ مرتبہ علمی اجمالی کے اوپر جو مرتبہ تعین اول ہے ان کے نزدیک وہی مرتبہ لاتعین اور وجود بحت ہے ہمارے نزدیک یہ مرتبہ جو وجود بحت کا مرتبہ ہے تعین سے موصوف ہے۔ اور تعینات صفات بھی اس مرتبہ میں ثابت ہیں۔ منجملہ اُن تعینات کے تعین علمی ہے لیکن چونکہ علم صفات کا جامع ہے یہاں بھی وجود کے ہم رنگ صفات اور شیونات ذاتیہ جلوہ گر ہیں۔ علم وجود کی طرح دو مرتبہ رکھتا ہے +

پہلا مرتبہ اجمال جس کو دوسروں نے تعین اول اور حقیقت محمدیہ جانا ہے +

دوسرا مرتبۂ تفصیل۔ اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ تعین علمی اجمالی صفتِ علم کا تعین اول اور صفاتِ حقیقیہ سے زائد ہے۔ ذاتِ تعالےٰ و تقدس کا تعین اول نہیں ہے۔ بلکہ صفت علم کا تعین اول ہونے میں بھی ہم کو کلام ہے کیونکہ مکتوب اخیر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تعین وجودی سے فوق تعین حبی کا اثبات فرمایا ہے کہ یہاں بھی اجمال اور تفصیل ہے +

فائدہ (۳) مکاتیب[۱] معصومیہ۔ یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ ہمارے نزدیک تعین کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حق عزوجل نے نزول کیا اور وہ حب اور وجود بن گیا۔ بلکہ تعین کے معنی صادر ہونے کے ہیں۔ اس لئے حق سبحانہ تنزیہ کا زیادہ لائق ہے اور لسانِ انبیاء سے بالعموم اور حضرتِ خاتم النبین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے بالخصوص مناسب ہے +

فائدہ (۴) مکاتیب[۲] مجددیہ۔ سوال۔ تعین حبی جس کو تعین اول اور

[۱] مکتوب ہشتاد و پنجم جلد اول ۱۲ + [۲] مکتوب صد و بست و دوم جلد سوم ۱۲ +

حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا گیا ہے ممکن ہے یا واجب حادث ہے یا قدیم +

صاحبِ فصوص نے تعینِ اول کو حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے اور اس کو وحدت سے تعبیر کیا ہے۔ اسی طرح تعین ثانی کو واحدیت کہا ہے اور اس میں اعیانِ ثابتہ کا جو ممکنات کے حقائق ہیں اثبات کیا ہے +

ان دونوں تعینوں کو یقینِ وجوبی کہا ہے اور قدیم جانا ہے۔ باقی دوسرے تعین تنزل یعنی روحی اور مثالی اور جسدی کو تعین امکانی کہا ہے۔ آپ کا اعتقاد اس مسئلہ میں کیا ہے +

جواب۔ فقیر کے نزدیک نہ کوئی تعین ہے اور نہ متعین وہ کونسا تعین ہے جو لاتعین کو متعین کر سکے۔ یہ الفاظ حضرت شیخ محی الدین اور اُن کے تابعین کے مذاق کے موافق ہیں۔ قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم +

فقیر کی عبارتوں میں اگر ایسے الفاظ پائے جائیں تو ان کو صنعتِ مشاکلت میں داخل سمجھنا چاہئے +

بہرحال ہم کہتے ہیں کہ یہ تعین تعینِ امکانی اور حادث اور مخلوق ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی پہلے جو چیز خدا نے پیدا کی وہ میرا نور ہے +

دوسری احادیث میں اس نور کی خلقت کا وقت بھی متعین فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ قَبْلَ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِاَلْفَیْ عَامٍ وَاَمْثَالِہٖ جو چیز مخلوق و مسبوق بعدم ہو وہ حادث ہے۔ جب حقیقۃ الحقائق جو اسبق الحقائق ہے مخلوق اور ممکن ہوئی تو دوسری حقیقتیں بدرجہ اولیٰ مخلوق ہونگیں اور امکان و حدوث کی شان رکھینگی +

تعجب ہے کہ شیخ قدس سرہٗ نے حقیقتِ محمدی کو بلکہ تمام حقائقِ ممکنات کو اعیان ثابتہ کہا ہے۔ کہاں سے اُن کے وجوب کا حکم لگا دیا اور قدیم سمجھ لیا + یہ قوم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے سراسر خلاف ہے۔ ممکن اپنے تمام اجزا میں ممکن ہے اور اپنی حقیقت وصورت میں ممکن ہے۔ ممکن کی حقیقت تعین وجوبی کس طرح ہو سکتی ہے۔ ممکن کی حقیقت ممکن ہونا چاہئے

اُس کو واجب تعالےٰ سے شرکت اور کسی قسم کی نسبت نہیں ہے بجز اس کے کہ ممکن واجب تعالےٰ کی مخلوق اور واجب تعالےٰ اس کا خالق ہے چونکہ شیخ علیہ الرحمۃ واجب اور ممکن میں تمیز نہیں فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لِعَلَّ مِنَ التَّمِیْزِ بَیْنَھُمَا۔ اس لئے اگر واجب کو ممکن کہیں اور ممکن کو واجب تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر ان کو معذور فرمائیں تو کمال کرم اور عفو ہے ÷

اے رب ہمارے مؤاخذہ نہ کر ہم سے اگر ہم بھول گئے ہوں۔ یا ہم نے خطا کی ہو ÷

سوال۔ آپ نے اپنے رسائل میں واجب تعالےٰ اور ممکن میں نسبت ظلیّت اور اصالت کی ثابت کی ہے۔ اور ممکن کو واجب تعالےٰ کا ظل قرار دیا ہے۔ نیز واجب تعالےٰ کو باعتبار اصالت کے ممکن کی حقیقت تحریر فرمایا ہے اور اس پر آپ نے بہت سے معارف متفرع کئے ہیں۔ پس اگر شیخ قدس سرہٗ بھی اس اعتبار سے واجب تعالےٰ کو حقیقتِ ممکن کہیں تو کیا استحالہ لازم آئیگا اور ان پر کیا الزام عائد ہوگا ÷

جواب۔ ایسے علوم جو واجب تعالےٰ اور ممکن میں ظلیّت کا اثبات کرتے ہوں شریعت سے ان کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔ یہ سب سُکریہ معارف ہیں۔ اور حقیقت معاملہ سے نارسائی کی وجہ سے ہیں۔ ممکن کی کیا حقیقت جو واجب تعالےٰ کا ظل بن سکے۔ کیونکہ واجب تعالےٰ کا ظل ہی نہیں ہے۔ نیز ظل سے خدا کے مثل کی پیدائش کا وہم ہوتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ اصل میں کمال لطافت نہیں ہے جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لطافت کی وجہ سے ظل نہ تھا تو پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا کا ظل کیونکر ہو سکتا ہے۔ خارج میں موجود بالذات اور بالاستقلال خدائے پاک کی ذات اور اس کے صفات ثمانیہ حقیقیہ ہیں۔ اس کے ماسوا ہر چیز اللہ تعالےٰ کی ایجاد سے موجود اور ممکن اور اس کی مخلوق و حادث ہے۔ کوئی مخلوق اپنے خالق کا ظل نہیں ہے۔ اور نہ خالق کے ساتھ مخلوقیت کی نسبت کے سوا جس کو شریعت نے مقرر کر دیا ہے۔ اور کوئی نسبت ہے ظلیت عالم کا علم سالک کو سلوک میں بہت کار آمد ہے۔ اور کشاں کشاں اصل کی طرف لے

جاتا ہے۔ اور جب عنایتِ الٰہی سے منازلِ ظلال کو طے کر کے اصل میں واصل ہو جاتا ہے تو فضلِ الٰہی سے معلوم کر لیتا ہے کہ یہ اصل بھی ظل کا حکم رکھتی ہے اور مطلوبیت کی شان کے لائق نہیں ہے کیونکہ امکان کے داغ سے داغدار ہے حالانکہ سالک کا مطلوب احاطہ اور ادراک اور وصل و اتصال سے باہر ہے رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۔ اے رب ہمارے ہم کو اپنی رحمت عطا کر اور ہماری ہدایت کا سامان اپنے پاس سے مہیا فرما۔

بیسویں[۲۰] ہدایت

منازل کے قطع کرنے اور اپنے اصل تک پہنچنے اور مراتبِ نزول کے بیان میں

اسمیں پانچ فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب[۱] معصومیہ۔ جو عارف کہ منازلِ وصول کو قطع کر کے اصول میں واصل ہو چکا ہے جب اس کو عالم میں واصل کرنا چاہتے ہیں کہ اس کو نزول میں بھیجکر لوگوں کو اس کی ہدایت و ارشاد سے مشرف کریں تو ایک نُور انوارِ قِدم کی شعاعوں سے اس کے قلب میں جو غیبِ ہویّت کا دریچہ ہے رکھتے ہیں اور اس نور سے جو مرتبۂ وجوب سے حاصل ہوا ہے اس کو بقا عطا کرتے ہیں۔ یہانتک کہ عارف اس نور سے پورا متلوّن ہو جاتا ہے اور خدائی رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے اور طالبوں کو بھی اسی رنگ میں لے آتا ہے پس جب تک کہ عارف اس جہان میں بقیدِ حیات مقیّد ہے اور تعلقاتِ بدنی سے علاقہ رکھتا ہے اس امانتی شعلہ پر خرسند رہتا ہے اور کلّی سے جزئی پر قانع رہتا ہے اور بموجب (المجاز قنطرة الحقيقة مجاز بھی حقیقت کا ایک پل ہے)

---

[۱] مکتوب دو بیست و نود و ہم جلد اول ۱۲ و مکتوب مجددیہ وازدہم جلد دوم ۱۲

عشق مجازی کمال الکمال پر پہنچتا ہے اور معشوق کی نشانیاں اپنے آپ میں پاتا ہے اور معشوق کے آثار عاشق کے ویرانہ گھر میں ظاہر ہوتے ہیں تو اُن آثار سے خوش ہو کر چاہتا ہے کہ معشوق سے کنارہ کشی کرے چنانچہ مجنوں عامری کی حالت بیان کرتے ہیں کہ جب لیلیٰ اس کے نزدیک ہوتی تو کہتا تھا ہٹ جا کہ تیرے عشق نے تجھ سے بے پروا کر دیا ہے ؎

گفت رو رو کہ آنچنانم من که بجز عشق تو ندانم من

بولا مجنوں کہ ہائے اے لیلیٰ
مجھ میں جز تیرے عشق کچھ نہ رہا

عشق تو اے نگارِ فرزانہ اینچناں کرد در دلم خانہ

کر لیا اُس نے دل میں میرے گھر
اس سے پیدا ہوا ہے اب یہ اثر

کز توهم نماند گنجائی بعد ازیں خوش ترم بہ تنہائی

سارے عالم سے ہو گیا یک سُو
خیال تیرا بھی اب نہیں خوشرُو

آمدم بر سر مطلب وہ مقصد جو عارف کے رجوع کرنے سے رکھا تھا پورا ہو جاتا ہے اور وصال کا وقت پہنچ جاتا ہے اور بدن کی رفاقت سے جس کی ایک مدت سے محبت ہو گئی تھی کنارہ کش ہو جاتا ہے اور اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی مجھ کو رفیق اعلیٰ سے ملنے کی تمنا ہے، کی آواز دیتا ہے تو اس وقت بمقتضائے اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ ترجمہ۔ موت ایسا پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے پورے طور پر جناب قدس وعظمت وجلالت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور شہودِ جزئی کے کوچوں سے نکلکر شہودِ کلی کے میدان میں قدم انداز ہوتا ہے ؎

جاننا چاہئے کہ ملائکہ کرام علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ اصل کے مشاہد ہیں اور ہمیشہ شہودِ کلی رکھتے ہیں لیکن جو شہود انسان کو اس مرتبہ میں حاصل ہوا ہے وہ اُن کے شہود سے بالاتر ہے۔ بلکہ جو شہود عارف کو دنیا میں حاصل ہے وہ جزئی ہے مگر ایسی خصوصیت رکھتا ہے جو ملائکہ کو حاصل نہیں ہوئی۔ یعنی انسان کے اس شہود

جزئی کو گویا اس کا جزو بنا دیا گیا ہے۔ اور اس کو اس کے نفس سے نکالکر اس شہود جزئی میں بقا بخشی گئی ہے۔ ملائکہ کا مشاہدہ ایسا نہیں ہے وہ بیرونی نظارہ کرتے ہیں اور اپنے شہود سے کچھ حاصل نہیں کرتے۔ دونوں مشاہدوں میں کتنا بڑا فرق ہے ٭

سُنیئے جو کچھ بیان کیا گیا کہ انسان کا شہود جزئی ہے وہ نزول کے مراتب میں پہلا مرتبہ ہے اگر مراتب نزول کا ایک شمہ جن سے بشر ممتاز ہے بیان کیا جائے اور انسان کے (جو افضل خلائق ہے) کمالات خاصہ اور اسرار مخفیہ کو ظاہر کیا جائے تو نزدیک والے بھی دوری تلاش کرینگے اور اصحاب وصال بھی راہِ فراق میں چلنا چاہیں گے ؎

وَمَا کَتَمْتُہٗ ھٰذَا الْبِدَایَۃُ اَجْمَلُ وَمِنْ بَعْدِ ھٰذَا مَا یَدُقُّ صِفَاتُہٗ

صفات دوست کا مضموں ہے باریک
کہ جس کی شرح کا مطلع ہے تاریک

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ٭

فائدہ (۲) مکاتیب[1] مجددیہؒ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ کائنات میں ایک نقطہ ہے جو عالم ظلی کا مرکز ہے۔ یہی نقطہ تمام عالم کا اجمال اور عالم اس اجمال کی تفصیل ہے۔ یہ نقطہ چمک دمک میں آفتاب کیطرح ہے جس سے تمام عالم منور ہے۔ اسی نقطہ کے توسط سے عارف کو خدائے پاک سے فیض پہنچتا ہے اور یہ نقطہ غیب ہویت کے نقطہ کے محاذی ہے۔ اور مرتبہ نزول میں پیدا ہے پس جبتک ہبوط اور سفلیت سے اس مرتبہ میں نزول نہ ہو اس مرتبہ کی طرف جس کا نام غیب ہویت ہے عروج نہیں ہو سکتا۔ دعوت اِلی الحق اور تکمیل کیلئے یہ نزول ہوا کرتا ہے۔ اس مرتبۂ نزول میں جو اس نقطہ کا ہم مرتبہ ہے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ عارف کا مُنہ عالم کیطرف اور پیٹھ خدا کی طرف ہے۔ عالم کیطرف یہ توجہ اور خدائے پاک سے انقطاع وقت موت تک رہتا ہے۔ مگر جب وصال کا وقت آجاتا ہے تو حالت منعکس ہو جاتی ہے پس اس عالم میں فراق اور شوق جانبین سے ہوتا ہے ملاقات موت کے بعد ہوگی ٭

اب اس حدیث قدسی کے معنی کہ ابرار کا شوق میری ملاقات کیلئے طویل ہوتا

---

[1] مکتوب چہل وششم جلد سوم ۱۲ ٭

رہتا ہے اور میں بھی اُن کی ملاقات کا مشتاق رہتا ہوں ظاہر ہو گئے۔

واضح ہو کہ اس مرتبہ میں نزول کے متحقق ہو جانے کے باوجود سالک اور خدائے پاک میں کوئی حجاب نہیں رہتا بلکہ کل پردے اُٹھ جاتے ہیں۔ عارف کی توجہ خدائے پاک کی طرف مفقود ہو جاتی ہے اور مخلوق کیطرف پورے طور پر مصروف رہتی ہے کہ یہ مقام دعوت الی الحق کہلاتا ہے۔ کبھی اس نقطہ سے جو دائرہ عالم ظلی کا مرکز ہے اُس نقطہ کی طرف نزول ہوتا ہے جو دائرہ عدم کا مرکز ہے۔ یہ اللہ تعالٰے کے ساتھ کفر اور اُس کے انبیاء اور اس کی آیات سے انکار کا مقام ہے۔ پھر اس نقطہ سے دائرہ اصل کے مرکز کیطرف عروج ہوتا ہے جو دائرہ مقام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے یہ نقطہ جس کا ہم نے ذکر کیا نہایت درجہ کا ظلمانی ہے۔ اس مقام میں نزول کرنا جو اس کی تنویر اور اشراق کیلئے ہے ایک مرتبہ عظیم القدر ہے اس کے مقابل میں نقطہ اسلام ہے یہ وہ نقطہ ہے جس کیطرف نزول ظلمانی کے بعد عروج واقع ہوتا ہے۔ اس نقطہ ظلمانیہ کا چراغ کلمۂ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے والسلام۔

فائدہ (۳۳) مکاتیب[۱] معصومیہ۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ تمہارا مکتوب دلپسند جو اذواق عالیہ اور حالات پسندیدہ پر شامل تھا پہنچا خوشوقتی حاصل ہوئی اور دل کی فرحت اور جان کی راحت کا سبب ہوا۔

تم نے لکھا تھا کہ باوجود نسبت محبوبیت اور اسرار متعلقہ کے تکمیل اور ارشاد ترقی پر ہے کیونکر ترقی نہ ہو جبکہ افضل محبوباں سرور دین و دُنیا تھے اور ان کے ارشاد اور تکمیل کا دروازہ سب سے زیادہ کشادہ تھا۔

تم نے لکھا ہے کہ بعض اوقات امور مباحہ کی مباشرت سے نزول واقع ہو جاتا ہے اور جب تک اس کے ساتھ اعتصام نہ کیا جائے تکمیل کا معاملہ خرابی میں رہتا ہے۔ ہاں بعض رخصتوں اور مباحات کے ارتکاب سے جانب بشریت کی تقویت ہوتی ہے جو تکمیل کی مدد اور معاون ہے اور عزیمت و مستحب کا امتثال جانب ملکیت کی پرورش کرتا ہے۔ مگر بشریت اور دعوت کا حظ نہیں رکھتا۔ اولیاء مرجوعین دونوں جانب کی تربیت کرتے ہیں۔ اور ملکیت کو بشریت کے ساتھ جمع کرتے ہیں

---

[۱] مکتوب دو صد و سی و دوم حصہ سوم ۱۲

یہ اکابر مرادِ حق جلّ وعلا پر قائم ہیں ؎

لِاَنِّیْ فِی الْوِصَالِ عُبَیْدُ نَفْسِیْ وَفِی الْھِجْرَانِ مَوْلٰی لِلْمَوَالِیْ

ہجر کہ بود مرادِ محبوب
از وصل ہزار بار خوشتر

حدیث شریف کا مضمون ہے کہ اللہ تعالےٰ جس قدر عزیمت اور اولویت پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے اسی قدر رخصت اور اجازت کو بھی محبوب رکھتا ہے +
واضح ہو کہ وہ مباح جو نیک نیتی سے ملحق ہو مستحبات میں داخل ہو جاتا ہے اور رخصت الٰہی عزیمت ہو جاتی ہے کہ علما کی نیند بھی عبادت ہے۔ خاصکر وہ مباح جو اللہ تعالےٰ کے حکم سے واقع ہو فرائض اور واجبات میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیل مکتوبات شریف مجددیہ جلد دوم میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے +

فائدہ (۴) مکاتیب ؎ مجددیہ۔ حق سے خلق کی طرف رجوع کرنے کے فضائل اور کمالات بہت ہیں۔ سالک متوجہ الی الحق کی نسبت سالک راجع الی الخلق کے ساتھ گویا قطرہ کی دریائے محیط سے نسبت ہے رجوع الی الخلق فضائل نبوت سے ہے اور توجہ الی الحق آثار ولایت سے دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے لیکن ہر شخص کی سمجھ اس کمال کو نہیں پہنچ سکتی +

فائدہ (۵) مؤلف۔ ایک دن فقیر نے پیر دستگیر کی خدمت میں عرض کیا کہ سُنا گیا ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید کے بعض سورتوں کی قرأت عروج کا فائدہ دیتی ہیں اور بعض نزول کا۔ وہ سورتیں کونسی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب سورۂ الم نشرح پڑھتا ہوں ایسا نزول پیدا ہوتا ہے کہ جیسے کلوخ اوپر سے نیچے آ لے۔ عروج پیدا کرنے والی سورتیں اس وقت خیال میں نہیں ہیں۔ لیکن سورۂ سبح اسم عروج کیلئے بہت بڑا اثر رکھتی ہے +

خاتمہ بعض خصائص کے بیان میں

اس میں چھ فائدے ہیں

فائدہ (۱) مکاتیب ؎ مجددیہ۔ جاننا چاہئیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات

؎ مکتوب دوصد و ہفتاد و دوم جلد اول ۱۲ + ؎ مکتوب ہفتم جلد دوم ۱۲ +

کو محبوب رکھتا ہے۔ اسی طرح اپنے صفات اور افعال کو بھی پسند فرماتا ہے ان میں ہر ایک کی محبت کے دو اعتبار ہیں محبیت اور محبوبیت۔ کمالاتِ محبوبیتِ ذاتیہ کا ظہور حضرت حبیبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے اور کمالاتِ محبیتِ ذاتیہ کا ظہور حضرت کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے[1] اسما وصفات کی محبوبیت دوسرے انبیاءِ کرام میں متحقق ہے۔ اُن پر رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں چونکہ اسماء اور صفات کیلئے ظلال ثابت ہیں۔ اس لئے محبوبیتِ ظلال اسماء وصفات کا ظہور اولیاءِ محبوبین میں پیدا ہے ٭

فائدہ (۲) مکاتیبِ مجددیہ حضرت حق سبحانہ کی ذات فی حدِّ ذاتہٖ جمیل ہے اور اس کا حسن وجمالِ ذاتی اور اس کی ذات کے لئے ثابت ہے وہ حسن وجمال نہیں جو ہمارے ادراک میں مکشوف ہو سکے۔ اور ہمارے عقل وخیال میں آسکے اسی کے ساتھ اس حضرت کے لئے ایک ایسا مرتبہ اقدس ثابت ہے کہ جس میں حسن وجمال بھی اس کی عظمت وکبریائی کی وجہ سے اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور حسن وجمال سے متصف نہیں ہو سکتا تعین اول کہ تعینِ وجودی ہے اس کمال وجمال ذاتی کا تعین ہے اور اُس کا پہلا ظل ہے۔ باوجودیکہ اس مرتبۂ اقدس میں جہاں جمال وکمال کی گنجائش نہیں ہے کسی قسم کے تعین کی بھی گنجائش نہیں کیونکہ وہ مرتبہ انتہائی عظمت اور کبریائی کی وجہ سے کسی تعین کے ساتھ متعین نہیں ہو سکتا اور نہ کسی آئینہ میں سما سکتا ہے۔ تاہم اُس مرتبۂ اقدس کا ایک اثر تعینِ اول کے دائرہ کے ایک مرکز میں امانت رکھا گیا ہے اور اس بے نشان کی ایک نشانی اُس مرکز میں مخفی رکھی گئی ہے چنانچہ تعین اول ولایتِ خلیلی کا منشا ہے اور وہ راز واثر جو اس تعین کے مرکز میں رکھا گیا ہے ولایتِ محمدی صلعم کا منشا ہے اور وہ حسن وجمالِ ذاتی جس کا تعینِ اول ظل ہے صباحت وخوبروی سے مشابہت رکھتا ہے جو عالمِ مجاز میں از قبیل حسنِ رخسار وجمال خال ہے اور وہ راز واثر جو اس مرکز میں ودیعت رکھا گیا ہے حسن تمکینت سے مناسبت رکھتا ہے جو حسن قد اور صباحتِ رخسار کے ماسوا اور حسن چشم اور جمال خال سے علیحدہ ہے یہ ایک ذوقی امر ہے جو بغیر اس کے حاصل نہیں ہو سکتا کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

---

[1] مکتوب نود و چہارم جلد سوم ۱۲ ٭

آں ارد آں نگار کہ آنست ہر چہ ہست — آنرا طلب کنید حریفاں کہ آں کجاست

ترجمہ اُس یار کے کمال میں ہے ایک خصوصیت — کیا پا سکے کوئی اُس کے جمال کو

اس بیان سے دونوں ولائیتوں کا فرق معلوم کیجئے ۔ اگرچہ دونوں قرب حضرت تعالیٰ و تقدس سے پیدا ہوئی ہیں مگر ایک کا مرجع کمالات ذاتیہ ہیں اور دوسرے کا ذات پاک حق سبحانہٗ تعالےٰ +

فائدہ (۳۱) مکاتیبِ مجددیہ ۔ ہمارے نبی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات دو اسم سے مسمّی ہیں ۔ آپ کے دونوں نام پاک قرآن مجید میں مذکور ہیں ۔ فرمایا کہ محمد رسول اللہ ۔ پھر دوسرے مقام پر بشارت حضرت روح اللہ کے بیان میں فرمایا کہ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ دونوں پاک ناموں کی ولائتیں علیحدہ علیحدہ ہیں ۔ ولایت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ آپکے مقام محبوبیت سے پیدا ہوئی ہے مگر اس میں محبوبیت صرفہ نہیں ہے بلکہ محبیت کی آمیزش بھی ہے اگرچہ اس کی یہ آمیزش اصالتاً نہ ہو مگر محبوبیت صرفہ کے اطلاق کو مانع ہے ۔ اور ولایت احمدی محبوبیت صرفہ سے پیدا ہوئی ہے جو محبیت صرفہ کی آمیزش کا شائبہ نہیں رکھتی ہے یہ لایت ولایت سابقہ سے اعلیٰ اور اقدم ہے ۔ اور ایک حد تک مطلوب سے نزدیک اور محبت کیلئے مرغوب تر ہے کیونکہ محبوب اگرچہ محبوبیت میں پورا ہوتا ہے مگر اُس کی استغنا اور بے نیازی کا ملتزم ہوتی ہے ۔ جو محب کی نظر میں بہت ہی زیبا اور نہایت ہی رعنا ہوتی ہے اور محب کو اپنی طرف بیحد کھینچتی ہے اور شیفتہ و سرگشتہ بناتی ہے ؎

نہ تنہا آفتم زیبائی اوست — بلائے من زبے پروائی اوست

ع نہیں ہے انکی زیبائی کا شکوہ — جو کچھ ہے بُعد و تنہائی کا شکوہ

بلا سے مراد عشق کی زیادتی ہے جو عاشق کا مطلوب ہے ۔ سبحان اللہ احمد عجیب پاک نام ہے کہ کلمہ مقدسہ احد سے مرکب ہے حرفِ میم کا حلقہ جو مخصوص اسرار الٰہی جل شانہٗ عالم بیچگون سے ہے ۔ عالم چوں میں گنجائش نہیں ہے کہ اُس سِرّ مکنون کو بلا حلقہ میم تعبیر کر سکیں ۔ اگر گنجائش ہوتی تو حضرت حق سبحانہٗ تعالےٰ اس کو ضرور بیان فرماتا ۔ احد احد ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں ! در حلقۂ میم عبودیت کا طوق ہے جس نے بندہ کو آقا سے متمیز کیا ۔ پس بندہ وہی میم کا حلقہ اور لفظ احد اُس کی تعظیم کیلئے آیا ہے ۔ جس نے اُس کی خصوصیت کا اظہار کیا ۔ درود اور سلام نازل ہوں آپ پر اور آپ کی آل پر ۔

۶ چو نام این ست نام آور چہ باشد

جب اسم یہ ہو تو پھر مسمیٰ کیا ہو

ہزار سال کے بعد کہ اس مدت ہزار سالہ میں جس میں امور عظام کے تغیر کی تاثیر رکھی گئی ہے ولایت محمدیہ کا معاملہ ولایت احمدیہ میں آیا اور ولایت محمدیہ ولایت احمدیہ ہوئی کاروبار کا تعلق عبودیت کے دو طوق سے نکلکر ایک طوق سے ہوا اور بجائے پہلے ایک طوق (عبودیت) کے جو محمد میں تھا حرف الف احمد کا جو اس کے رب کا ایک رمز ہے متمکن ہوا یہانتک محمد احمد ہوا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ❊

بیان اس کا یہ ہے کہ عبودیت کے دو طوق اسم محمدؐ کے دو میم ہیں ممکن ہے کہ دونوں طوق میں اس کے دو تعین کی بشارت ہو۔ پہلا تعین جسد بشری ہے اور دوسرا تعین روحی اور ملکی۔ اگرچہ عروض موت کی وجہ سے سُستی پیدا ہو گئی تھی اور تعین روحی نے قوت پکڑ لی تھی مگر اس تعین کا اثر باقی تھا۔ اس کا اثر زائل ہونے کیلئے ہزار سال درکار تھے تاکہ اس کا نشان باقی نہ رہے جب دوسرے ہزار سال آئے اور تعین جسدی کا اثر نہ رہا عبودیت کے دو طوق میں سے ایک طوق ٹوٹ گیا اور اس پر زوال و فنا طاری ہوئی۔ الوہیت کا الف بقا باللہ کے رنگ میں بجائے اس کے قائم ہوا اس لئے محمدؐ احمد ہوا اور ولایت محمدی ولایت احمدی ہوئی ❊

پس محمد میں دو تعین اور احمد میں ایک تعین کا کنایہ ہے اس لئے یہ اسم اطلاق سے قریب اور عالم سے بعید تر ہے ❊

سوال مشائخ کی مقررہ فنا و بقا کہ جس کو ولایت سے متعلق کیا گیا ہے اُس کے کیا معنی ہیں اور تعین محمدی میں جو فنا و بقا رکھی گئی ہے اس کا کیا مطلب ہے ❊

جواب۔ وہ فنا و بقا جس سے ولایت کا تعلق ہے فنا و بقا شہودی ہے یعنی فنا و زوال باعتبار نظر کے ہے اور بقا و ثبات بھی باعتبار نظر کے۔ اس مقام میں صفات بشری کو پوشیدگی ہے زوال نہیں ہے اور تعین محمدی کی فنا ایسی نہیں ہے بلکہ اس میں صفات بشری کا زوال وجودی متحقق ہے اور تعلقات جسدی کا مٹا ؤ تعلقات روحی کیوجہ سے پیدا ہوتا ہے اور جانب بقا میں اگرچہ بندہ حق نہیں ہو جاتا اور نہ قید بندگی سے باہر ہو سکتا ہے مگر حق سے قریب تر ہو جاتا ہے اور اپنے سے دُور

تر ہو کر حق تعالیٰ سے معیت پیدا کرتا ہے اور احکام بشری اُس سے مسلوب ہو جاتے ہیں +

جاننا چاہئے کہ عروج محمدی جو صفاتِ بشری کے مٹنے پر موقوف ہے ہر چند آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال شریف بالاتر تھے اور ذروہ علیا پر پہنچے ہوئے تھے اور آپ غیر و غیریت کی کشاکش سے رہائی پائے ہوئے تھے لیکن معاملہ آپ کی اُمت پر تنگ تر ہو گیا اور وہ نورِ ہدایت جو مناسبت بشری سے تھا کم تر ہو گیا۔ آپ کی توجہ خاص جو پس ماندوں کے حال پر تھی کم تر ہو گئی اور آپ پورے طور پر قبلہ حقیقی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ افسوس ہے اس رعایا پر جس کا بادشاہ ان کے حال پر توجہ نہ کرے اور اپنے محبوب کی طرف بتمامہ متوجہ ہو جائے اسی وجہ سے ہزار سال کے بعد کفر و بدعت کی گھٹائیں چھا گئیں اور اسلام و سنت کا آفتاب غروب ہو گیا +

اے رب ہمارے پورا کر دے ہمارے نور کو اور بخش دے ہم کو بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے +

فائدہ (۴) مکاتیب معصومیہ۔ ممکن کا علم چونکہ حصول صورت سے نفس عالم میں معلوم ہے اس لئے تلوّن اور تغیّر عالم کا سبب ہوا کیونکہ مستلزم نقص کا ہے اور واجب تعالےٰ کا علم کیفیت حصول سے پاک ہے۔ پس اگر عارف کامل کا علم بفحوائے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ اسی قبیل سے ہو جائے اور تاثّر و تغیّر سے چھوٹ جائے اور نقص سے کمال کی طرف آ جائے تو کوئی تعجب نہیں ہے +

اس وقت اگرچہ نفس کے خطرے اور وسوسے باقی رہتے ہیں لیکن اُن سے کوئی بُرا اثر اور تغیر پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ کلام نفسی قدسی قائم بذاتہ تعالےٰ۔ یہ معرفت معارف غریبہ اور رازہائے عجیبہ سے ہے +

فائدہ (۵) مؤلف۔ یہ وہی راز ہے جس کا فنائے قلبی کے بیان میں دربارۂ تحقیقات رفع خطرات دماغ خاتمہ میں ذکر کرنیکا وعدہ کیا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو ہدایت (۴) فائدہ (۱۲) +

---

۵۱ مکتوب صد و پنجاہ و ششم جلد اول +

فائدہ (۶) مکاتیب[1] مجددیہ۔ میرا خیال تھا کہ حسن ملیح اور حسن صبیح کے راز کا ایک شمہ بیان کروں اور بطور رمز و اشارہ کے اس باب میں کچھ کہوں۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں وارد ہوا ہے کہ میرے بھائی یوسف زیادہ ملیح تھے اور میں زیادہ صبیح ہوں۔ علیہما الصلوٰۃ والتسلیمات۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ رمز اور اشارے مقصود کی ادائی میں قاصر ہیں۔ اور سننے والے اس کے سمجھنے سے عاجز۔ قرآن مجید کے حروف مقطعات ان حقائق احوال اور دقائق اسرار کے جو محب اور محبوب کے درمیان ہیں رموز اور اشارات ہیں لیکن کون ہے جو ان کو سمجھ سکے علمائے راسخین کے لئے کہ حضرت حبیب رب العالمین کے غلاموں اور خادموں کی حیثیت رکھتے ہیں جائز ہے کہ مخدوم کے بعض اسرار مخفیہ سے واقف ہوں۔ بلکہ مخدوم کی اتباع کرنے کی وجہ سے ممکن ہے کہ مخدوم کے معاملات میں بطور ولش خوری کے خادم بھی مخدوم کی دولت خاص میں شریک ہو سکیں۔ اگر تھوڑا سا بھی اس میں سے ظاہر کریں گے تو خائن ہونگے اور اپنے راز کو برباد کر دیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ کا مقولہ لَقُطِعَ الْحُلْقُوْمَ ترجمہ اگر میں راز ظاہر کروں تو میرا حلقوم کاٹ ڈالا جائے) ان کے حق میں ثابت آئیگا یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَقُ لِسَانِیْ ترجمہ میرا سینہ تنگ اور میری زبان جاری نہیں ہوتی نقد وقت ہے۔

اے رب ہمارے گناہوں کو بخشدے اور ہمارے کاموں میں ہمارے اسراف کو معاف فرما۔ اور ثابت رکھ ہمارے قدموں کو اور مدد دے ہم کو کافروں کی قوم پر۔ تم پر سلام ہو اور ان تمام لوگوں پر جنہوں نے ہدایت کی پیروی کی اور متابعت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لازم پکڑ لیا۔ ان پر بلند ترین رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ اور ان کی آل اور اصحاب پر جو نیک اور پرہیزگار ہیں۔

[1] مکتوب صد جلد سوم ۱۲

مسکۃ الختام لہدایۃ الانام

اس میں تین فائدے ہیں

حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ السامی کی بعض خصائص کے بیان میں

فائدہ (۱) مکاتیب معصومیہ۔ سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں اور سلام ہو اس کے نیک اور پاکیزہ بندوں پر۔ میرے مخدوم مکتوب اخیر میں مندرج تھا کہ وہ اس درویش کے حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ کے بعض خصائص کا ذکر کیا گیا جیسے معارف توحیدی سے گذرنا اور مقام جذب و سلوک سے آگے بڑھنا فقیر اس کو بلا تامل تسلیم و تصدیق کرتا ہے اے عزیز اس درویش نے کچھ وجوہ تفصیل حضرت حضرت ممدوح کے ذکر کئے ہیں۔ وہ دوسری چیزیں ہیں کہ عقل اور فہم کی آنکھیں اس کے ادراک میں حیران و قاصر ہیں۔ اور خیال کی زبان اس کے بیان میں گونگی ہے تم نے جو کچھ کمالات بیان کئے ہیں وہ ان کمالات و فضائل کے عروجی زینوں سے نیچے ہیں۔ بلکہ ان کمالات کی جو کمالات ولایت سے ہیں ان کمالات کے آگے جو کمالات نبوت سے ہیں کوئی اعتبار اور شمار نہیں کا شکے قطرہ کی دریائے محیط کے ساتھ جو نسبت ہے ان کی بھی وہی نسبت ہوتی۔ یہ کمالات لائق اظہار علوم سے ہیں۔ اور وہ رموز و اسرار واجب الاخفا ہیں۔ ظاہر ہے کہ علوم کو اسرار سے کیا نسبت ہو سکتی ہے وہ معاملہ جو آنحضرت قدس سرہٗ کی خلقت سے وابستہ ہے علیحدہ ہے معاملات جبالت اور لبقیہ خمیر طینت خلقت حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات کیا بیان کئے جا سکتے ہیں۔ وہ اسرار اور رموز جو ذات و صفات کے متعلق حضرت نے لکھے ہیں اور تحقیقات و مقالات مفردہ بیان فرمائے ہیں وہ دوسری چیز ہیں۔ حضرت کی اس ولایت کا جو مقام محبیّت اور محبوبیت ذاتیہ سے ظاہر ہوئی ہے کوئی کیا نشان دے سکتا ہے۔ ہویت کی حقیقتیں جو حضرت کے ساتھ خصوصیتیں رکھتی ہیں رحمتہائے نامتناہی کے مخزن ہیں۔ اس کا ایک چشمہ اس عالم میں کشادہ ہوا ہے اور دوسرا دوسرے عالم کے لئے ذخیرہ رکھا گیا ہے صفت رحمٰن اور رحیم

الرحمین اسی حقیقت سے نکلی حضرت نے تعین اول سے ترقی کا اثبات کیا ہے
اور دوسرے اولیا نے اُس سے منع کیا اور سیر و سلوک کو نہیں تک محدود رکھا اور
اس کے بعد مرتبۂ اطلاق اور لاتعین اور ذاتِ بحت کو تصور کر کے سیر و سلوک کو
ممتنع اور اس کے علم و معرفت کو ممنوع کہا ہے۔ مگر آنحضرت قدس سرہٗ نے بہت
سے مراتب اور تعینات اس کے اوپر ثابت فرمائے ہیں۔ اور تعین اول کو اس مرتبہ
سے کتنے منزل اوپر لے گئے۔ اب لاتعین کا کیا بیان ہو حقیقتِ محمدی اور حقیقت
قرآنی اور حقیقت کعبۂ ربانی اور حقیقتِ صلوٰۃ کے دقائق اور وہ حقیقت جو ان حقیقتوں
کے بعد ہے ان دقائق کے بیان جن سے حضرت ممتاز ہیں مکتوبات شریف میں مذکور
ہیں اور حقیقتِ ولایت محمدی اور ولایت ابراہیمی اور ولایت موسوی اور ولایتِ
احمدی کے کمالات اور انبیاء کرام کے کمالات اور ان میں سے ہر ایک کے مبادی
تعینات کے مبادی اور حضرت روح اللہ اور حضرت مہدی موعود کے خصوصیات اور
تعیناتِ ملاء اعلیٰ کے مبادی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت اور آپ
کے مبداء تعین کے بارہ میں بہت کچھ حالات حضرت قدس سرہٗ نے بیان فرمائے
ہیں کہاں تک تحریر کئے جائیں۔

ہمارے نبی پر اور تمام انبیاء و ملائکہ اور اولیا اور ان کی پیروی کرنیوالوں
پر درود اور سلام نازل ہوں۔

اسی طرح حقیقتِ صلوٰۃ تک پہنچنیوالوں کے مراتب کے فرق اور اس
مقام میں انبیاء کے فضائل اور چاروں بزرگوار علیہم التحیات کے صفوف اور قرآن
مجید میں جن انبیاء کے نام مذکور ہوئے ہیں اُن کی خصوصیتیں اور یہ کہ حضرت سرور
انبیاء علیہ السلام کی ان تمام مقامات میں سروری اور آپ کو اس مقام میں جو کچھ کمال
حاصل ہے اور اپنی اور حضرت مہدی موعود کی ولائتوں کی اصالت اور ان کا
منشاء ان تمام خصوصیات کی کہاں تک تشریح کی جائے۔ مرض الموت میں آپ نے
جن اسرار و دقائق اور کمالات اہل بیت آنحضرت علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اپنی
بعض خدمات شائستہ کو بیان فرمایا کسطرح سمجھائے جائیں قیومیت کے حقایق
اور مقام خلت کے دقائق اور محبت کے فضائل اور صباحت و ملاحت اور دونوں

حسنوں کی آمیزش کے اسرار کو آپ مطالعہ کر چکے ہیں! اور مقطعاتِ قرآنی کے اسرار جن کے تھوڑے سے رموز اوپر بیان ہو چکے ہیں ایک بے پایاں دریا ہیں۔ جو گفت و شنید میں نہیں آسکتے اسی لئے سربستہ رکھے گئے +

آپ نے جو لکھا ہے کہ اپنے مکشوفات کو آنحضرت کے معارف کے برابر جانتا ہوں گفتگو آنحضرت کے معارف کے سمجھنے میں ہے بلکہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کی اصطلاح کے سمجھنے میں ہے جو فہم و ادراک سے منزلوں دُور ہیں۔ ان کے ساتھ برابری ڈھونڈھنا محض خیالِ خام اور نادانی ہے۔ بہت سے نادان جہل مرکب سے اپنے بعض وقائع پر اعتماد کر کے توہمات فاسدہ میں گر جاتے ہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ خود بھی نقصان میں پڑے اور دوسروں کو بھی نقصان میں ڈالا مساوات کی جستجو کرنا ادراک کی فرع اور بلکہ تصور کی فرع ہے جو وقوع میں نہیں آئی۔ برابری کہاں اور مساوات کیسی۔ ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد ترجمہ ع خواب میں اونٹ بن گیا چوہا

فائدہ (۲) خطبہ دفتر ثالث مکتوبات مجددیہ۔ کتنا اچھا وقت اور عمدہ حال ان صحیح القلب مطالعہ کرنے والوں کا ہے کہ جب نظر کی پتلی کو اس سیاہی پر جو اسرار اور حکمتوں کا انبوہ ہے کھولتے ہیں تو علم ربانی سے اس سیاہی سے امداد حضور کی حاصل کرتے اور سویدائے دل کو پُرنور پاتے ہیں۔ کتنا اچھا انجام اور بازگشت اُن مستقیم الاحوال پڑھنے والوں کا ہے جن کی زبان اس دریائے محیط کی شناوری سے آشنا ہوتی ہے۔ تو الہامِ سبحانی سے ان کی جان انتہائی لطف سے محو ہو جاتی ہے۔ صد آفرین اُن پاک سرشت ہم جنسوں کے لئے اور نیک اعتقاد مستعدوں کیلئے جو غایت باریکی اور خفا سے ان نکات اور رموز کے جمال کے پردہ کو جو طور عقل سے ماسوا ہے نہیں کھولا جاتا ہے تو عدمِ یافت اپنے قصور یافت پر رجوع کر کے صدقنا کے راستہ چلتے ہیں اُن کو ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں جان سکتا وہ ان تمام کو تسلیم کرتے ہیں اور سعادت ابدی کے ثمرات کو حاصل کرتے ہیں۔ یہ اسی کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہو۔ صد افسوس ان کج بین پڑھنیوالوں اور سخن چین سننے والوں پر کہ جو کچھ ان غیبی الہامات سے ان کی سمجھ میں آجائے اور ان کی طبیعت کے موافق ہو تو

صاحب مقال کی اُستادی قال اور تراشِ خیال پر موقوف رکھتے ہیں۔ اگر اُس کے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں تو کوتاہی نظر کی وجہ سے اپنی زبان دراز کرتے ہیں اور بفحوائے المرءُ لایزال عدوًّا لما جھلَ (انسان جس چیز سے ناواقف ہو اُس کا دشمن ہو جاتا ہے) لڑائی کے پنجہ کو درست کرتے ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ طائفہ علیہ ان اسرار خفیہ کے اظہار کے درپے نہیں ہے۔ بلکہ ؎

ایشاں بینداین ہمہ الحانِ مطرب ست

؎ آواز ہے سرود کی وہ خود نہیں یہاں

اللہ تعالٰی ہمارے بھائیوں کو ان کے پوشیدہ عیبوں اور اولیاء پاک دل صفاکیش کے اسرار غیب سے بینا کرے اور مکر کی قید اور کینہ کے طوق سے عالم سر کے مخلصوں کو جو پائے دل اور گردن خاطر پر رکھتے ہیں مخلصی بخشے۔

فائدہ (۳) مکاتیب معصومیہ۔ اللہ تعالٰی ہم جیسے مہجوروں کو مذکورہ معانی پر یقین رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت نبی پاک اور ان کی آل اطہار کے طفیل میں عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالبَرَکَاتُ اِلٰی یَوۡمِ التَّنَادِ اس مشرب سے روزی نصیب کرے۔

تاریخ اتمام

اس رسالہ برکات انجام کے ختم ہونے کے بعد بعض اصحاب فیض الہام نے اس خجستہ فرجام کے اتمام کی تاریخ نکالی ہے کہ الحق کہ رسالہ ما کنز الھدایات آمدہ فَحَمۡدُ اللہِ سُبۡحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیۡعِ نَعۡمَآئِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَفۡضَلِ رُسُلِہٖ وَسَیِّدِ اَنۡبِیَآئِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَحِبَّآئِہٖ وَعَلٰی جَمِیۡعِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلَی الۡمَلٰٓئِکَۃِ الۡمُقَرَّبِیۡنَ وَعَلٰٓی اَھۡلِ الطَّاعَۃِ اَجۡمَعِیۡنَ بِرَحۡمَتِکَ یَآ اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ خدائے پاک کا شکر ہے اس نعمت پر اور اس کی اور سب نعمتوں پر اور درود و سلام ہو افضل الرسل و سید الانبیا پر اور انکی آل اور اصحاب کرام اور احباب عظام اور تمام انبیا اور رسول اور ملائکہ مقربین اور آپ کے تمام اطاعت گذاروں پر تیری رحمت کے ساتھ اے ارحم الراحمین۔

تــــمــــت

اُردو ترجمہ کتاب ہدیۃ القلوب و تحفۃ الارواح

یہ کتاب تصوّف میں ایک بیش بہا جواہر اور سراپا برکت اور رحمت ہے۔ خدا سے رابطہ و اتحاد پیدا کرنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا ذکر اس میں نہ آیا ہو طالبانِ مولے کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے صوفیانِ صفا کیش اس کو حرزِ جان بنائیں اور سعادتِ دارین حاصل کریں کتاب قابل دید ہے۔ خوش قلم۔ کاغذ نہایت عمدہ قیمت .. .. عہ/

اردو ترجمہ کتاب مقاماتِ احمدیہ و ملفوظاتِ معصومیہ

حضرت خواجہ محمد امین نقشبندیؒ نے حضرت مجدد صاحبؒ اور نیز آپ کے صاحبزادگانِ والا تبار کے حالات قلمبند فرمائے ہیں۔ ہر ایک نقشبندی مجددی کا فرض ہے کہ اس کتاب کو خرید کر مطالعہ کریں قیمت .. ۱۲ / ر

اردو ترجمہ کتاب جواہر علویہ

مولٰنا شاہ رؤف احمد صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی تک تمام بزرگانِ نقشبندیہ کے حالات قلمبند فرمائے ہیں قیمت .. .. عہ/ ر

اردو ترجمہ رسالہ نقشبندیہ

اس رسالہ میں نقشبندیہ طریقہ کے ذکر اور لطائف قلبی مراقبہ وغیرہ کا بیان ہے اور اس کے ساتھ طریق مراقبہ بھی بتایا گیا ہے اور دل کا نقشہ دکھلا کر ہر ایک لطیفہ کا مقام دکھلایا گیا ہے طالب مولے کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ قابل دید کتاب ہے قیمت صرف .. .. ۴ / ر

اردو ترجمہ کتاب کلید دانش

یہ کتاب تصنیف حضرت سید اشرف علی صاحب میں سے ہے اس میں حضرت نے تصوّف کے بعض مسائل سوال و جواب کے پیرایہ میں لکھے ہیں۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں قیمت .. .. .. ۳ / ر

اُردو ترجمہ کتاب انتباہ المُریدین

یہ کتاب بھی حضرت شیخ محمد چشتیؒ کی تصنیفات سے ہے کتاب ہذا میں حضرت ممدوح نے طالبانِ مولا کو جن جن باتوں پر پرہیز لازم ہے نہایت شفقت و محبت کے لہجہ میں بیان فرمائی ہیں قیمت .. .. ۲ / ر

عربی سے اردو ترجمہ

کتاب الاربعین فی اصول الدین

تصنیف لطیف حجۃ الاسلام ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہ کتاب بلحاظ اپنے اعلےٰ مضامین کے نہایت نادر الوجود اور بے مثل ہے عربی سے بامحاورہ اردو زبان میں بصرف زر کثیر ترجمہ ہو کر طبع ہو گئی ہے۔ اس کتاب میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انسان کو حصول اللہ کے طریق بتائے ہیں۔ اور حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے دیباچہ میں اس کی مفصل تشریح کر دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ یہ کتاب محض ان لوگوں کی خاطر لکھی گئی ہے جن کو اللہ تعالےٰ کی جستجو ہے۔ اور جو شخص اس کتاب کو پڑھ کر عمل پیرا ہو گا وہ حصول مولےٰ میں کامیاب ہو گا۔ نیز آپ نے بالفاظ صریح اس امر کا اعلان کیا ہے کہ دنیادار اس کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکینگے بلکہ اس سے وہی شخص فائدہ اٹھائیگا۔ جو ذات الٰہی کا طالب ہو گا۔ قیمت عہ/ ۲ر

عربی سے اردو ترجمہ

جواہر القرآن

یہ کتاب دوسرا حصہ کتاب الاربعین فی اصول الدین کا ہے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نادر اور بےمثل کتاب میں قرآن کریم سے جو آیات چن چن کر لکھے ہیں اُن کی نسبت فرمایا ہے کہ جواہر بے بہا ہیں۔ مسلمان ان کے مطالعہ اور ورد سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اور جو شخص اربعین فی اصول الدین کا مطالعہ کرے اُس کے لئے اس کا مطالعہ بھی نہایت ضروری ہے در حقیقت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس خوش اسلوبی سے انتخاب جواہرات کیا ہے وہ نہایت بےمثل طریقہ ہے۔ اہل ذوق اور صاحب شوق الٰہی ان ہر دو کتابوں کو خرید کر حرز جاں بنائیں۔ قیمت ۔۔ ۸ر

المشتہران

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککّے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ، کوچہ ککّے زئیاں، بازار کشمیری لاہور

بغیر مہر دوکان مال مسروقہ ہو گا۔